وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

اور ہم نے آسان کر دیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا؟

تفسیر ابن کثیر اردو

۲۳

علامہ ابن کثیرؒ

ناشر

مکتبہ فیض القرآن دیوبند یوپی

تفسیر ابنِ کثیر (اردو)

جس پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ اسکے بعد کی تمام تفاسیر قرآن اس سے ماخوذ ہیں۔

مُصنّف

علّامہ ابن کثیر رح

ترجمۂ قرآن پاک

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حواشی و اضافات

مولانا انظر شاہ کشمیری مدرس دار العلوم دیوبند ابن حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری سابق محدث دار العلوم دیوبند

پارہ ۲۳ — ناشر — جز ۲۴

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی)

مکتبہ فیض القرآن دیوبند یو۔پی

آپ کی علمی، عصری اور اسلامی ضرورتکو پورا
کرنے والا، اور صحیح قرآن کریم و پارہ ہائے قرآن
مجید، مستند و مفید تفاسیر و اسلامی کتب کو فراہم و شائع
کرنیوالا اپنی نوعیت کا واحد مرکز ہے۔
اس کی کامیابی و کامرانی کا راز آپ کی مخلصانہ خدمات
میں پوشیدہ ہے۔

ناظم کتب خانہ

طبع اوّل .... ایکہزار
مطبوعہ۔ وسیم فائن آرٹ پرنٹنگ پریس دیوبند
ہدیہ .... دو روپے دو آنے

فہرست مضامین تفسیر ابن کثیر اردو پارہ ۲۳ جزء ۲۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	اعلان حق	۵
۲	مردِ حق آگاہ	۶
۳	آہ! یہ کیسی روش	۹
۴	بنجر زمین، لہلہاتے ہوئے کھیت	۹
۵	اندھیری رات اور پھر سپیدہ سحر	۱۰
۶	بحری جہاز	۱۳
۷	چند ہدایت	۱۴
۸	ایک خوفناک چیخ	۱۴
۹	عشور کی زہرہ گداز آواز	۱۵
۱۰	ہشاش بشاش	۱۶
۱۱	اور اے بحرین	۱۷
۱۲	ایک حیرت انگیز معاملہ	۱۸
۱۳	نبوت شاعری نہیں	۱۹
۱۴	یہ نشانیاں	۲۲
۱۵	پھر یہ شرک	۲۲
۱۶	زود فراموشی	۲۳
۱۷	ایک سوال	۲۴
۱۸	تفسیر سورۂ والصافات مکیہ	۲۶
۱۹	چمکتے تارے	۲۷
۲۰	دریافت کیجئے۔	۲۸
۲۱	ہائے حسرت	۲۹
۲۲	ایک دوسرے کو لعنت کریں گے	۳۰
۲۳	دو جماعتیں، ایک شقاوت کے آہنی پنجہ میں اور دوسری انعام واکرام سے شادکام۔	۳۲
۲۴	ایک عجیب منظر۔	۳۴
۲۵	زقوم کا درخت۔	۳۶
۲۶	گمراہی کی تاریخ بہت پرانی ہے	۳۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۷	صدائے نوح	۳۸
۲۸	صاحب قلب سلیم، ابراہیم علیہ السلام	۳۹
۲۹	نگاہ حق جو	۳۹
۳۰	ایک خواب	۴۲
۳۱	کرب عظیم سے نجات	۴۶
۳۲	الیاس علیہ السلام	۴۷
۳۳	لوط علیہ السلام	۴۸
۳۴	حضرت یونس علیہ السلام	۴۹
۳۵	ان سے ذرا پوچھئے	۵۱
۳۶	ایک متقین مقام	۵۲
۳۷	ایک فیصلہ	۵۴
۳۸	بڑی عزت والا	۵۴
۳۹	تفسیر سورۂ ص مکیہ	۵۶
۴۰	اور یہ قرآن	۵۶
۴۱	کفار کی کچھ بیہودہ خیالیاں	۵۷
۴۲	امم سابقہ کی نافرمانی اور حوادث روزگار کے پیہم حملے۔	۶۰
۴۳	دنیا کا ایک بڑا طاقتور انسان	۶۰
۴۴	عدالت داؤد علیہ السلام میں ایک مقدمہ۔	۶۲
۴۵	داؤد علیہ السلام کی تبلیغ	۶۵
۴۶	یہ سب کچھ کھیل نہیں	۶۵
۴۷	سلیمان علیہ السلام اور گھوڑوں کا واقعہ	۶۶
۴۸	ایک آزمائش	۶۸
۴۹	صبر ایوب علیہ السلام	۷۴
۵۰	راحت کدہ	۷۶
۵۱	برا ٹھکانہ	۷۷

نمبر شمار	عنوان	نمبر شمار
۵۲	عظیم الشان خبر	۷۸
۵۳	آدم وابلیس	۸۰
۵۴	ایک اعلان	۸۱
۵۵	تفسیر سورہ زمر	۸۱
۵۶	اصنام پرستوں کی خام خیالیاں۔	۸۲
۵۷	دلائل قدرت	۸۳
۵۸	کفر سخت ناپسندیدہ ہے۔	۸۴
۵۹	مساوات کیسے؟	۸۵
۶۰	جائے خدا تنگ نیست	۸۶
۶۱	بڑا دن	۸۷
۶۲	جو محفوظ رہے	۸۷
۶۳	وہ بدقسمت	۸۸
۶۴	آبحیات	۸۹
۶۵	ایک بہترین بات	۹۰
۶۶	غیر متوقع عذاب	۹۱
۶۷	سمجھانے کے لئے	۹۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔

وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْہِ

اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں اس (معبود) کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا اور تم سب کو اسی کے پاس

تُرْجَعُوْنَ ⑩ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِہٖٓ اٰلِھَۃً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا

لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں خدا کو چھوڑ کر اور ایسے ایسے معبود قرار دے لوں کہ اگر خدائے رحمٰن مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو نہ ان

تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُھُمْ شَیْئًا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ⑪ اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ⑫

معبودوں کی سفارش میرے کام آوے اور نہ وہ مجھ کو چھڑا سکیں اگر میں ایسا کروں تو صریح گمراہی میں جا پڑا

اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنِ ⑬

میں تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا

اعلانِ حق

وہ نیک بخت شخص جو خدا کے پیغمبروں کی تکذیب و تردید اور توہین ہوتی دیکھ کر دوڑا ہوا آیا تھا اور جس نے اپنی قوم کو انبیاء کی تابعداری کی رغبت دلائی تھی وہ اب اپنے عمل اور عقیدے کو ان کے سامنے پیش کر رہا ہے اور انہیں حقیقت سے آگاہ کر کے ایمان کی دعوت دے رہا ہے کہتا ہے کہ میں تو صرف اپنے خالق مالک اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ہی عبادت کرتا ہوں جب کہ اسی نے مجھے پیدا کیا ہے، تو میں اس کی عبادت کیوں نہ کروں، پھر یہ نہیں کہ اب ہم اس کی قدرت سے نکل گئے ہوں؟ اس سے اب ہمیں کوئی تعلق نہ رہا ہو؟ نہیں بلکہ سب کے سب لوٹ کر پھر اس کے سامنے جمع ہونے والے ہیں۔ اس وقت وہ ہر بھلائی برائی کا بدلہ دے گا یہ کیسی شرم کی بات ہے کہ میں اس خالق دفادار کو چھوڑ کر اوروں کو پوجوں۔ جو نہ تو یہ طاقت رکھیں کہ خدا کی طرف سے آئی ہوئی کسی مصیبت کو مجھ پر سے ٹال دیں۔ نہ یہ کہ ان کے کہنے سننے کی وجہ سے مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچے خدا اگر مجھے کوئی ضرر پہنچاتا ہے تو یہ اس کو دفع نہیں کر سکتے، روک نہیں سکتے مجھے اس سے بچا سکتے ہیں۔ اگر میں ایسے کمزوروں کی

عبادت کرنے لگوں تو مجھ سے بڑھ کر گمراہ اور بہکا ہوا کون ہوگا؟ پھر تو نہ صرف مجھ پر بلکہ دنیا کے ہر بھلے انسان پر میری گمراہی کھل جائیگی
میری قوم کے لوگو! اپنے جس حقیقی معبود اور پروردگار سے تم منکر ہوئے ہو. سنو! میں اس کی ذات پر ایمان رکھتا ہوں. اور یہ
معنی بھی اس آیت کے ہو سکتے ہیں کہ اس باخدا مرد صالح نے اب اپنی قوم سے روگردانی کر کے خدا تعالے کے اُن رسولوں سے یہ کہا ہو
کہ خدا کے پیغمبرو! تم میرے ایمان کے گواہ رہنا میں ذاتِ خدا پر ایمان لایا جس نے تمہیں برحق رسول بنا کر بھیجا ہے. پس گویا یہ اپنے
ایمان پر خدا کے رسولوں کو گواہ بنا رہا ہے. یہ قول بہ نسبت پہلے قول کے زیادہ واضح ہے. واللہ اعلم. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ اتنا ہی کہنے پائے تھے جو تمام کفار پل پڑے اور زدوکوب کرنے لگے. کون تھا جو انھیں بچاتا؟ پتھر مارتے
مارتے انہیں اسیوقت شہید کر دیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ) یہ بندۂ خدا اور یہ سچے ولی اللہ پتھر کھا رہے تھے لیکن زبان سے
یہی کہے جا رہے تھے کہ خدایا میری قوم کو ہدایت دے کہ یہ جانتے نہیں:

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۖ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿۱۴﴾ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي

سو تم (بھی) میری بات سن لو. ارشاد ہوا کہ جا جنت میں داخل ہو. کہنے لگا کہ کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے مجھکو بخشدیا اور مجھ کو عزت داروں

مِنَ الْمُكْرَمِينَ ﴿۱۵﴾ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِنَ السَّمَاءِ

میں شامل کر دیا | اور ہم نے اس (شہید) کی قوم پر اس کے بعد کوئی لشکر (فرشتوں کا) آسمان سے نہیں اتارا اور نہ ہمکو

وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ ﴿۱۶﴾ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ ﴿۱۷﴾

اتارنے کی ضرورت تھی | وہ تو بس ایک آوازِ سخت تھی | اور وہ سب اسی دم (اس سے) بجھ کر (یعنی مر کر) رہ گئے

مردِ حق آگاہ فردوس بریں کے صحن میں

حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہیں کہ ان کفار نے اس مومنِ کامل کو بُری طرح مار پیٹا. اُس کو گرا کر اس کے پیٹ پر چڑھ
بیٹھے اور پیروں سے اُسے روندنے لگے. یہاں تک کہ اس کی آنتیں اس کے پیچھے کے راستے سے باہر نکل آئیں. اسی وقت خدا
کی طرف سے اس کو جنت کی خوشخبری سُنائی گئی. اُسے اللہ تعالےٰ نے دنیا کے رنج و غم سے آزاد کر دیا اور امن و چین کے ساتھ
جنت میں پہنچا دیا. ان کی شہادت سے خدا خوش ہوا جنت اُن کے لئے کھولدی گئی اور داخلہ کی اجازت مل گئی. اپنے ثواب
اجر کو عزت و اکرام کو دیکھ کر پھر اُن کی زبان سے نکل گیا. کاش کہ میری قوم یہ جان لیتی کہ مجھے میرے رب نے بخشدیا اور میرا
بڑا ہی اکرام کیا. فی الواقع مومن سب کے خیر خواہ ہوتے ہیں. وہ دھوکے باز اور بدخواہ نہیں ہوتے. دیکھئے اس باخدا شخص
نے زندگی میں بھی قوم کی خیر خواہی کی اور مرنے کے بعد بھی اُن کے خیر خواہ رہے. یہ بھی مطلب ہے کہ وہ کہتے ہیں کاش کے میری قوم
یہ جان لیتی کہ مجھے کس باعث میرے رب نے بخشا اور کیوں میری عزت کی تو لا محالہ وہ بھی اِس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش
کرتی. اللہ پر ایمان لاتی اور رسولوں کی پیروی کرتی. اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے اور ان سے خوش رہے. دیکھو تو قوم کی ہدایت کے
کس قدر خواہشمند تھے. حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضہ نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ حضور اگر
اجازت دیں تو میں اپنی قوم میں تبلیغ دین کے لئے جاؤں اور انھیں دعوتِ اسلام دوں؟ آپ نے فرمایا "ایسا نہ ہو کہ وہ
تمہیں قتل کر دیں" جواب دیا کہ حضورؐ اس بات کا تو احتمال ہی نہیں کیونکہ انھیں مجھ سے اس قدر اُلفت و عقیدت ہے کہ اگر میں سویا
ہوا ہوں تو وہ مجھے جگائیں گے بھی نہیں. آپ نے فرمایا اچھا پھر جائیے. یہ چلے، جب لات و عزیٰ کے بتوں کے پاس سے اُن کا گزر
ہوا تو کہنے لگے. اب تمہاری شامت آگئی. اس بات پر پورا قبیلۂ ثقیف بگڑ بیٹھا. انہوں نے کہنا شروع کیا کہ اے میری

قوم کے لوگو! تم ان بتوں کو چھوڑ دو، یہ لات و عزّیٰ دراصل کوئی چیز نہیں۔ اسلام قبول کرو تو سلامتی حاصل ہوگی، اے میرے بھائی یقین مانو کہ یہ بت کچھ حقیقت نہیں رکھتے ساری بھلائی اسلام میں ہے وغیرہ۔ ابھی تو تین ہی مرتبہ اس کلمہ کو دُہرایا تھا کہ ایک بدنصیب جلے تن نے دُور سے ہی ایک تیر چلایا جو رگِ اکحل پر لگا اور آپ اسی وقت شہید ہو گئے آنحضرت کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا یہ ایسا ہی تھا جیسے سورۂ یٰسین والا۔ جس نے کہا تھا "کاش میری قوم میری مغفرت اور عزت کو جان لیتی"۔ حضرت کعب احبارؓ کے پاس جب حبیب بن زید بن عاصمؓ کا ذکر کیا گیا جو قبیلۂ بنو مازن بن نجار سے تھے جن کو جنگِ یمامہ میں مسیلمہ کذاب ملعون نے شہید کر دیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ حبیب رضؓ بھی اسی حبیب کی طرح تھے جن کا ذکر سورۂ یٰسین میں ہے۔ اُن سے اس کذاب نے حضور کے بارے میں دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں۔" اس نے کہا میری نسبت بھی تو گواہی دیتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں؟ تو حضرت حبیبؓ نے فرمایا، میں نہیں سُنتا۔" اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت تو کیا کہتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں ان کی سچی رسالت کو مانتا ہوں۔ اُس نے پھر پوچھا وہ میری رسالت کی نسبت کیا کہتا ہے؟ جواب دیا کہ میں نہیں سُنتا۔ اس ملعون نے کہا۔ ان کی نسبت تو سن لیتا ہے اور میری نسبت بہرا بن جاتا ہے، چنانچہ اس کے بعد پوچھتا اور اُن کے جواب پر ایک عضو بدن کٹوا دیتا۔ پھر پوچھتا اور یہی جواب پاتا۔ اور ایک عضو بدن کٹواتا۔ اسی طرح جسم کا ایک ایک جوڑ کٹوا دیا۔ اور وہ اپنے سچے اسلام پر آخری دم تک قائم رہے اور جو جواب پہلے تھا وہی آخر تک رہا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَ اَرْضَاہُ۔ اس کے بعد ان لوگوں پر جو غضبِ خدا نازل ہوا اور جس عذاب سے وہ غارت کر دئے گئے اُس کا ذکر ہو رہا ہے۔ چونکہ انہوں نے خدا کے رسول کو جھٹلایا۔ خدا کے ولی کو قتل کیا۔ اس لئے اُن پر عذاب آیا اور ہلاک کر دئے گئے لیکن انھیں برباد کرنے کے لئے خدا نے نہ تو کوئی لشکر آسمان سے بھیجا نہ کوئی خاص اہتمام کرنا پڑا۔ نہ کسی بڑے سے بڑے کام کے لئے اُسے اس کی ضرورت، اس کا تو صرف حکم کر دینا کافی ہے۔ نہ انھیں اُس کے بعد کوئی تنبیہ کی گئی۔ نہ ان پر فرشتے اتارے گئے، بلکہ بلا مُہلت عذاب میں پکڑ لئے گئے اور بغیر اس کے کہ کوئی نام لیوا پانی دیوا ہو؟ اوّل سے آخر تک ایک ایک کر کے سب کے سب فنا کے گھاٹ اتار دئے گئے۔ جبرئیل علیہ السلام آئے اور ان کے شہر انطاکیہ کے دروازے کی چوکھٹ تھام کر اس زور سے ایک آواز لگائی کہ کلیجے پاش پاش ہو گئے دل دہل گئے اور روحیں پرواز کر گئیں۔ حضرت قتادہؓ سے منقول ہے کہ ان لوگوں کے پاس جو تینوں رسولؐ آئے تھے یہ حضرت عیسٰیؑ کے بھیجے ہوئے قاصد تھے۔ لیکن اس میں قدرے کلام ہے اوّلاً تو یہ کہ ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مستقل رسول تھے، فرمان ہے اِذْ اَرْسَلْنَا الخ جب کہ ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے۔ جب انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو ہم نے اُن کی مدد کے لئے تیسرا رسول بھیجا۔ پھر خدا کے یہ رسول اہلِ انطاکیہ سے کہتے ہیں اِنَّآ اِلَیْکُمْ مُّرْسَلُوْنَ۝ الخ یعنی ہم تمہاری طرف رسول ہیں الخ پس اگر یہ تینوں حضرت عیسٰیؑ کے حواریوں میں سے حضرت عیسٰیؑ کے بھیجے ہوئے ہوتے، تو انھیں یہ کہنا مناسب نہ تھا بلکہ وہ کوئی ایسا جملہ کہتے جس سے معلوم ہو جاتا کہ یہ حضرت عیسٰیؑ کے قاصد ہیں۔ واللہ اعلم۔ پھر یہ بھی ایک قرینہ ہے کہ کفارِ انطاکیہ اُن کے جواب میں کہتے ہیں اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تم تو ہم ہی جیسے انسان ہو۔[عہ] دیکھو یہ کلمہ کفار ہمیشہ رسولوں کو ہی کہتے رہے۔ اگر وہ حواریوں میں سے ہوتے تب تو

ف گویا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مغفور ہیں اور خدا تعالیٰ نے انکو نہایت اونچا اور اعلیٰ درجہ عطا فرمایا ہے ان کو اپنی قوم کے ساتھ خیر خواہی کا وہی جذبہ ہے جو سورۂ یٰسین میں مذکور مومن کو تھا اور آج فردوس بریں میں عروہ رضی اللہ عنہ بھی انہیں تمناؤں میں ہیں جو اس شہید کو تھیں یعنی اپنے اعزاز و اکرام کی قوم کو اطلاع تاکہ وہ بدبخت انہیں نعمتوں کے تصور پر ایمان لے آئے۔ عہ یہ دلیل بے حد مضبوط ہے اور اس کے بعد ان کی رسالت کا مسئلہ بڑی حد تک بے غبار ہو جاتا ہے۔

اُن کا مستقل دعویٰ رسالت کا تھا ہی نہیں۔ پھر انہیں یہ لوگ یہ الزام ہی کیوں دیتے؟ ثانیاً اہلِ انطاکیہ کی طرف حضرت مسیح کے قاصد گئے تھے اور اس وقت اس بستی کے لوگ اُن پر ایمان لائے تھے۔ بلکہ یہی پہلی وہ بستی ہے جو ساری کی ساری جناب مسیحؑ پر ایمان لائی۔ اسی لئے نصرانیوں کے وہ چار شہر جو مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ اُن میں ایک یہ بھی ہے بیت المقدس کی بزرگی کے وہ قائل اس لئے ہیں کہ وہ حضرت مسیحؑ کا شہر ہے۔ اور انطاکیہ کو حرمت والا شہر اس لئے کہتے ہیں کہ سب سے پہلے یہیں کے لوگ حضرت مسیحؑ پر ایمان لائے اور اسکندریہ کی عظمت کی وجہ یہ ہے کہ یہاں انہوں نے اپنے مذہبی عہدے داروں کے تقرر پر اجماع کیا۔ اور رومیہ کی حرمت کے قائل اس وجہ سے ہیں کہ شاہِ قسطنطین کا شہر یہی ہے اور اسی بادشاہ نے ان کے دین کی امداد کی تھی اور یہیں ان کے تبرکات تھے۔ پھر جب اس نے قسطنطنیہ شہر بسایا تو ان تبرکات کو رومیہ سے یہاں لا رکھا۔ سعد بن بطریق وغیرہ نصرانی مورخین کی تاریخوں میں یہ سب واقعات مذکور ہیں۔ مسلمان مورخین نے بھی یہی لکھا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انطاکیہ والوں نے حضرت عیسیٰؑ کے قاصدوں کی تو مان لی تھی۔ اور یہاں بیان ہے کہ انہوں نے نہ مانی اور اُن پر عذابِ الٰہی آیا اور تہس نہس کر دیے گئے۔ تو ثابت ہوا کہ یہ واقعہ اور ہے یہ رسول مستقل رسالت پر مامور تھے اور انہوں نے نہ مانا جس پر انہیں سزا ہوئی اور وہ بے نشان کر دیے گئے اور چراغِ سحری کی طرح بجھا دیے گئے۔ واللہ اعلم۔ ثالثاً انطاکیہ والوں کا قصہ جو حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کے ساتھ پیش آیا وہ قطعاً تورات کے اُترنے کے بعد کا ہے۔ اور حضرت ابو سعید خدریؓ اور سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ تورات کے نزول کے بعد کسی بستی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب سے بالکل برباد نہیں کیا۔ بلکہ مومنوں کو کافروں سے جہاد کرنے کا حکم دے کر کفار کو نیچا دکھایا ہے۔ جیسا کہ آیت وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الخ کی تفسیر میں ہے اور اس بستی کی آسمانی عذاب سے ہلاکت پر آیاتِ قرآنی شاہد ہیں جن سے عدل واضح ہے۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ انطاکیہ کا نہیں جیسے کہ بعض سلف کے اقوال بھی اس تعینِ مقام سے آزاد کرتے ہیں ان کا قول ہے اس سے مراد یہ مشہور شہر انطاکیہ نہیں، ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انطاکیہ نامی کوئی شہر اور بھی ہو اور یہ واقعہ وہاں کا ہو، اس لئے کہ جو انطاکیہ مشہور ہے اس کا عذابِ خدا سے نیست و نابود ہونا مشہور نہیں ہے نہ تو نصرانیت کے زمانے میں اور نہ اس سے پہلے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ یہ بھی یاد رہے کہ طبرانی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ دنیا میں تین ہی شخص سبقت کرنے میں سب سے آگے نکل گئے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کی طرف سبقت کرنے والے تو حضرت یوشع بن نونؑ تھے اور حضرت عیسیٰؑ کی طرف سبقت کرنے والے وہ تھے جن کا ذکر سورۂ یٰسین میں ہے اور محمد صلعم کی خدمت میں آگے بڑھنے والے حضرت علی بن ابی طالبؓ تھے۔ یہ حدیث بالکل منکر ہے اور صرف حسین اشقر سے روایت ہے اور وہ شیعہ ہے اور متروک ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم بالصواب۔

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿۱۸﴾ أَلَمْ

افسوس (ایسے) بندوں کے حال پر کبھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کی انہوں نے ہنسی نہ اُڑائی ہو کیا ان لوگوں

يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۱۹﴾ وَإِنْ كُلٌّ لَمَّا

نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم اُن سے پہلے بہت سی اُمتیں غارت کر چکے کہ وہ (پھر) انکی طرف (دنیا میں) لوٹ کر نہیں آتے۔ اور ان میں کوئی

جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۲۰﴾ ع ۲/۱

ایسا نہیں جو مجموعی طور پر ہمارے روبرو حاضر نہ کیا جاوے

آہ! یہ کیسی روش

بندوں پر حسرت و افسوس ہے یعنی بندے کل اپنے اوپر کیسے نادم ہوں گے۔ وہ بار بار کہیں گے کہ ہائے افسوس ہم نے تو خود اپنا بُرا کیا۔ بعض قراتوں میں یَا حَسْرَةَ الْعِبَادِ عَلٰی اَنْفُسِهَا بھی ہے مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن عذاب کو دیکھ کر ہاتھ ملیں گے کہ انہوں نے کیوں رسولوں کو جھٹلایا، اور کیوں خدا کے حکم کے خلاف کیا؟۔ دنیا میں تو ان کا یہ حال تھا کہ جب کبھی جو رسول آیا انہوں نے بے تامل جھٹلایا اور دل کھول کر اُن کی بے ادبی اور توہین کی۔ وہ اگر ذرا بھی تامل کرتے تو سمجھ لیتے کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے پیغمبروں کی نہ مانی تھی وہ غارت و برباد کردیئے گئے۔ ایک بھی تو اُن میں سے نہ بچ سکا نہ اُس دارِ آخرت سے کوئی واپس پلٹا۔ اُس میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو دہریئے تھے جن کا خیال تھا کہ یونہی دنیا میں مرتے جیتے چلے جائیں گے۔ لوٹ لوٹ کر اس دنیا میں آئیں گے تمام گزرے ہوئے موجود اور آنے والے لوگ قیامت کے دن خدا کے سامنے حساب و کتاب کے لئے حاضر کئے جائیں گے اور وہاں ہر ہر بھلائی اور برائی کا بدلہ پائیں گے۔ جیسے اور آیت میں فرمایا وَاِنْ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ یعنی ہر شخص کو اُس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ تیرا رب عطا فرمائے گا۔ ایک قرأت میں "لَمَا" ہے تو ان اثبات کے لئے ہوگا اور "لَمَّا" پڑھنے کے وقت ان نافیہ ہوگا۔ اور لَمَّا معنی میں اِلَّا کے ہوگا۔ تو مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ نہیں ہیں سب مگر کہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر شدہ ہیں دوسری قرأت پر بھی مطلب یہی رہے گا۔ واللہ اعلم سبحانہٗ وتعالٰی اعلم۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ①

اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے مردہ زمین ہے ہم نے اس کو (بارش سے) زندہ کیا اور ہم نے اس سے غلہ نکالا سو اس میں سے لوگ کھاتے ہیں

وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ②

اور (نیز) ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ لگائے اور (نیز) اس میں چشمے جاری کئے

لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۚ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ③ سُبْحٰنَ الَّذِيْ

تاکہ لوگ باغ کے پھلوں میں سے کھائیں اور اس (پھل اور غلہ) کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا سو کیا شکر نہیں کرتے وہ پاک ذات ہے جس نے

خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ④

تمام مقابل قسموں کو پیدا کیا نباتات زمین کے قبیل سے بھی اور (خود) ان آدمیوں میں سے بھی اور ان چیزوں میں سے بھی جن کو (عام) لوگ نہیں جانتے۔

بنجر زمین، لہلہاتے ہوئے کھیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے وجود پر اور میری زبردست قدرت پر اور مُردوں کے جلانے پر ایک نشانی یہ بھی ہے کہ مُردہ زمین جو بنجر خشک پڑی ہوتی ہے جس میں کوئی روئیدگی، تازگی، ہریالی اور گھاس وغیرہ نہیں ہوتی۔ میں اُس پر آسمان سے پانی برساتا ہوں اور وہ مُردہ زمین جی اُٹھتی ہے۔ لہلہانے لگتی ہے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ اُگ جاتا ہے۔ اور قسم قسم کے پھل پھول وغیرہ نظر آنے لگتے ہیں۔ تو فرماتا ہے کہ ہم اُس مردہ زمین کو زندہ کر دیتے ہیں اور اُس میں قسم قسم کے اناج پیدا کرتے ہیں۔ بعض کو تم کھاتے ہو اور بعض تمہارے جانور کھاتے ہیں۔ ہم اُس میں کھجوروں کے انگوروں کے باغات وغیرہ تیار کر دیتے ہیں نہریں جاری کر دیتے ہیں۔ جو باغوں اور کھیتوں کو سیراب سرسبز و شاداب کرتی رہتی ہیں۔ یہ سب اس لئے کہ ان درختوں کے میوے دنیا کھائے کھیتوں اور باغات سے منافع حاصل کرے اور اپنی ضرورت پوری کرے۔ یہ سب خدا کی رحمت اور اُس کی قدرت سے پیدا

ہو رہے ہیں۔ کسی کے بس اور اختیار میں نہیں یہ تمہارے ہاتھوں کی پیدا کردہ یا حاصل کردہ چیزیں نہیں نہ تم میں ان کو اگانے کی طاقت، نہ تم میں اُن کو بچانے کی قدرت، نہ اُن کو پکانے اور تیار کرنے کا تمہیں اختیار۔ صرف خدا کے یہ کام ہیں اور اُسی کی یہ مہربانی ہے اور اس کے احسان کے ساتھ ہی ساتھ یہ اُس کی قدرت کے نمونے ہیں۔ پھر لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو شکر گزاری نہیں کرتے؟ اور خدا تعالےٰ کی بے انتہا ان گنت نعمتیں اپنے پاس ہوتے ہوئے اُس کا احسان نہیں مانتے؟ ایک مطلب یہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ باغات کے پھل یہ کھاتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کا بویا ہوا یہ پاتے ہیں۔ چنانچہ ابن مسعودؓ کی قرأت میں وَمِمَّا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْھِمْ ہے۔ پاک اور برتر اور تمام نقصانات سے بَری وہ خدا ہے جس نے زمین کی پیداوار کو اور خود تم کو جوڑ جوڑ پیدا کیا ہے۔ اور مختلف قسم کی مخلوق کے جوڑے بنائے ہیں جنہیں تم جانتے بھی نہیں ہو جیسے اور آیت میں ہے وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

وَآيَةٌ لَّهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُم مُّظْلِمُونَ ۝ وَالشَّمْسُ

اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے رات ہے کہ ہم اس (رات) پر سے دن کو اتار لیتے ہیں سو یکایک وہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اور (ایک) نشانی آفتاب

تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ

ہے کہ وہ اپنے ٹھکانے کیطرف چلتا رہتا ہے یہ اندازہ باندھا ہوا ہے اس (خدا) کا جو زبردست علم والا ہے۔ اور چاند کے لئے منزلیں مقرر کیں یہاں

مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن

تک کہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی۔ نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو

تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝

جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور دونوں ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

اندھیری رات اور پھر سپیدۂ سحر

اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ کی ایک نشانی بیان ہو رہی ہے اور وہ دن رات ہیں جو اُجالے اور اندھیرے والے ہیں اور برابر ایک دوسرے کے پیچھے آ جا رہے ہیں۔ جیسے فرمایا يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا رات سے دن کو چھپاتا ہے، رات دن کو جلدی جلدی ڈھونڈتی آتی ہے۔ یہاں بھی فرمایا رات میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں، دن تو ختم ہوا اور رات آگئی اور چاروں طرف سے اندھیرا چھا گیا۔ حدیث میں ہے جب ادھر سے رات آجائے اور دن اُدھر سے چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزے دار افطار کر لے۔ ظاہر آیت تو یہی ہے لیکن حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب مثل آیت يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ یعنی اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔ حضرت امام ابن جریرؒ اس قول کو ضعیف بتلاتے ہیں اور فرماتے ہیں اس آیت میں جو لفظ ایلاج ہے اس کے معنے ایک کی کمی کر کے دوسری میں زیادتی کرنے کے ہیں اور یہ مُراد اس آیت میں نہیں۔ امام صاحبؒ کا یہ قول ٹھیک ہے مُسْتَقَرٌّ سے مُراد مستقر مکانی یعنی جائے قرار ہے اور وہ عرش تلے کی وہی سمت ہے پس ایک سورج ہی نہیں بلکہ کل مخلوق عرش کے نیچے ہی ہے اس لئے کہ عرش ساری مخلوق کے اوپر ہے اور سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہ کرہ نہیں ہے جیسا کہ ہیئت دان کہتے ہیں۔ بلکہ وہ مثل قبّے کے ہے جس کے پائے ہیں اور جسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ انسانوں کے سروں کے اوپر، اوپر والے عالم میں ہے۔ پس جبکہ

سورج فلکی قبے میں ٹھیک ظہر کے وقت ہوتا ہے اُس وقت وہ عرش سے بہت قریب ہوتا ہے پھر جب وہ گھوم کر چوتھے فلک میں اسی مقام کے بالمقابل آجاتا ہے۔ یہ آدھی رات کا وقت ہوتا ہے جب کہ وہ عرش سے بہت دور ہوجاتا ہے پس وہ سجدہ کرتا ہے اور طلوع کی اجازت چاہتا ہے جیسے کہ حدیثوں میں ہے۔ صحیح بخاری میں ہے حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں سورج کے غروب ہونے کے وقت رسول اللہ صلعم کے پاس مسجد میں تھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا "جانتے ہو یہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟" میں نے کہا خدا اور اس کا رسولؐ ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "وہ عرش تلے جا کر خدا کو سجدہ کرتا ہے،، پھر آپ نے آیت وَالشَّمْسُ الخ تلاوت کی۔ اور حدیث میں ہے کہ آپ سے حضرت ابوذرؓ نے اس آیت کا مطلب پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا اس کی قرارگاہ عرش کے نیچے ہے۔ مسند احمد میں اس سے پہلے کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے واپس ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے اور اُسے اجازت دی جاتی ہے گویا اُس سے کہا جاتا ہے کہ جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ جا تو وہ اپنے طلوع ہونے کی جگہ سے نکلتا ہے اور یہی اُس کا مستقر ہے پھر آپ نے اِس آیت کے ابتدائی فقرے کو پڑھا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے لیکن قبول نہ کیا جائے اور اجازت مانگے لیکن اجازت نہ دی جائے بلکہ کہا جائے کہ جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا۔ پس وہ مغرب سے ہی طلوع کرے یہی اس آیتِ کریمہ کے معنیٰ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ، سورج طلوع ہوتا ہے تو اُسے انسانوں کے گناہ لوٹا دیتے ہیں۔ وہ غروب ہو کر سجدہ میں گر پڑتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے، اجازت مل جاتی ہے۔ ایک دن یہ غروب ہو کر بہ عاجزی سجدہ کرے گا اور اجازت مانگے گا۔ لیکن اجازت نہ دی جائے گی۔ وہ کہے گا کہ راہ دور ہے اور اجازت ملی نہیں اس لئے پہنچ نہیں سکونگا۔ پھر کچھ دیر رُک رکھنے کے بعد اُس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے غروب ہوا تھا وہیں سے طلوع ہو جا۔ یہی قیامت کا دن ہوگا۔ جس دن ایمان لانا محض بے سود ہوگا اور نیکیاں کرنی بھی اُن کے لئے جو اُس سے پہلے ایماندار اور نیکوکار نہ تھے بیکار ہوں گی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مستقر سے مُراد اس کے چلنے کی انتہا ہے پوری بلندی جو گرمیوں میں ہوتی ہے اور پوری پستی جو جاڑوں میں ہوتی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آیت کے اس لفظ مستقر سے مراد اس کی چال کا خاتمہ ہے۔ قیامت کے دن اُس کی حرکت باطل ہو جائے گی۔ یہ بے نور ہو جائے گا اور یہ عالم کل کا کل ختم ہو جائے گا۔ یہ مستقر زمانی ہے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں۔ وہ اپنے مستقر پر چلتا ہے یعنی اپنے وقت اور اپنی میعاد پر جس سے تجاوز نہیں کر سکتا جو اُس کے راستے جاڑوں کے اور گرمیوں کے مقرر ہیں اُن ہی راستوں سے آتا جاتا ہے۔ ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی قرأت لَا مُسْتَقَرَّ لَهَا ہے یعنی اس کے لئے سکون و قرار نہیں، بلکہ دن رات بحکم خدا گردش کرتا رہتا ہے نہ رُکے نہ تھکے۔ جیسے فرمایا وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ یعنی اس نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر کیا ہے جو نہ تھکیں نہ ٹھہریں، قیامت تک چلتے پھرتے ہی رہیں گے۔ اندازہ اُس خدا کا ہے جو غالب ہے جس کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا جس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ وہ علیم ہے ہر ہر حرکت و سکون کو جانتا ہے اُس نے اپنی حکمتِ کاملہ سے اُس کی رفتار مقرر کی ہے جس میں نہ اختلاف واقع ہو سکے نہ اس کے خلاف ہو سکے، جیسے فرمایا فَالِقُ الْإِصْبَاحِ الخ صبح کا نکالنے والا جس نے رات کا راحت کا وقت بنایا اور سورج چاند کو حساب سے مقرر کیا۔ یہی اندازہ غالب ذی علم کا۔ حٰم سجدہ کی آیت کو بھی اسی طرح ختم کیا۔ پھر فرماتا ہے چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں وہ ایک جداگانہ چال چلتا ہے جس سے مہینے معلوم ہو جائیں، جیسے سورج کی چال سے رات دن معلوم ہو جاتے تھے۔ جیسے فرمان ہے کہ لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تو جواب دے کہ وقتوں اور حج کے موسم کو بتلانے کے لئے ہے۔ اور آیت میں فرمایا۔ اُس نے سورج کو ضیا اور چاند کو نور دیا ہے اور اس کی منزلیں ٹھہرا دی ہیں تاکہ تم برسوں کو اور حساب کو معلوم کر لو الخ ایک آیت میں ہے۔ ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنا دیا ہے۔ رات کی نشانی کو ہم نے دھندلا

کر دیا ہے اور دن کی نشانی کو روشن کیا ہے تاکہ تم اس میں اپنے رب کی نازل کردہ روزی کو تلاش کر سکو اور برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو۔ ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ پس سورج کی چمک دمک اس کے ساتھ مخصوص ہے اور چاند کی روشنی اسی میں ہے۔ اس کی رفتار بھی مختلف ہے۔ سورج ہر دن طلوع وغروب ہوتا ہے اسی جوت کے ساتھ ہوتا ہے۔ ہاں اس کے طلوع وغروب کی جگہیں جاڑے اور گرمی میں الگ الگ ہوتی ہیں۔ اسی سبب سے دن رات میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ سورج دن کا ستارا ہے اور چاند رات کا ستارہ ہے اس کی منزلیں مقرر ہیں۔ مہینے کی پہلی رات میں طلوع ہوتا ہے، بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ روشنی کم ہوتی ہے۔ دوسری شب روشنی اس سے بڑھ جاتی ہے اور منزل بھی ترقی کر جاتی ہے۔ پھر جوں جوں بلند ہوتا جاتا ہے روشنی بڑھتی جاتی ہے گو اس کی نورانیت سورج سے ملی ہوئی ہوتی ہے آخر چودھویں رات کو چاند کامل ہو جاتا ہے اور اس کی چاندنی بھی کامل ہو جاتی ہے۔ پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور اسی طرح درجہ بدرجہ بتدریج گھٹتا ہوا مثل کھجور کے خوشے کی ٹہنی کے ہو جاتا ہے۔ جس پر تر کھجوریں لٹکتی ہوں اور وہ خشک ہو کر بل کھا گئی ہو۔ پھر اسے نئے سرے سے اللہ تعالیٰ دوسرے مہینے کی ابتدا میں ظاہر کرتا ہے۔ عرب میں چاند کی روشنی کے اعتبار سے مہینے کی راتوں کے نام رکھ لئے گئے ہیں۔ مثلاً پہلی تین راتوں کے نام غرر ہے اس کی بعد کی تین راتوں کا نام نفل ہے اس کے بعد کی تین راتوں کا نام تسع ہے اس لئے کہ ان کی آخری رات نویں ہوتی ہے۔ اس کے بعد کی تین راتوں کا نام عشر ہے۔ اس لئے کہ ان کا شروع دسویں سے ہے۔ اس کے بعد کی تین راتوں کا نام بیض ہے۔ اس لئے کہ ان راتوں میں چاندنی کی روشنی آخر تک رہا کرتی ہے۔ اس کے بعد کی تین راتوں کا نام ان کے ہاں درع ہے۔ یہ لفظ درعاء کی جمع ہے، ان کا یہ نام اس لئے رکھا ہے کہ سولھویں کو چاند ذرا دیر سے طلوع ہوتا ہے۔ تو تھوڑی دیر تک اندھیرا یعنی سیاہی رہتی ہے اور عرب میں اس بکری کو جس کا سر سیاہ ہو "شاۃ درعاء" کہتے ہیں۔ اس کے بعد کی تین راتوں کو ظلم کہتے ہیں۔ پھر تین کو حنادس، پھر تین کو داری پھر تین کو محاق۔ اس لئے کہ اس میں چاند ختم ہو جاتا ہے اور مہینہ بھی ختم ہوتا ہے۔ ابو عبیدہؓ ان میں سے تسع اور عشر کو قبول نہیں کرتے۔ ملاحظہ ہو کتاب، غریب المصنف،، نہ سورج اور چاند کی حدیں اس نے مقرر کی ہیں۔ ناممکن ہے کہ کوئی اپنی حد سے ادھر یا ادھر ہو جائے یا آگے پیچھے ہو جائے۔ اس کی باری کے وقت وہ گم ہے۔ اس کی باری کے وقت یہ خاموش ہے حسنؒ کہتے ہیں یہ چاند رات کو ہے۔ ابن مبارک کا قول ہے ہوا کے پر ہیں اور چاند پانی کے غلاف تلے جگہ کرتا ہے۔ ابو صالح فرماتے ہیں اس کی روشنی اس کی روشنی کو پکڑ نہیں سکتی۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں رات کو سورج طلوع نہیں ہو سکتا، نہ رات دن سے سبقت کر سکتی ہے۔ یعنی رات کے بعد ہی رات نہیں آ سکتی بلکہ درمیان میں دن آ جائے گا۔ پس سورج کی سلطنت دن کو ہے اور چاند کی بادشاہت رات کو ہے۔ رات ادھر سے جاتی ادھر سے دن آتا ہے ایک دوسرے کے تعاقب میں ہیں لیکن نہ تصادم کا ڈر ہے نہ بے نظمی کا خطرہ ہے۔ نہ یہ کہ دن ہی دن چلا جائے، رات نہ آئے، نہ اس کے خلاف۔ ایک خلاف ایک جاتا ہے۔ دوسرا آتا ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے وقت پر غائب وحاضر ہوتا رہتا ہے۔ سب کے سب یعنی سورج، چاند، دن، رات فلک آسمان میں تیر رہے ہیں، اور گھومتے پھرتے ہیں۔ زید بن عاصم کا قول ہے کہ آسمان وزمین کے درمیان فلک میں یہ سب آ جا رہے ہیں۔ لیکن یہ بہت غریب بلکہ منکر قول ہے بعض لوگ کہتے ہیں وہ فلک مثل چرخے کے تکلے کے ہے بعض کہتے ہیں مثل چکی کے پاٹ کے لوہے کے ::

ےہ بات یہ نہ حدیث سے ثابت اور نہ قرآن میں کہیں اس کا ذکر، اگر آپ کسی خارجی اور واقعی تحقیق کی بنا پر یہ جان گئے کہ ہوا کے پر نہیں تو ابن مبارک کے اس قول کو مردود قرار دینے میں مضائقہ کچھ بھی نہیں۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۙ (٩) وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ

اور ایک نشانی ان کے لئے یہ ہے کہ ہم نے اُن کی اُولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا اور بنئے ان کے لئے کشتی ہی جیسی چیزیں

مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ (١٠) وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ (۱۱)

پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں تو اُن کو غرق کردیں پھر نہ تو کوئی انکا فریاد رس ہو اور نہ یہ خلاصی دیے جادیں۔

اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ (١٢)

مگر یہ ہماری ہی مہربانی ہے اور انکو ایک وقت معین تک فائدہ دینا (منظور) ہے

بحری جہاز

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کی ایک اور نشانی بتلا رہا ہے کہ اُس نے سمندر کو مسخر کردیا ہے جس میں کشتیاں برابر آمد و رفت کررہی ہیں۔ سب سے پہلے کشتی حضرت نوح کی تھی جس پر سوار ہوکر وہ خود اور اُن کے ساتھ ایماندار بندے نجات پا گئے تھے۔ باقی روئے زمین پر ایک انسان بھی نہ بچا تھا۔ ہم نے اس زمانے کے لوگوں کے آباؤ اجداد کو کشتی میں بٹھا لیا تھا جو بالکل بھری ہوئی تھی کیونکہ اُس میں ضرورت کا کل اسباب بھی تھا۔ اور ساتھ ہی حیوانات بھی تھے۔ جو خدا کے حکم سے اُس میں بٹھائے گئے تھے۔ ہر قسم کے جانور کا ایک ایک جوڑا تھا۔ بڑا باوقار مضبوط اور بوجھل تھا۔ یہ صفت بھی صحیح طور پر حضرت نوحؑ کی کشتی پر صادق آتی ہے۔ اسی طرح کی خشکی کی سواریاں بھی خدا نے اُن کے لئے پیدا کردی ہیں۔ مثلاً اونٹ جو خشکی میں وہی کام دیتا ہے جو تری میں کشتی کام دیتی ہے۔ اسی طرح دیگر چوپائے جانور بھی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کشتی نوحؑ نمونہ بنی اور پھر اس نمونے پر اور کشتیاں اور جہاز بنتے چلے گئے اس مطلب کی تائید آیت لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً الخ سے بھی ہوتی ہے۔ یعنی جب پانی نے طغیانی کی، ہم نے تمہیں کشتی پر سوار کرلیا تاکہ اُسے تمہارے لئے ایک یادگار بنادیں اور یاد رکھنے والے کان اُسے یاد رکھیں۔ ہمارے اس اعلان کو فراموش نہ کرو کہ سمندر سے ہم نے تمہیں پار کردیا۔ اگر ہم چاہتے تو اُسی میں تمہیں ڈبو دیتے، کشتی کی کشتی بیٹھ جاتی۔ کوئی نہ ہوتا جو اُس وقت تمہاری فریاد رسی کرے نہ کوئی ایسا تمہیں ملتا جو تمہیں بچالے۔ لیکن یہ صرف ہماری رحمت ہے کہ خشکی اور تری کے لمبے چوڑے سفر تم بہ آرام و راحت طے کررہے ہو اور ہم تمہیں اپنے ٹھیرائے ہوئے وقت تک ہر طرح سلامت رکھتے ہیں :۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (۱۳)

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم لوگ اس عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحمت کی جاوے تو

وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ (۱۴)

وہ اصلاً پرواہ نہیں کرتے اور ان کے رب کی آیتوں میں سے کوئی آیت بھی ان کے پاس ایسی نہیں آتی جس سے وہ سرتابی نہ کرتے ہوں

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو یہ کفار ان مسلمانوں سے یوں کہتے ہیں کہ ہم ایسے

اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَاۤءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۱۴)

لوگوں کو کھانے کو دیں جن کو اگر خدا چاہے تو (بہتیرا کچھ) کھانے کو دیدے تم نری صریح غلطی میں (پڑے) ہو

چند ہدایات

کافروں کی سرکشی، بے سمجھی اور عناد وتکبر بیان ہو رہا ہے کہ جب اُن سے گناہوں سے بچنے کو کہا جاتا ہے کہ جو کچھ کر چکے اُن پر نادم ہو اور اُن سے توبہ کر لو۔ اور آئندہ کے لئے ان سے احتیاط کرو۔ اِس کے نتیجے میں اللہ تم پر رحم کرے گا اور تمہیں اپنے عذاب سے بچالے گا۔ تو وہ اس پکار پسند ہونا تو ایک طرف اور مُنہ پھُلا لیتے ہیں۔ قرآن نے اس جملے کو بیان نہیں فرمایا۔ کیونکہ آگے جو آیت ہے وہ اِس پر صاف طور سے دلالت کرتی ہے۔ اس میں ہے کہ یہی ایک بات کیا؟ اُن کی تو عادت ہو گئی ہے کہ خدا کی ہر بات سے مُنہ پھیر لیں نہ اُس کی توحید کو مانتے ہیں اور نہ رسولوں کو سچا جانتے ہیں۔ نہ اُن میں غور وخوض کی عادت، نہ اُن میں قبولیت کا مادہ نہ نفع کو حاصل کرنے کا ملکہ۔ اُن کو جب کبھی راہِ خدا میں خیرات کرنے کو کہا جاتا ہے کہ خدا نے جو تمہیں دیا ہے اُس میں فقراء مساکین اور محتاجوں کا حصّہ بھی ہے۔ تو یہ جواب دیتے ہیں کہ اگر خدا کی منشا ہوتی تو ان غریبوں کو خود ہی دیتا۔ جب خدا ہی کا ارادہ انہیں دینے کا نہیں تو ہم خدا کے ارادے کے خلاف کیوں کریں؟ تم جو ہمیں خیرات کی نصیحت کر رہے ہو اُس میں بالکل غلطی پر ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ پچھلا جملہ کفار کی تردید میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کفار سے فرما رہا ہے کہ تم کھُلی گمراہی میں ہو۔ لیکن اس سے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی کفار کے جواب کا حصّہ ہے۔ واللہ اعلم

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۴۸﴾ مَا يَنظُرُونَ

اور یہ لوگ (بطور انکار) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو یہ لوگ بس ایک آواز

إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿۴۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ

سخت کے منتظر ہیں جو ان کو آپکڑے گی اور وہ سب باہم لڑ جھگڑ رہے ہوں گے۔ سو نہ تو انہیں وصیت کرنے کی فرصت

تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿۵۰﴾ ع ۱۸ ۳ ۲

ہوگی اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جا سکیں گے

ایک خوفناک چیخ

کافر چونکہ قیامت کے قائل نہ تھے اس لئے وہ نبیوں سے اور مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ "پھر قیامت کو لاتے کیوں نہیں؟" اچھا یہ تو بتلاؤ کہ کب آئے گی؟ اللہ تعالیٰ انھیں جواب دیتا ہے کہ اس کے آنے کے لئے ہمیں کچھ سامان نہیں کرنے پڑیں گے صرف ایک مرتبہ صُور پھونک دیا جائے گا۔ دنیا کے لوگ روز مرّہ کی طرح اپنے اپنے کام کاج میں مشغول ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیلؑ کو صُور پھونکنے کا حکم دے گا وہیں لوگ اِدھر اُدھر گرنے پڑنے شروع ہو جائیں گے۔ اُس آسمانی تیز وتُند آواز سے سب کے سب محشر میں خدا کے سامنے جمع کر دئے جائیں گے اُس چیخ بعد کسی کو اِتنی بھی تو مُہلت نہیں ملنے کی کہ کسی سے کچھ کہہ سُن سکے، کوئی وصیّت اور نصیحت کر سکے اور نہ پھر اُنھیں اپنے گھر والوں کی طرف واپس جانے کی طاقت رہے گی۔ اِس آیت کے متعلق بہت سے آثار اور حدیثیں موجود ہیں جن کو ہم دوسری جگہ ذکر کر چکے ہیں۔ اِس سے پہلے نفخے کے بعد دوسرا نفخہ ہو گا جس سے سب کے سب مر جائیں گے۔ کُل جہان فنا ہو جائے گا۔ بجز
بجز خدا تعالیٰ کے جس کو فنا نہیں۔

اِس کے بعد پھر دوبارہ
اُٹھنے کا نفخہ ہو گا۔

× × × ×

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ① قَالُوْا

اور (دوبارہ) صور پھونکا جائیگا سو وہ سب یکایک قبروں سے (نکل نکل کر) اپنے رب کی طرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے کہیں گے کہ

يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا سکتہ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ

ہائے ہماری کمبختی ہم کو قبروں سے کس نے اٹھا دیا یہ وہی (قیامت) ہے جس کا ہم سے رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبر

الْمُرْسَلُوْنَ ② إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيْعٌ

سچ کہتے تھے۔ پس وہ ایک زور کی آواز ہوگی جس سے یکایک سب جمع ہو کر

لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ③ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ

ہمارے پاس حاضر کر دیے جاویں گے پھر اس دن کسی شخص پر ذرا ظلم نہ ہوگا اور تم کو بس انہی کاموں کا

إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ④

بدلہ ملیگا جو تم کیا کرتے تھے۔

صُور کی زہرہ گداز آواز

ان آیتوں میں دوسرے نفخے کا ذکر ہو رہا ہے جس سے مُردے جی اُٹھیں گے یَنْسِلُوْنَ کا مصدر نسلان ہے اور اس کے معنی تیز چلنے کے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا الخ جس دن یہ قبروں سے نکل کر اس تیزی سے چلیں گے کہ گویا وہ کسی نشان کی طرف لپکے جا رہے ہیں۔ چونکہ دنیا میں اُنھیں قبروں سے اُٹھنے کا ہمیشہ انکار رہا تھا۔ اس لئے آج یہ حالت دیکھ کر کہیں گے کہ ہائے افسوس ہمارے سونے کی جگہ سے ہمیں کس نے اٹھایا۔ اس سے قبر کے عذاب کا نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ جس ہول و شدت کو جس تکلیف اور مصیبت کو یہ اب دیکھیں گے اُس کی بہ نسبت تو قبر کے عذاب بے حد ہلکے تھے گویا کہ وہ وہاں آرام میں تھے۔ بعض بزرگوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس سے پہلے ذرا سی دیر کے لئے فی الواقع اُنھیں نیند آجائے گی۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں پہلے نفخے اور اس دوسرے نفخے کے درمیان یہ سو جائیں گے۔ اس لئے اب اٹھ کر یوں کہیں گے۔ اس کا جواب ایماندار لوگ دیں گے کہ اسی کا وعدہ خدا کا تھا۔ اور یہی خدا کے سچے رسولؐ فرمایا کرتے تھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ فرشتے یہ جواب دیں گے۔ دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق بھی ہو سکتی ہے کہ مومن بھی کہیں اور فرشتے بھی کہیں۔ واللہ اعلم۔ عبدالرحمٰن بن زیدؒ کہتے ہیں کہ یہ کل قول کافروں کا ہی ہے لیکن صحیح بات وہ ہے جیسے ہم نے پہلے نقل کیا جیسے کہ سورہ صافات میں ہے کہ یہ کہیں گے "ہائے افسوس ہم پر، یہ جزا کا دن ہے یہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے تھے۔" اور آیت میں ہے وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ الخ جس دن قیامت برپا ہوگی۔ گنہگار قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ، وہ صرف ایک ساعت ہی رہے ہیں اسی طرح وہ ہمیشہ حق سے پھیرے رہے۔ اُس وقت با ایمان اور علماء فرمائیں گے تم خدا کے لکھے ہوئے کے مطابق قیامت کے دن تک رہے، یہی قیامت کا دن ہے، لیکن تم محض بے علم ہو۔ تم تو اسے اَن ہونی مانتے تھے حالانکہ وہ ہم پر بالکل سہل ہے ایک آواز کی دیر ہے کہ ساری مخلوق ہمارے سامنے موجود ہو جائے گی۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ ڈانٹ کے ساتھ ہی سب میدان میں جمع ہو جائیں گے۔ اور آیت میں فرمایا۔ امر قیامت تو مثل آنکھ جھپکنے کے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور جیسے فرمایا یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ لا جس دن وہ تمہیں

بلائے گا اور تم اس کی تعریف کرتے ہوئے اُسے جواب دوگے اور یقین کرو گے کہ تم بہت ہی کم مدت رہے۔ الغرض حکم کے ساتھ ہی سب حاضر سامنے موجود۔ اس دن کسی کا کوئی عمل اکارت نہ جائے گا۔ ہر ایک کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا ہی بدلہ دیا جائے گا۔

إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ ﴿٥٥﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ

اہل جنت بیشک اس دن اپنے مشغلوں میں خوش دل ہوں گے وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں

عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ ﴿٥٦﴾ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُم مَّا يَدَّعُونَ ﴿٥٧﴾ سَلَامٌ

مسہریوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے ان کے لئے وہاں (ہر طرح کے) میوے ہونگے اور جو کچھ مانگیں گے ان کو ملیگا۔ ان کو پروردگار

قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ ﴿٥٨﴾

مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جاوے گا

ہشاش بشاش

جنتی لوگ میدانِ قیامت سے فارغ ہو کر جنتوں میں بعد اکرام و بہ ہزار تعظیم پہنچائے جائیں گے اور وہاں کی گوناگوں نعمتوں اور راحتوں میں اس طرح مشغول ہوں گے کہ دوسری جانب نہ التفات ہوگا نہ کسی اور طرف کا خیال۔ یہ جہنم سے اور جہنم والوں سے بے فکر ہوں گے۔ اپنی لذتوں اور راحتوں میں اس قدر مسرور ہوں گے کہ اور ہر ایک چیز سے بے خبر ہو جائیں گے نہایت ہشاش بشاش ہوں گے۔ کنواری حوریں انھیں ملی ہوئی ہونگی جن سے وہ لطف اندوز ہو رہے ہوں گے طرح طرح کے راگ اور راگنیاں اور خوش آوازیاں دل فریبی سے اُن کے دلوں کو لُبھا رہی ہوں گی۔ ان کے ساتھ ہی اس لطف و سرور میں اُن کی بیویاں اور اُن کی حوریں بھی شامل ہوں گی۔ جنتی میوے دار درختوں کے ٹھنڈے اور گھنے سایوں میں بہ آرام تختوں پر تکیوں سے لگے بے غمی اور بے فکری کے ساتھ خدا کی مہمان داری سے مزے اُٹھا رہے ہوں گے ہر قسم کے میوے بکثرت اُن کے پاس موجود ہوں گے اور بھی جس چیز کو جی چاہے گا جو خواہش ہوگی پوری کی جائے گی سننِ ابن ماجہ کی کتاب الزہد میں اور ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس جنت میں جانے کا خواہش مند اور اُس کے لئے تیاریاں کرنے والا اور مستعدی ظاہر کرنے والا ہے جس میں کوئی خوف و خطر نہیں ربّ کعبہ کی قسم وہ سراسر نور ہی نور ہے اُس کی تازگیاں بے حد ہیں۔ اس کا سبزہ لہلہا رہا ہے اُس کے بالاخانے مضبوط بلند اور پختہ ہیں اُس کی نہریں لبریز اور رواں ہیں۔ اُس کے پھل ذائقے دار اور پکے ہوئے اور بکثرت ہیں اس میں خوبصورت نوجوان حوریں ہیں اُن کے لباس ریشمی اور بیش قیمت ہیں اُس کی نعمتیں ابدی اور لازوال ہیں وہ سلامتی کا گھر ہے وہ سبز اور تازے پھلوں کا باغ ہے اُس کے محلات بلند و بالا اور مزین ہیں یہ سنکر جتنے صحابہؓ تھے سب نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس کے لئے تیاریاں کرنے اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں آپؐ نے فرمایا انشاء اللہ کہو۔ چنانچہ انہوں نے کہا انشاء اللہ"۔ خدا کی طرف سے اُن پر سلام ہی سلام ہے خود خدا اہل جنت کے لئے سلام ہے جیسے فرمایا تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ اُن کا تحفہ جس روز وہ خدا سے ملیں گے سلام ہوگا۔ رسول اللہ فرماتے ہیں" جنتی اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے کہ اوپر کی جانب سے ایک نور چمکے گا یہ اپنا سر اُٹھائیں گے تو اللہ تعالےٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور رب فرمائے گا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ یہی معنی ہیں اس آیت سَلَامٌ قَوْلًا الخ کے۔ جنتی صاف طور سے خدا کو دیکھیں گے اور خدا اُن کو دیکھے گا کسی نعمت کی طرف وہ اُس وقت

آنکھ بھی نہ اٹھائیں گے یہاں تک کہ جب حالت ہو جائے گی اور نور و برکت اُن کے پاس باقی رہ جائے گا۔ یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے، لیکن سند کمزور ہے۔ ابن ماجہ میں کتاب السنۃ میں یہ روایت موجود ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب دوزخیوں اور جنتیوں سے فارغ ہو گا تو ابر کے سائے میں متوجہ ہو گا فرشتے اس کے ساتھ ہوں گے جنتیوں کو سلام کرے گا اور جنتی جواب دیں گے۔ قرظی فرماتے ہیں یہ اللہ کے فرمان سَلٰمٌ قَوْلًا میں موجود ہے اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا مجھ سے جو چاہو مانگو۔ یہ کہیں گے پروردگار! سب کچھ تو موجود ہے کیا مانگیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں ٹھیک ہے، پھر بھی جو جی میں آئے طلب کرو۔ یہ کہیں گے، بس تیری رضامندی مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ تو میں تمہیں دے چکا اور اسی کی بنا پر تم میرے اس مہمان خانے میں آئے اور میں نے تمہیں اس کا مالک کر دیا۔ جنتی کہیں گے پھر خدایا ہم تجھ سے کیا مانگیں، تو نے ہمیں اتنا دے رکھا ہے کہ اگر تو حکم دے تو ہم میں سے ایک شخص کل انسان اور جنوں کی دعوت کر سکتا ہے اور انہیں پیٹ بھر کر کھلا پلا اور پہنا اوڑھا سکتا ہے بلکہ اُن کی سب ضروریات پوری کر سکتا ہے اور پھر بھی اُس کی ملکیت میں کوئی کمی نہیں آسکتی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ابھی میرے پاس اور کچھ ہے چنانچہ فرشتے اُن کے پاس خدا کی طرف سے نئے نئے تحفے لائیں گے۔ امام ابن جریرؒ اس روایت کو بہت سی سندوں سے لائے ہیں لیکن یہ روایت سب غریب ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ (٩) أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا

اور اے مجرمو آج (اہل ایمان سے) الگ ہو جاؤ　اے اولاد آدم کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کر دی تھی کہ تم شیطان کی

الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ (١٠) وَأَنِ اعْبُدُونِي هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ (١١)

عبادت نہ کرنا یہ تمہارا صریح دشمن ہے اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے

وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ (١٢)

اور وہ شیطان تم میں ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا (ہے) سو کیا تم نہیں سمجھتے تھے۔

اور اے مجرمین فرماتا ہے کہ نیک کاروں سے بدکاروں کو علیحدہ کر دیا جائے گا کافروں سے کہہ دیا جائے گا کہ مومنوں سے دور ہو جاؤ۔ پھر ہم ان میں امتیاز کر دیں گے۔ انہیں الگ الگ کر دیں گے۔ اسی طرح سورۂ یونس میں ہے۔ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُونَ ؕ جس روز قیامت قائم ہو گی۔ اس روز سب کے سب جدا جدا ہو جائیں گے یعنی اُن کے دو گروہ بن جائیں گے۔ سورۂ وَالصّٰٓفّٰت میں فرمان ہے اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ الخ یعنی ظالموں کو اور ان جیسوں کو اور اُن کے جھوٹے معبودوں کو جنہیں وہ خدا کے سوا پوجتے تھے جمع کرو۔ اور انہیں جہنم کا راستہ دکھاؤ۔ جنتیوں پر جس طرح، طرح طرح کی نوازشیں ہو رہی ہوں گی۔ اسی طرح جہنمیوں پر طرح طرح کی سختیاں ہو رہی ہوں گی۔ ان کو بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی نہ ماننا وہ تمہارا دشمن ہے لیکن اس کے باوجود تم نے میری نافرمانی کی اور اُس شیطان کی فرمانبرداری کی خالق مالک رازق میں اور فرمانبرداری کی جائے میرے راندۂ درگاہ کی! میں تو کہہ چکا تھا کہ ایک میری ہی ماننا اور صرف مجھ ہی کو پوجنا اور مجھ تک پہنچنے کا سیدھا اور صحیح راستہ یہی ہے، لیکن تم الٹے چلے یہاں بھی الٹے ہی جاؤ۔ ان نیک بختوں کی اور تمہاری راہ الگ الگ ہے۔ یہ جنتی ہیں۔ تم دوزخی ہو۔ "جِبِلًّا" سے مراد خلق کثیر بہت سی مخلوق ہے۔ لغت میں جُبُل بھی کہا جاتا ہے اور جُبْل بھی کہا جاتا ہے۔ شیطان نے تم میں سے بکثرت لوگوں کو بہکایا اور صحیح راہ سے ہٹا دیا۔ تم میں اتنی بھی عقل نہ تھی کہ تم اس کا فیصلہ کر سکتے؟ کہ رحمان کی مانیں یا شیطان کی؟ خدا کو پوجیں یا مخلوق کو؟ ابن جریر میں ہے قیامت کے دن خدا کے حکم سے جہنم اپنی گردن نکالے گی، جس میں سخت اندھیرا ہو گا۔ اور بالکل ظاہر ہو گی وہ بھی کہے گی کہ اے انسانو

عہ یہ ضیب اللہ اکبر ہونے کی جائے ہے۔

کیا اللہ نے تم سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا؟ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری عبادت کرنا یہ سیدھی راہ ہے۔ اُس نے تم میں سے اکثروں کو گمراہ کر دیا۔ کیا تم سمجھتے نہ تھے؟ اے گنہگارو! آج تم جدا ہو جاؤ۔ اُس وقت نیک و بد الگ الگ ہو جائیں گے ہر ایک گھٹنوں کے بل گر پڑے گا۔ ہر ایک کو اُس کے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ آج وہ ہی بدلے پاؤ گے جو کر کے آئے ہو۔

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْيَوْمَ

یہی وہ دوزخ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا آج اپنے کفر کے بدلے اس میں داخل ہو جاؤ آج ہم ان کے

نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾

منہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَآءُ

اور اگر ہم چاہتے تو (دنیا ہی میں) ان کی آنکھوں کو ملیا میٹ کر دیتے پھر یہ رستہ کی طرف دوڑتے پھرتے سو ان کو کہاں نظر آتا اور اگر ہم چاہتے تو

لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ ع ۴ ۱۷ ۱۳

ان کی صورتیں بدل ڈالتے اس حالت سے کہ جہاں ہیں وہیں رہ جاتے جس سے یہ لوگ نہ آگے چل سکتے اور نہ پیچھے کو لوٹ سکتے

ایک حیرت انگیز معاملہ

جہنم بھڑکتی ہوئی اور شعلے مارتی ہوئی چیختی ہوئی اور چلاتی ہوئی سامنے ہو گی اور کفار سے کہا جائے گا کہ یہی جہنم ہے جس کا ذکر میرے رسول کیا کرتے تھے، جس سے وہ ڈرایا کرتے تھے اور تم تمہیں وہ جھٹلاتے تھے۔ لو اب اپنے اس کفر کا مزہ چکھو، اٹھو اس میں کود پڑو۔ چنانچہ اور آیت میں ہے یَوْمَ یُدَعُّوْنَ الخ جس دن یہ جہنم کی طرف ڈھکیلے جائیں گے اور کہا جائے گا یہی وہ دوزخ ہے جس کا تم انکار کرتے رہے۔ بتلاؤ یہ جادو ہے؟ یا تم اندھے ہو گئے ہو؟ قیامت کے روز جب یہ کفار اور منافقین اپنے گناہوں کا انکار کریں گے اور اس پر قسمیں کھا لیں گے، تو اللہ تعالیٰ اُن کی زبانوں کو بند کر دے گا۔ اور اُن کے بدن کے اعضاء سچی سچی گواہی دینا شروع کر دیں گے۔ حضرت انس فرماتے ہیں ہم حضورؐ کے پاس تھے جو آپ یکایک ہنسے اور اس قدر کہ مسوڑھے کھل گئے۔ پھر ہم سے دریافت کرنے لگے کہ جانتے ہو میں کیوں ہنسا؟ ہم نے کہا، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ فرمایا جو بندہ اپنے رب سے قیامت کے دن جھگڑا کرے گا اس پر وہ کہے گا کہ باری تعالیٰ کیا تو نے مجھے ظلم سے بچایا نہ تھا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہاں۔ تو یہ کہے گا بس پھر میں کسی گواہ کی گواہی اپنے خلاف منظور نہیں کروں گا۔ بس میرا اپنا بدن تو میرا ہے باقی میرے سب دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا یونہی سہی، تو ہی اپنا گواہ سہی اور میرے بزرگ فرشتے گواہ سہی چنانچہ اُسی وقت زبان پر مہر لگا دی جائے گی اور اعضاء بدن سے فرمایا جائے گا۔ بولو! تم خود ہی گواہی دو کہ، تم سے اِس نے کیا کیا کام لئے؟ وہ صاف صاف کھول کھول کر سچ سچ ایک ایک بات بتلا دیں گے پھر اس کی زبان کھول دی جائے گی تو یہ اپنے جسم کے جوڑوں، اعضاء سے کہے گا۔ تمہارا ستیاناس ہو جائے تم ہی میرے دشمن بن بیٹھے میں تمہارے ہی بچاؤ کی کوشش کر رہا تھا، اور تمہارے ہی فائدہ کی خاطر حجت بازی کر رہا تھا (نسائی وغیرہ) نسائی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ تمہیں خدا کے سامنے بلایا جائے گا جب کہ زبان بند ہو گی۔ سب سے پہلے رانوں اور ہتھیلیوں سے سوال ہو گا۔ قیامت کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ پھر تیسرے موقعے پر اُس کو کہا جائے گا کہ تو کیا ہے؟ یہ کہے گا تیرا بندہ ہوں، تجھ پر، تیرے نبی پر، تیری کتاب پر ایمان لایا تھا۔ روزے، نماز، زکوٰۃ وغیرہ کا پابند تھا۔ اور بھی بہت سی اپنی نیکیاں بیان کر جائے گا۔ اُس وقت اُس سے کہا جائے گا۔ اچھا ٹھہر جا، ہم گواہ لاتے ہیں، یہ سوچتا ہی ہو گا کہ کسے گواہی میں پیش کیا جائے گا کہ یکایک اُس کی زبان بند کر دی جائے گی اور اس کی ران سے کہا جائے گا کہ تو گواہی دے۔ اب ران اور ہڈیاں اور گوشت بول

اٹھے گا اور اس منافق کے سارے نفاق کو اور تمام چھپی ہوئی باتوں کو کھول کر رکھ دیگا۔ یہ سب اس لئے ہوگا کہ پھر اُس کی حجت باقی نہ رہے اور اُس کا عذر ٹوٹ جائے چونکہ رب اس پر ناراض تھا۔ اس لئے ایسی سختی سے باز پرس ہوئی۔ (ابوداؤد) ایک دوسری حدیث میں ہے منہ پر مُہر لگنے کے بعد سب سے پہلے انسان کی بائیں ران بولے گی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومن کو بلا کر اُس کے گناہ اس کے سامنے پیش کر کے فرمائے گا، کہو یہ ٹھیک ہے؟ یہ کہے گا ہاں خدایا سب درست ہے بیشک مجھ سے یہ خطائیں سرزد ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا اچھا ہم نے سب بخش دیں۔ لیکن یہ گفتگو اس طرح ہوگی کہ کسی ایک کو بھی اُس کا مطلق علم نہ ہوگا۔ اس کا ایک گناہ بھی مخلوق میں سے کسی پر ظاہر نہ ہوگا اب اُس کی نیکیاں لائی جائیں گی اور انھیں کھول کھول کر ساری مخلوق کے سامنے جتا جتا کر رکھا جائے گا (اے ستار العیوب! اے غفار الذنوب تو ہم گنہگاروں کی پردہ پوشی کر اور ہم مجرموں سے درگزر فرما۔ خدایا اس دن ہمیں رسوا اور ذلیل نہ کر، اپنے دامنِ رحمت میں ہمیں چھپا لے۔ اے ذرہ نواز خدا! اپنی بے پایاں بخشش کی موسلا دھار بارش کا ایک قطرہ ادھر بھی برسادے اور ہمارے تمام گناہوں کو دھو ڈال پروردگار ایک نظرِ رحمت ادھر بھی۔ مالک الملک ہم بھی تیری چشم رحمت کے منتظر ہیں۔ اے غفور رحیم خدا! کیا تیرے در سے بھی کوئی سوالی خالی جھولی لیکر ناامید ہو کر آج تک لوٹا ہے؟ رحم کر رحم کر۔ اے مالک وخالق رحم کر! اپنے انتقام سے بچا، اپنے غصے سے نجات دے اپنی رحمتوں سے نواز دے، اپنے عذاب سے چھٹکارا دے، اپنی جنت میں پہنچا دے، اپنے دیدار سے مشرف فرما۔ آمین آمین آمین) اور کافر و منافق کو بلایا جائے گا اُس کے بُرے اعمال اس کے سامنے رکھے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا، کہو یہ ٹھیک ہے؟ یہ صاف انکار کر جائے گا۔ اور قسمیں کھانے لگے گا کہ، خدایا تیرے ان فرشتوں نے جھوٹی تحریر لکھی ہے، میں نے ہرگز یہ گناہ نہیں کئے۔ فرشتہ کہے گا ارے یہ کیا کہہ رہا ہے؟ کیا فلاں دن فلاں جگہ تو نے فلاں کام نہیں کیا؟ یہ کہے گا خدایا! تیری عزت کی قسم یہ محض جھوٹ ہے میں نے ہرگز نہیں کیا۔ اب اللہ تعالیٰ اُس کی زبان بند کر دے گا۔ غالباً سب سے پہلے اس کی داہنی ران اس کے خلاف شہادت دے گی یہی مضمون اِس آیت میں بیان ہو رہا ہے۔ پھر فرماتا ہے اگر ہم چاہتے تو انھیں گمراہ کر دیتے اور پھر کبھی ہدایت حاصل نہ کر سکتے۔ اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں اندھی کر دیتے تو یہ یونہی بھٹکتے پھرتے۔ اِدھر اُدھر راستے ٹٹولتے۔ حق کو نہ دیکھ سکتے نہ صحیح راستے پر پہنچ سکتے۔ اور اگر ہم چاہتے تو انھیں ان کے مکانوں میں ہی مسخ کر دیتے، ان کی صورتیں بدل دیتے انھیں ہلاک کر دیتے انھیں پتھر بنا دیتے، ان کی ٹانگیں توڑ دیتے۔ پھر نہ وہ چل سکتے، یعنی آگے کو نہ وہ لوٹ سکتے، یعنی پیچھے کو، بلکہ بت کی طرح ایک ہی جگہ بیٹھے رہتے، آگے پیچھے نہ ہو سکتے۔

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۖ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿١﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا

اور ہم جس کی زیادہ عمر کر دیتے ہیں تو اس کو طبعی حالت میں اُلٹا کر دیتے ہیں سو کیا وہ لوگ نہیں سمجھتے اور ہم نے آپکو شاعری کا علم نہیں دیا اور وہ آپ کے

يَنْبَغِي لَهٗ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ

شایاں بھی نہیں یہ تو محض نصیحت کا مضمون اور ایک آسمانی کتاب ہے جو احکام ظاہر کرنیوالی ہے تاکہ ایسے شخص کو ڈرادے جو زندہ ہو اور تاکہ کافروں

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٣﴾

پر عذاب کی حجت ثابت ہو جائے۔

نبوت شاعری نہیں

انسان کی جوانی جوں جوں ڈھلتی جاتی ہے۔ پیری ضعیفی کمزوری اور ناتوانی آتی جاتی ہے۔ جیسے سورۂ روم کی آیت میں ہے، اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ الخ اللہ ہی وہ ہے جس نے تمہیں ناتوانی کی حالت میں پیدا کیا، پھر ناتوانی کے بعد طاقت عطا فرمائی۔ پھر طاقت وقوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا کر دیا وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ خوب جاننے والا پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ اور آیت میں ہے تم میں سے بعض بہت بڑی عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تاکہ علم کے بعد وہ بے علم ہو جائیں،

پس مطلب آیت سے یہ ہے کہ دنیا زوال اور انتقال کی جگہ ہے یہ پائیدار اور قرار گاہ نہیں۔ پھر بھی کیا یہ لوگ عقل نہیں رکھتے کہ اپنے بچپن پر پھر جوانی پر پھر بڑھاپے پر غور کریں، اور اس سے نتیجہ نکال لیں کہ اس دنیا کے بعد آخرت آنے والی ہے اور اس زندگی کے بعد نئی زندگی میں دوبارہ پیدا ہونا ہی پھر فرمایا نہ تو ہم نے اپنے پیغمبرؐ کو شاعری سکھائی، نہ شاعری اس کے شایانِ شان، نہ آپ کے شعر گوئی سے محبت نہ شعر و اشعار کی طرف اس کی طبیعت کا میلان۔ اس کا ثبوت آپ کی زندگی میں ملتا ہے کہ کسی کا شعر پڑھتے تھے تو بھی صحیح طور پر ادا نہیں ہوتا تھا یا پورا یاد نہیں ہوتا تھا۔ حضرت شعبیؒ رہ فرماتے ہیں۔ اولادِ عبد المطلب کا ہر مرد و عورت شعر کہنا جانتا تھا مگر رسول اللہ صلعم اس سے کوسوں دور تھے (ابن عساکر) ایک بار اللہ کے پیغمبرؐ نے یہ بیت پڑھی کَفٰی بِالْاِسْلَامِ وَ الشَّیْبِ لِلْمَرْءِ نَاهِیًا۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا حضورؐ یہ اس طرح نہیں بلکہ یوں ہے کَفَی الشَّیْبُ وَ الْاِسْلَامُ لِلْمَرْءِ نَاهِیًا پھر حضرت ابو بکر رضہ نے ہی یا حضرت عمر رضہ نے فرمایا سچ سچ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ (ابن ابی حاتم) دلائل بیہقی میں ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ عباس بن مرداس سلمی رضہ سے فرمایا تم نے ہی تو یہ شعر کہا ہے اَتَجْعَلُ نَهْبِيْ وَ نَهْبَ الْعُبَيْدِ بَيْنَ الْاَقْرَعِ وَ عُيَيْنَةَ۔ انہوں نے کہا حضورؐ شعر در اصل یوں ہے بَيْنَ عُيَيْنَةَ وَالْاَقْرَعِ آپ نے فرمایا چلو سب برابر ہے مطلب تو فوت نہیں ہوتا۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ۔ سہیلی نے روض الانف میں اس تقدیم و تاخیر کی ایک عجیب توجیہ کی ہے وہ کہتے حضورؐ نے اقرع کو پہلے اور عیینہ کو بعد میں اس لئے ذکر کیا کہ عیینہ خلافتِ صدیقؓ میں مرتد ہو گیا تھا۔ بخلاف اقرع کے کہ وہ ثابت قدم رہے تھے۔ واللہ اعلم۔ مغازی اموی میں ہے کہ بدر کے مقتول کافروں کے درمیان گشت لگاتے ہوئے حضورؐ کی زبان مبارک سے نکلا نُفَلِّقُ هَامًا آگے کچھ نہ فرمایا کہ اس پر جناب ابو بکر صدیق رضہ نے پورا شعر پڑھ دیا ؎

مِنْ رِجَالٍ اَعِزَّةٍ ✣ عَلَيْنَا وَهُمْ كَانُوْا اَعَقَّ وَ اَظْلَمَا

یہ کسی عرب شاعر کا شعر ہے جو حماسہ میں موجود ہے۔ مسند احمد میں ہے کبھی کبھی رسول خدا صلعم طرفہ کا یہ بیت پڑھتے تھے وَيَاْتِيْكَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ اس کا پہلا مصرعہ یہ ہے۔ سَتُبْدِيْ لَكَ الْاَيَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلًا یعنی زمانہ تجھ پر وہ امور ظاہر کر دے گا جن سے تو بے خبر ہے اور تیرے پاس ایسا شخص خبریں لائے گا جسے تو نے توشہ نہیں دیا۔ حضرت عائشہ رضہ سے سوال ہوا کہ، کیا حضورؐ شعر پڑھتے تھے۔ آپ نے جواب دیا کہ سب سے زیادہ بغض آپ کو شعروں سے تھا۔ ہاں کبھی کبھی بنو قیس کے کوئی شعر پڑھتے، لیکن اس میں بھی غلطی کرتے تقدیم تاخیر کر دیا کرتے، حضرت ابو بکر رضہ فرماتے حضورؐ یوں نہیں بلکہ یوں ہے۔ تو آپ فرماتے نہ میں شاعر ہوں نہ شعر گوئی میرے شایانِ شان (ابن ابی حاتم) دوسری روایت میں شعر اور آگے پیچھے کا ذکر بھی ہے۔ یعنی وَيَاْتِيْكَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ کو آپ نے مَنْ لَّمْ تُزَوِّدْ بِالْاَخْبَارِ پڑھا تھا اور بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ پورا شعر آپ نے کبھی نہیں پڑھا، زیادہ سے زیادہ ایک مصرعہ پڑھ لیتے تھے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے خندق کھودتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضہ کے اشعار پڑھے۔ سو یاد رہے کہ آپ کا یہ پڑھنا صحابہؓ کے ساتھ تھا۔ وہ اشعار یہ ہیں ؎

لَاهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا ✣ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا ✣ وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا

اِنَّ الْاُولٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا ✣ اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

حضورؐ لفظ اَبَيْنَا کو کھینچ کر پڑھتے اور ساتھ ہی بلند آواز سے پڑھتے۔ ترجمہ ان اشعار کا یہ ہے کوئی غم نہیں اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے نہ صدقے دیتے اور نہ نمازیں پڑھتے۔ اب تو ہم پر سکون نازل فرما۔ اور جب دشمنوں سے لڑائی چھڑ جائے تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔ یہی لوگ ہم پر سرکشی کرتے ہیں۔ ہاں یہ جب کبھی فتنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں اسی طرح ثابت ہے کہ حنین والے دن آپ نے اپنے خچر کو دشمنوں کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا ؎

ع گویا کہ وہی بات جو کسی صاحب حال نے کہی ہے ؎ گفتہ او گفتہ اللہ بود ✣ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود ✣

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ❊ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

اس کے بارے میں یہ یاد رہے کہ اتفاقیہ ایک کلام آپ کی زبان سے نکل گیا جو وزن شعر پر پورا اترا۔ نہ کہ قصداً آپ نے شعر کہا ہو حضرت جندب بن عبد اللہ رضہ فرماتے ہیں۔ ہم حضور کے ساتھ ایک غار میں تھے کہ آپ کی انگلی زخمی ہو گئی تھی۔ تو آپ نے فرمایا ؎

هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيتِ ❊ وَفِي سَبِيلِ اللهِ مَا لَقِيتِ

یعنی تو ایک انگلی ہی تو ہے اور تو راہ خدا میں خون آلود ہوئی ہے، یہ بھی اتفاقیہ ہے قصداً نہیں۔ اسی طرح ایک حدیث إِلَّا اللَّمَمَ کی تفسیر میں آئے گی کہ آپنے فرمایا ؎

إِنْ تَغْفِرِ اللّٰهُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا ❊ وَأَيُّ عَبْدٍ لَكَ مَا أَلَمَّا

یعنی خدایا تو جب بخشے تو ہمارے تمام گناہ بخش دے، ورنہ یوں تو تیرا کوئی بندہ نہیں جو چھوٹی چھوٹی لغزشوں سے بھی پاک ہو۔ پس یہ سب کے سب اس آیت کے منافی نہیں کیونکہ خدا کی تعلیم آپ کو شعر گوئی کی نہ تھی بلکہ رب العالمین نے تو آپ کو قرآن عظیم کی تعلیم آپ کو شعر گوئی کی نہ تھی۔ بلکہ رب العالمین نے تو آپ کو قرآن عظیم کی تعلیم کی تھی جس کے پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا قرآن حکیم کی یہ پاک نظم شاعری کی منزلوں دور تھی۔ اسی طرح کہانت سے اور گھڑ لینے سے اور جادو کے کلمات سے جیسے کہ کفار کے مختلف گروہ مختلف بولیاں بولتے تھے۔ آپ کی تو طبیعت ان صناعتوں سے معصوم تھی، صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابو داؤد میں ہے حضرت نے فرمایا۔ میرے نزدیک یہ تینوں باتیں برابر ہیں تریاق کا پینا، گنڈے کا لٹکانا، اور شعر بنانا۔ صدیقہ رضہ فرماتی ہیں۔ شعر گوئی سے آپ کو طبعی نفرت تھی۔ دعاؤں میں آپ کو جامع کلمات پسند آتے تھے اور اس کے سوا چھوڑ دیتے تھے (احمد) ابو داؤد میں ہے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جانا اس کے لئے شعروں سے بھر لینے سے بہت ہے (ابو داؤد) مسند احمد کی ایک حدیث غریب میں ہے " جس نے عشا کی نماز کے بعد کسی شعر کا ایک مصرعہ بھی باندھا تو اس کی اس رات کی نماز نامقبول ہے۔" یہ یاد رہے کہ شعر گوئی کی قسمیں ہیں، مشرکوں کی ہجو میں شعر کہنے مشروع ہیں۔ حسان بن ثابت رضہ حضرت کعب بن مالک رضہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضہ وغیرہ جیسے اکابرین صحابہ رضہ نے کفار کی ہجو میں اشعار کہے ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔ بعض اشعار نصیحت، ادب اور حکمت کے لئے ہوتے ہیں، جیسے کہ جاہلیت کے زمانے کے شعرا کے کلام میں ایسے اشعار پائے جاتے ہیں چنانچہ امیہ بن صلت کے اشعار کی بابت فرمان رسول ہے کہ اس کے اشعار تو ایمان لائے ہیں لیکن اس کا دل کافر ہی رہا۔ ایک صحابی رضہ نے آپ کو امیہ کے ایک سو بیت سنائے ہر بیت کے بعد آپ فرماتے تھے اور کہو۔ ابو داؤد میں حضور کا ارشاد ہے کہ بعض بیان مثل جادو کے ہے اور بعض شعر سراسر حکمت والے ہیں پس فرمان ہے کہ جو کچھ ہم نے انہیں سکھایا ہے وہ سراسر ذکر و نصیحت اور واضح صاف اور روشن قرآن ہے۔ جو شخص ذرا سا بھی غور کرے اس پر یہ کھل جاتا ہے۔ تاکہ روئے زمین پر جتنے لوگ موجود ہیں یہ ان سب کو آگاہ کر دے اور ڈرا دے جیسے فرمایا لِأُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ تاکہ میں تمہیں اس کے ساتھ ڈرا دوں اور جسے بھی یہ پہنچ جائے۔ اور آیت میں ہے وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ یعنی جماعتوں میں سے جو بھی اسے نہ مانے وہ سزاوار دوزخ ہے ہاں اس قرآن سے اور نبی کے فرمان سے اثر وہی لیتا ہے جو زندہ دل اور صاف باطن ہو، عقل و بصیرت رکھتا ہو اور قول عذاب تو کافروں پر ثابت ہی ہے۔ پس قرآن مومنوں کے لئے رحمت اور کافروں پر اتمام حجت ہے ❊

؎ اور افسوس آج کی مشاعرہ بازیوں پر کہ ہزارہا بے ہودگیوں کیساتھ رات گئے تک شعر و شاعری کے چرچے حسن و عشق کی داستان، مے نوشی کے قصے، اور مسجد محو خواب، نہ نماز، نہ روزہ، اور اسپر، ملت کی غمخواری کے دعوے ❊

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ④ وَ

کیا ان لوگوں نے اس امر پر نظر نہیں کی کہ ہم نے انکے (نفع کے) لئے اپنے ہاتھ کی ساختہ چیزوں میں سے مواشی پیدا کئے پھر یہ لوگ انکے مالک بن رہے ہیں اور

ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ⑤ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ

ہم نے ان مواشی کو انکا تابع بنا دیا سو ان میں بعضی تو انکی سواریاں ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیں۔ اور ان میں ان لوگوں کے اور بھی نفعے ہیں اور پینے کی چیزیں بھی

اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ⑥

ہیں (یعنی دودھ) سو کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے۔

یہ نشانیاں اللہ تعالےٰ اپنے انعام واحسان کا ذکر فرماتا ہے کہ اُس نے خود ہی یہ چوپائے پیدا کئے اور انسان کی ملکیت میں دیدیے، ایک چھوٹا سا بچہ بھی اونٹ کی نکیل تھام لے۔ اونٹ جیسا قوی اور بڑا جانور اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ سو اونٹوں کی ایک قطار ہو، ایک بچے کے ہانکنے سے سیدھی چلتی رہتی ہے۔ اس ماتحتی کے علاوہ بعض پر لمبے لمبے مشقّت والے سفر بآسانی جاری جلدی طے ہوتے ہیں۔ خود سوار ہوتے ہیں، اسباب لادتے ہیں۔ بوجھ ڈھونے کے کام آتے ہیں۔ اور بعض کے گوشت کھائے جاتے ہیں پھر صوف، اُون، بالوں اور کھالوں وغیرہ سے فائدہ اُٹھاتے ہیں دُودھ پیتے ہیں اور بھی طرح طرح کے فوائد حاصل کئے جاتے ہیں۔ کیا پھر ان کو نہ چاہیئے کہ ان نعمتوں کے مُنعِم، ان احسانوں کے محسن، اِن چیزوں کے خالق، اُن کے حقیقی مالک کا شکر بجالائیں؟ صرف اسی کی عبادت کریں، اُس کو ایک مانیں اور اُس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کریں؛

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ⑦ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ

اور انہوں نے خدا کے سوا اور معبود قرار دے رکھے ہیں اس امید پر کہ ان کو مدد ملے۔ (لیکن) وہ انکی کچھ مدد کر ہی نہیں سکتے اور وہ ان لوگوں کے

وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ⑧ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ

حق میں ایک فریق (مخالف) ہو جاویں گے جو حاضر کئے جاویں گے۔ تو ان لوگوں کی باتیں آپ کے لئے آزردگی کا باعث نہ ہونا چاہیے بیشک ہم سب جانتے

وَمَا يُعْلِنُوْنَ ⑨

ہیں جو کچھ یہ دل میں رکھتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔

پھر یہ شرک مشرکین کے اس باطل عقیدے کی تردید ہو رہی ہے جو وہ سمجھتے تھے کہ جن جن کی سوائے خدا تعالےٰ کے یہ عبادت کرتے ہیں۔ وہ ان کی امداد و نصرت کریں گے۔ اُن کی روزیوں میں برکت دیں گے اور خدا سے تقرّب حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اُن کی مدد کرنے سے عاجز ہیں۔ اُن کی مدد تو کجا، وہ تو خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ بلکہ یہ بُت تو اپنے دشمن کے نقصان سے بھی خود کو نہیں بچا سکتے۔ کوئی آئے اور توڑ مروڑ کر بھی چلا جائے، تو یہ اُس کا کچھ نہیں کر سکتے، بلکہ بول چال پر بھی قادر نہیں کچھ بوجھ نہیں، یہ بُت قیامت کے دن جمع شدہ حساب کے وقت اپنے عابدوں کے سامنے لاچاری اور بیکسی کے ساتھ موجود ہوں گے تاکہ مشرکین کی پوری ذلت و خواری ہو اور ان پر حجت تمام ہو۔ حضرت قتادہ رضہ فرماتے ہیں کہ، مطلب یہ ہے کہ بُت تو اُن کی کسی طرح کی امداد نہیں کر سکتے لیکن پھر بھی یہ بے سمجھ مشرکین اُن کے سامنے اِس طرح موجود رہتے ہیں، جیسے کوئی حاضر باش لشکر ہو، وہ نہ انہیں کوئی نفع پہنچا سکیں، نہ کسی نقصان کو دفع کر سکیں، لیکن یہ ہیں کہ اُن کے نام پر مرے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کے خلاف آواز سننا نہیں چاہتے اور رفقتے

سے بے قابو ہو جاتے ہیں اے نبی ان کفار کی باتوں سے آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ ہم پر اُن کا ظاہر اور باطن روشن ہے۔ وقت آرہا ہے کہ گن گن کر ہم اُنھیں بدلے دیں۔

اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ

کیا آدمی کو یہ معلوم نہیں کہ ہم نے اس کو نطفے سے پیدا کیا سو وہ علانیہ اعتراض کرنے لگا۔ اور اس نے ہماری

لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ یُحْیِیْهَا

شان میں ایک عجیب مضمون بیان کیا اور اپنی اصل کو بھول گیا کہتا ہے کہ ہڈیوں کو (خصوصاً) جبکہ وہ بوسیدہ ہو گئی ہوں کون زندہ کرتا ہے؟ آپ جواب دیجئے کہ ان کو وہ

الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُۙ ﴿۷۹﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ

زندہ کرے گا جس نے اول بار میں ان کو پیدا کیا ہے اور وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے اور ایسا قادر ہے کہ (بعض) ہرے درخت

الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾

سے تمہارے لئے آگ پیدا کر دیتا ہے پھر تم اس سے اور آگ سلگا لیتے ہو۔

زودِ فراموشی

اُبی بن خلف ملعون ایک مرتبہ اپنے ہاتھ میں ایک بوسیدہ کھوکھلی سڑی گلی ہڈی لے کر آیا اور اُس کو اپنی چٹکی میں ملتے ہوئے جب کہ اُس کے ریزے ہوا میں اُڑ رہے تھے حضور سے کہنے لگا، آپ کہتے ہیں کہ ان ہڈیوں کو خدا زندہ کرے گا؟" آپ نے فرمایا ہاں خدا تجھے ہلاک کر دے گا۔ پھر زندہ کر دے گا پھر تیرا حشر جہنم کی طرف ہوگا اس موقعہ پر اس سورت کی آخری آیتیں نازل ہوئیں۔ اور روایت میں ہے کہ یہ اعتراض کرنے والا عاص بن وائل تھا اور اس آیت سے لیکر ختم سورت تک کی آیتیں نازل ہوئیں، اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ عبداللہ بن اُبی سے ہوا تھا لیکن یہ غور طلب ہے۔ اس لئے کہ یہ سورت مکی ہے اور عبداللہ بن اُبی تو مدینہ میں تھا۔ بہر صورت خواہ اُبی کے سوال پر یہ آیتیں اُتری ہوں یا عاص کے سوال پر یہ عام لفظ انسان پر جو الف ولام ہے وہ جنس کا ہے۔ جو شخص بھی دوسری زندگی کا منکر ہو اُسے جواب ہے مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو چاہیے کہ اپنی شروع پیدائش پر غور کریں۔ جس نے ایک حقیر و ذلیل قطرے سے انسان کو پیدا کر دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ کچھ نہ تھا اُس کی قدرت پر اعتراض کے کیا معنی؟ اس مضمون کو بہت سی آیتوں میں بیان فرمایا ہے جیسے اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ط۔ اور جیسے اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ وغیرہ۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے اپنی ہتھیلی پر تھوکا، پھر اس پر انگلی رکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! کیا تو مجھے بھی عاجز کر سکتا ہے؟ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا پھر جب ٹھیک ٹھاک درست اور چست کر دیا اور تو ذرا کس بل والا ہو گیا تو تو نے مال جمع کرنا اور مسکینوں سے روک رکھنا شروع کر دیا۔ ہاں جب دم نرخرے میں آ گیا تو کہنے لگا اب میں اپنا تمام مال راہ خدا میں صدقہ کرتا ہوں۔ بھلا اب صدقے کا وقت کہاں؟ الغرض نطفے سے پیدا کیا ہوا انسان حجت بازیاں کرنے لگا۔ اور اپنا دوبارہ جی اُٹھنا محال جاننے لگا۔ اُس خدا کی قدرت سے نظریں ہٹالیں، جس نے آسمان و زمین کو اور تمام مخلوق کو پیدا کر دیا۔ یہ اگر غور کرتا تو علاوہ اس عظیم الشان مخلوق کی پیدائش کے خود اپنی پیدائش کو بھی دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت کا ایک نشانِ عظیم پاتا۔ لیکن اُس نے تو عقل کی آنکھوں پر پتھر رکھ لیا اس کے جواب میں کہہ دو کہ اول مرتبہ ان ہڈیوں کو جو اب گلی سڑی ہیں، جس نے پیدا کیا ہے وہی دوبارہ اُنھیں پیدا کرے گا۔ جہاں جہاں بھی یہ ہڈیاں ہوں وہ خوب جانتا ہے مسند کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حذیفہؓ سے عقبہ بن عمرو نے کہا کہ آپ ہمیں رسول خدا صلعم سے سنی ہوئی کوئی حدیث سنائیے تو آپ نے فرمایا کہ، حضورؐ نے فرمایا کہ

کہ ایک شخص پر جب موت کی حالت طاری ہوئی تو اس نے اپنے وارثوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو بہت ساری لکڑیاں جمع کر کے میری لاش کو جلا کر خاک کر دینا۔ پھر اسے سمندر میں بہا دینا۔ چنانچہ انہوں نے یہی کیا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی راکھ جمع کر کے جب اسے دوبارہ زندہ کیا تو اس سے پوچھا۔ کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ صرف تیرے ڈر سے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کو بخشدیا حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے راہ چلتے چلتے یہ حدیث بیان فرمائی جسے میں نے خود آپؐ کی زبان مبارک سے اپنے کانوں سے سنا۔ یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی بہت سے الفاظ سے روایت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا تھا میری راکھ ہوا کے رخ اڑا دینا کچھ تو ہوا میں کچھ دریا میں بہا دینا۔ سمندر نے بحکم خدا جو راکھ اس میں تھی اس کو جمع کر دیا، اور اسی طرح ہوا نے بھی۔ پھر خدا کے فرمان سے وہ کھڑا کر دیا گیا الخ پھر اپنی قدرت کے مشاہدہ کے لئے اور اس بات کی دلیل قائم کرنے کے لئے کہ خدا ہر شئے پر قادر ہے وہ مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے ہیئت کو وہ منقلب کر سکتا ہے فرمایا کہ تم غور کرو کہ پانی سے میں نے درخت اگائے جو سرسبز و شاداب ہرے بھرے پھل والے ہوئے۔ پھر وہ سوکھ گئے۔ اور ان لکڑیوں سے میں نے آگ نکالی۔ کہاں وہ تری اور ٹھنڈک، کہاں یہ خشکی اور گرمی؟ پس مجھے کوئی چیز کرنی دشوار نہیں تر کو خشک کرنا، خشک کو تر کرنا، زندہ کو مردہ کرنا اور مردے کو جلا دینا سب میری قدرت میں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے مرخ اور عفار کے درخت ہیں جو حجاز میں ہوتے ہیں۔ ان کی سبز ٹہنیوں کو آپس میں رگڑنے سے چقماق کی طرح آگ نکلتی ہے چنانچہ عرب میں ایک مثل مشہور ہے کہ لِکُلِّ شَجَرٍ نَارٌ ، وَاسْتَمْجَدَ الْمَرْخُ وَالْعَفَارُ - اور حکماء کا قول ہے کہ سوائے انگور کے درخت کے ہر درخت میں آگ ہے۔

اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ

اور جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے ہیں کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے آدمیوں کو (دوبارہ) پیدا کر دے

بَلٰی ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۸۲﴾

ضرور وہ قادر ہے اور وہ بڑا پیدا کرنے والا خوب جاننے والا۔ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اسکا معمول تو یہ ہے کہ اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا بس وہ ہو جاتی ہے

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع ۵ ۱۲ ۴

تو اس کی پاک ذات ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے

ایک سوال

اللہ تعالےٰ اپنی قدرت بیان فرما رہا ہے کہ اسی نے آسمانوں کو اور ان کی سب چیزوں کو پیدا کیا۔ زمین کو اور اس کے اندر کی سب چیزوں کو بھی اسی نے بنایا۔ پھر اتنی بڑی قدرتوں والا، انسانوں جیسی چھوٹی مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز آجائے یہ تو عقل کے بھی خلاف ہے۔ جیسے۔ فرمایا لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ یعنی انسانوں کی پیدائش سے آسمانوں زمین کی پیدائش بہت بڑی اور اہم ہے۔ یہاں بھی فرمایا کہ وہ خدا جس نے آسمان و زمین کو پیدا کر دیا وہ کیا انسانوں جیسی کمزور مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز آجائے گا؟ اور جب وہ قادر ہے تو یقیناً انھیں مار نے ڈالنے کے بعد پھر وہ انھیں جِلا دے گا جس نے ابتداءً پیدا کیا ہے اس پر اعادہ بہت آسان ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ الخ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس خدا نے زمین و آسمان کو بنا دیا اور ان کی پیدائش سے عاجز نہ آیا نہ تھکا، تو کیا وہ مردوں کے زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بے شک قادر ہے بلکہ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے، وہی پیدا کرنے والا اور بنانے والا، ایجاد کرنے والا اور خالق ہے۔ ساتھ ہی دانا بینا اور رتی رتی سے واقف ہے۔ وہ تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کا حرف حکم کافی ہوتا ہے۔ مسند کی حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے " اے میرے بندو! تم سب گنہگار ہو مگر جسے میں معاف کر دوں تم مجھ سے معافی طلب کرو، میرا وعدہ ہے کہ معاف کر دوں گا تم سب فقیر ہو مگر جسے میں

غنی کردوں، میں جواد ہوں میں ماجد ہوں میں واجد ہوں، جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ میرا انعام بھی ایک کلام ہے اور میرا عذاب بھی ایک کلام ہے۔ میں جس چیز کو کرنا چاہتا ہوں کہتا ہوں کہ "ہو جا"، "وہ ہو جاتی ہے" ہر برائی سے اسی حی و قیوم کی ذات پاک ہے۔ جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں ہیں۔ وہ سب کا خالق ہے وہی اصلی حاکم ہے، اسی کی طرف قیامت کے دن سب لوٹائے جائیں گے اور وہی عادل منعم خدا انھیں سزا و جزا دے گا۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے، وہ خدا جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی ملکیت ہے۔ اور آیت میں ہے۔ کون ہے؟ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے؟ اور فرمان ہے تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ پس ملک و ملکوت دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ جیسے رحمت و رحموت اور رہبت و رہبوت اور جبر و جبروت۔ بعضوں نے کہا ہے کہ ملک سے مراد جسموں کا عالم اور ملکوت سے مراد روحوں کا عالم ہے، لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے اور یہی قول جمہور مفسرین کا ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رض فرماتے ہیں کہ، ایک رات میں تہجد کی نماز میں اللہ کے رسول ﷺ کی اقتدا میں کھڑا ہو گیا۔ آپ نے سات لمبی سورتیں (یعنی پونے دس پارے) سات رکعتوں میں پڑھیں سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہہ کر رکوع سے سر اٹھا کر آپ یہ پڑھتے تھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ذِی الْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِیَآءِ وَالْعَظَمَةِ پھر آپ کا رکوع، قیام کے مناسب ہی لمبا تھا اور سجدہ بھی مثل رکوع کے تھا۔ میری تو یہ حالت ہو گئی تھی کہ پیر ٹوٹنے سے لگے (ابو داؤد وغیرہ) ایسی ہی حضرت حذیفہ رض سے روایت ہے کہ حضور کو آپ نے رات کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے یہ دعا پڑھ کر پھر قرأت شروع کی اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ذِی الْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِیَآءِ وَالْعَظَمَةِ پھر پوری سورۂ بقرہ پڑھ کر رکوع کیا اور رکوع میں بھی قریب قریب اتنی ہی دیر ٹھہرے رہے اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پڑھتے رہے پھر اپنا سر رکوع سے اٹھایا اور تقریباً اتنی ہی دیر کھڑے رہے اور لِرَبِّیَ الْحَمْدُ پڑھتے رہے پھر سجدہ میں گئے وہ بھی تقریباً قیام کے برابر تھا اور سجدہ میں حضور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰى پڑھتے رہے۔ پھر سجدے سے سر اٹھایا۔ آپ کی عادت مبارک تھی کہ دونوں سجدوں کے درمیان بھی اتنی دیر بیٹھے رہتے تھے جتنی دیر سجدوں میں لگاتے تھے اور رَبِّ اغْفِرْ لِیْ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ پڑھتے رہتے چار رکعتیں آپ نے ادا کیں۔ سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ کی تلاوت کی حضرت شعبہ رح کو شک ہے کہ سورۂ مائدہ کہا، یا سورۂ انعام؟ نسائی وغیرہ میں ہے حضرت عوف بن مالک اشجعی رض سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے حضرت کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی، آپ نے سورۂ بقرہ کی تلاوت فرمائی، ہر اس آیت پر جس میں رحمت کا ذکر ہوتا، آپ ٹھہرتے اور اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرتے اور ہر اس آیت پر جس میں عذاب کا ذکر ہوتا آپ ٹھہرتے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے پھر آپ نے رکوع کیا وہ بھی قیام سے کچھ کم نہ تھا۔ اور رکوع میں یہ فرماتے تھے۔ سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِیَآءِ وَالْعَظَمَةِ پھر آپ نے سجدہ کیا، وہ بھی قیام کے قریب قریب تھا اور سجدہ میں بھی یہی پڑھتے رہے۔ پھر دوسری رکعت میں سورۂ آل عمران پڑھی۔ پھر اسی طرح ایک ایک سورت ایک ایک رکعت میں پڑھتے رہے۔ الحمد للہ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور لطف و رحم سے سورۂ یٰسٓ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ والصّافّات مکیّہ

نسائی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں مختصر نماز پڑھنے کا حکم فرماتے تھے اور آپ ہمیں سورۂ "والصّافّات" سے نماز پڑھاتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ① فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ② فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ③ اِنَّ اِلٰهَكُمْ

قسم ہے ان فرشتوں کی جو صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں پھر ان فرشتوں کی جو بندش کرنیوالے ہیں پھر ان فرشتوں کی جو ذکر کی تلاوت کرنیوالے ہیں کہ تمہارا معبود برحق ایک

لَوَاحِدٌ ④ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ⑤

ہے۔ وہ پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اور پروردگار ہے طلوع کرنے کے مواقع کا

رب المشرق والمغرب

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں ان تین قسموں سے مراد فرشتے ہیں اور بھی اکثر حضرات کا یہی قول ہے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں، فرشتوں کی صفیں آسمانوں پر ہیں۔ مسلم میں ہے، حضور فرماتے ہیں ہمیں سب لوگوں پر تین باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں جیسی کی گئی ہیں، ہمارے لئے ساری زمین مسجد بنا دی گئی ہے۔ اور پانی کے نہ ملنے کے وقت زمین کی مٹی ہمارے لئے وضو کے قائم مقام کی گئی ہے۔ مسلم وغیرہ میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے ہم سے فرمایا۔ تم اس طرح صفیں نہیں باندھتے، جس طرح فرشتے اپنے رب کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں؟ ہم نے عرض کیا وہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا، اگلی صفوں کو پورا کرتے جاتے ہیں اور صفیں بالکل ملایا کرتے ہیں ÷ ڈانٹنے والوں سے مراد سدیؒ وغیرہ کے نزدیک ابر اور بادل کو ڈانٹ کر احکام دیکر ادھر سے اُدھر لے جانے والے فرشتے ہیں۔ ربیع بن انس وغیرہ فرماتے ہیں، قرآن جس چیز سے روکتا ہے وہ اسی سے بندش کرتے ہیں ÷ ذکر اللہ کی تلاوت کرنے والے فرشتے وہ ہیں جو خدا کا پیغام بندوں کے پاس لاتے ہیں، جیسے فرمان ہے۔ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ○ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ○ یعنی وحی اُتارنے والے فرشتوں کی قسم جو عذر کو ٹالنے یا آگاہ کرنے کے لئے ہوتی ہے ÷ ان قسموں کے بعد جس چیز پر یہ قسمیں کھائی گئی تھیں۔ اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ تم سب کا معبود برحق ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے ÷ وہی آسمان و زمین کا اور اُن کے درمیان کی تمام چیزوں کا مالک و متصرف ہے۔ اسی نے آسمان پر ستارے اور چاند سورج کو مسخر کر رکھا ہے۔ جو مشرق

ـــــــــــــــــــــــــــــ

عہ یعنی وحی آنے سے پہلے یہ عذر کر سکتے تھے کہ خدایا ہمکو ہدایت ہی نہیں پہونچی اگر پہونچتی تو ہم یقیناً اس کی اتباع کرتے اور اس کو قبول کرتے پس جب اس طرح کی وحی آگئی تو بدعملی کے لئے لوگوں کے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہے گا۔

سے ظاہر ہوتے ہیں، مغرب میں غروب ہوتے ہیں۔ مشرقوں کا ذکر کرکے مغربوں کا ذکر، اس کی دلالت موجود ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ دوسری آیت میں ذکر کر بھی دیا ہے فرمان ہے۔ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ یعنی جاڑے اور گرمیوں کی طلوع و غروب کی جگہ کا رب وہی ہے۔

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ⑥ وَحِفْظًا مِّن كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ⑦

ہم ہی نے رونق دی ہے اس طرف والے آسمان کو ایک عجیب آرائش یعنی ستاروں کے ساتھ اور حفاظت بھی کی ہے ہر شریر شیطان سے

لَّا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ وَيُقْذَفُونَ مِن كُلِّ جَانِبٍ ⑧ دُحُورًا ۖ وَ

وہ شیاطین عالم بالا کی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے اور وہ ہر طرف سے مار کر دھکے دیئے جاتے ہیں اور ان کے لئے

لَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ⑨ إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ⑩

دائمی عذاب ہو گا۔ مگر جو شیطان کچھ خبر لے ہی بھاگے تو ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ لیتا ہے

چمکتے تارے

آسمانِ دنیا کو دیکھنے والی نگاہوں کیلئے جو زینت دی گئی ہے اس کا بیان فرمایا۔ یہ اضافت کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور بدلیت کے ساتھ بھی معنیٰ دونوں صورتوں میں ایک ہی ہیں۔ اس کے ستاروں کی۔ اس کے سورج کی روشنی زمین کو جگمگا دیتی ہے، جیسے اور آیت میں ہے وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا الخ آخر آیت تک۔ ہم نے آسمانِ دنیا کو زینت دی ستاروں کے ساتھ اور انہیں شیطانوں کے لئے رجم کا ذریعہ بنایا اور ہم نے اُن کے لئے آگ کے جلا دینے والے عذاب تیار کر رکھے ہیں۔ اور آیت میں ہے ہم نے آسمان میں برج بنائے اور انہیں دیکھنے والوں کی آنکھوں میں کھُپ جانے والی چیز بنائی اور ہر شیطان رجیم سے اُسے محفوظ رکھا۔ جو کوئی کسی بات کو لے اُڑنا چاہتا ہے وہیں ایک تیز شعلہ اُس کی طرف اترتا ہے، اور ہم نے آسمان کی حفاظت کی ہر سرکش شریر شیطان سے۔ اس کا بس نہیں کہ فرشتوں کی باتیں سُنے، وہ جب یہ کرتا ہے تو ایک شعلہ لپکتا ہے اور اُسے جلا جاتا ہے۔ یہ آسمانوں تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ خدا کی شریعت تقدیر کے اُمور کی کسی گفتگو کو وہ سُن ہی نہیں سکتے، اس بارے کی حدیثیں ہم نے آیت حَتّٰى إِذَا فُزِّعَ الخ کی تفسیر میں بیان کر دی ہیں۔ جدھر سے بھی یہ آسمان پر چڑھنا چاہتے ہیں، وہیں سے اُن پر آتش بازی کی جاتی ہے۔ اُنھیں پست و ذلیل کرنے روکنے اور نہ آنے دینے کے لئے یہ سزا بیان کی ہے اور آخرت کے دائمی عذاب ابھی باقی ہیں جو بڑے المناک: دردناک اور دائمی ہوں گے، ہاں کبھی کسی جن نے کوئی کلمہ کسی فرشتے کی زبان سے سُن لیا اور اسے اس نے اپنے نیچے والے سے کہہ دیا اور اُس نے اپنے نیچے والے سے وہیں اُس کے پیچھے ایک شعلہ لپکتا ہے کبھی تو اس سے پہلے کہ وہ دوسرے کو پہنچائے شعلے جلا ڈالتا ہے کبھی وہ دوسرے کے کانوں تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی وہ باتیں ہیں جو کاہنوں کے کانوں تک شیاطین کے ذریعہ پہنچ جاتی ہیں ثاقب سے مراد سخت تیز، بہت زیادہ روشنی والا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ شیاطین پہلے جا کر آسمانوں میں بیٹھتے تھے اور وحی سُن لیتے تھے۔ اس وقت ان پر تارے نہیں ٹوٹتے تھے، یہ وہاں کی وحی سُن کر زمین پر آ کر ایک ایک کی دس دس کر کے کاہنوں کے کانوں میں پھونکتے تھے جب حضورؐ کو نبوت ملی۔ پھر شیطانوں کا آسمان پر جانا موقوف ہوا۔ اب یہ جاتے ہیں تو اُن پر آگ کے شعلے پھینکے جاتے ہیں اور اُنھیں جلا دیا جاتا ہے۔ انھوں نے اس نو پیدا امر کی خبر جب ابلیس ملعون کو دی تو اُس نے کہا کہ کسی اہم نئے کام کی وجہ سے اس قدر احتیاط و حفاظت کی گئی ہے، چنانچہ خبر رسانوں کی جماعتیں کی جماعتیں اس نے روئے زمین پر پھیلا دیں۔ جو جماعت حجاز کی طرف گئی اُس نے دیکھا کہ رسول اللہ نخلہ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان نماز ادا کر رہے ہیں۔ اس نے جا کر ابلیس کو یہ خبر دی، اُس نے کہا۔ بس یہی وجہ ہے جو تمہارا آسمانوں پر جانا موقوف ہوا۔ اس کی پوری تحقیق خدا نے چاہا تو آیت وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ میں آئے گی۔

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۚ إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّن طِينٍ لَّازِبٍ ﴿١١﴾

تو آپ اُن سے پوچھئے کہ یہ لوگ بناوٹ میں زیادہ سخت ہیں یا ہماری پیدا کی ہوئی یہ چیزیں کیونکہ ہم نے ان لوگوں کو چپکتی مٹی سے پیدا کیا

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ﴿١٢﴾ وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ﴿١٣﴾ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً

بلکہ آپ تو تعجب کرتے ہیں اور یہ لوگ تمسخر کرتے ہیں اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے تو یہ سمجھتے نہیں اور جب یہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں

يَسْتَسْخِرُونَ ﴿١٤﴾ وَقَالُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا

تو (خود) اسکی ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے (کیونکہ) بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور

وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿١٦﴾ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿١٧﴾ قُلْ نَعَمْ وَأَنتُمْ

ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم (پھر) زندہ کئے جاویں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی آپ کہہ دیجئے کہ ہاں (ضرور زندہ ہو گے)

دَاخِرُونَ ﴿١٨﴾ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنظُرُونَ ﴿١٩﴾

اور تم ذلیل بھی ہو گے پس قیامت تو بس ایک للکار ہو گی (یعنی نفخہ ثانیہ) سو سب یکایک دیکھنے بھالنے لگیں گے

دریافت کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو حکم دیتا ہے کہ ان منکرین قیامت سے پوچھو تو کہ تمہارا پیدا کرنا ہم پر مشکل ہے، یا آسمان و زمین فرشتے جنات وغیرہ کا؟ ابن مسعود رضؓ کی قرأت اَمْ مَّنْ عَدَدْنَا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا اقرار تو انہیں بھی ہے، پھر مر کر جینے کا انکار کیوں کر رہے ہیں؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ انسانوں کی پیدائش سے تو بہت بڑی اور بہت بھاری پیدائش آسمان و زمین کی ہے لیکن اکثر لوگ بے علمی برتتے ہیں۔ پھر انسان کی پیدائش کی کمزوری بیان فرماتا ہے کہ چکنی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے جس میں لیس تھا اور جو ہاتھوں کو چپکتی تھی۔ تو چونکہ حقیقت کو پہنچ گیا ہے اُن کے انکار پر تعجب کر رہا ہے۔ کیونکہ خدا کی قدرتیں تیرے سامنے ہیں اور اس کے فرمان بھی لیکن یہ تو اسے سنکر ہنسی اڑاتے ہیں اور جب کبھی کوئی واضح دلیل سامنے آجاتی ہے تو مسخراپن کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے۔ ہم کسی طرح اُسے نہیں ماننے کے، کہ مر کر مٹی ہو کر پھر جی اٹھنا ہو گا بلکہ ہمارے باپ دادا بھی دوسری زندگی میں آجائیں گے ہم تو اس کے قائل نہیں۔ پس اے نبی صلعم! تم اُن سے کہدو کہ ہاں تم یقیناً دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے۔ تم ہو کیا چیز؟ خدا کی قدرت اور مشیت کے ماتحت ہو۔ اُس کی وہ ذات ہے کہ کسی کی اُس کے سامنے کوئی ہستی نہیں۔ فرماتا ہے کُلٌّ اَتَوْهُ دَاخِرِيْنَ ہر شخص اس کے سامنے عاجزی اور لاچاری سے حاضر ہونے والا ہے۔ ایک آیت میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ میری عبادت سے سرکشی کرنے والے ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جسے تم مشکل سمجھتے ہو وہ مجھ پر تو بالکل ہی آسان ہے صرف ایک آواز لگتے ہی ہر ایک زمین سے نکل کر دہشتناکی کے ساتھ احوال احوالِ قیامت کو دیکھنے لگے گا۔ واللہ اعلم۔

عہ یعنی حضرت آدم علیہ السلام۔

وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ (۲۰) هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ

اور کہیںگے ہائے ہماری کم بختی یہ تو وہی روز جزا معلوم ہوتا ہے (ارشاد ہوگا کہ ہاں) یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے

ع ۱ تُكَذِّبُوْنَ (۲۱) اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ

تھے جمع کرو ظالموں کو اور اُن کے ہم مشربوں کو اور اُن معبودوں کو جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ (۲) وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ

کیا کرتے تھے پھر اُن سب کو دوزخ کا رستہ بتلاؤ اور (اچھا) انکو (ذرا) ٹھہراؤ اُن سے کچھ پوچھا

مَسْئُوْلُوْنَ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ (۴) بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ (۵)

جاویگا کہ اب تم کو کیا ہوا ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے بلکہ وہ سب کے سب اس روز سرافگندہ (کھڑے) ہونگے

ہائے حسرت

قیامت کے دن کفار کا خود کو ملامت کرنا اور پچھتانا، اور افسوس وحسرت کرنا بیان ہو رہا ہے کہ وہ نادم ہو کر قیامت کے دہشت خیز اور وحشت انگیز اُمور کو دیکھ کر کہیں گے کہ ہائے ہائے یہی تو روز جزا ہے تو مومن اور فرشتے بطور ڈانٹ ڈپٹ اور ندامت بڑھانے کے اُن سے کہیں گے "ہاں یہی تو وہ فیصلے کا دن ہے جسے تم حق نہیں مانتے تھے" اس دن خدا کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ظالموں کو، اُن کے جوڑوں کو اُن کے بھائی بندوں کو اور اُن جیسوں کو ایک جگہ جمع کرو۔ مثلاً زانی زانیوں کے ساتھ، سود خوار سود خواروں کے ساتھ شرابی شرابیوں کے ساتھ وغیرہ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ظالموں کو اور اُن کی عورتوں کو۔ لیکن یہ غریب ہے۔ ٹھیک مطلب یہی ہے کہ اُنہی جیسوں کو، اور اُن کے ساتھ ہی جن بتوں کو اور جن جن کو شریک خدا یہ مقرر کئے ہوئے تھے سب کو۔ جمع کرو۔ پھر اُن سب کو جہنم کا راستہ دکھاؤ، جیسے فرمان ہے وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ الخ یعنی انھیں اُن کے مُنہ کے بل اندھے بہرے گونگے کرکے ہم جمع کریں گے پھر اُنکا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جس کی آگ جب کبھی ہلکی ہو جائے ہم اُسے اور بھڑکا دیں گے۔ انھیں جہنم کے پاس کچھ دیر ٹھہرا دو تاکہ ہم ان سے پُوچھ گچھ کرلیں، اُن سے حساب لے لیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے، حضور فرماتے ہیں، جو شخص کسی کو کسی چیز کی طرف بلائے[عٰ] وہ قیامت کے دن اُسی کے ساتھ ٹھہرا کیا جائے گا۔ نہ بے وفائی ہوگی[عٰ] نہ جُدائی ہوگی، گو ایک کو ہی بلایا ہو۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ حضرت عثمان بن زائدہؒ فرماتے ہیں سب سے پہلے انسان سے اُس کے ساتھیوں کی بابت سوال کیا جائے گا پھر اُن سے پوچھا جائے گا کہ کیوں آج ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ تم دنیا میں کہتے پھرتے تھے کہ ہم سب ایک ساتھ ہیں اور ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ یہ تو کہاں؟ بلکہ آج تو یہ ہتھیار ڈال چکے خدا کے فرمان بردار بن گئے۔ نہ خدا کے کسی فرمان کا خلاف کریں نہ کرسکیں، نہ اُس سے بچ سکیں نہ وہاں سے بھاگ سکیں، واللہ اعلم :۔

عٰ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نیک شخص نے کسی دوسرے کو نیکی کی طرف بلایا تو قیامت میں یہ دونوں اجر نیک میں شریک ہوں گے اور اسی طرح جس کسی نے کسی کو برائی پر آمادہ کیا ہوگا تو دونوں برائی کی سزا میں شریک ہوں گے

عٰ یعنی نیک نیک سے بے وفائی نہ کرے گا اور برے کو برے سے جدا نہ کیا جائے گا۔

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝۲۷ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ

اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر جواب سوال (یعنی اختلاف) کرنے لگیں گے (چنانچہ) تابعین کہیں گے کہ ہم پر تمہاری آمد بڑے زور کی ہوا کرتی

قَالُوا بَل لَّمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝۲۹ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ ۖ بَلْ كُنتُمْ

متبوعین کہیں گے کہ نہیں بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے اور ہمارا تم پر کوئی زور تو تھا ہی نہیں بلکہ تم خود ہی سرکشی

قَوْمًا طَاغِينَ ۝۳۰ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۖ إِنَّا لَذَائِقُونَ ۝۳۱ فَأَغْوَيْنَاكُمْ

کیا کرتے تھے سو ہم سب ہی پر ہمارے رب کی یہ (ازلی) بات محقق ہو چکی تھی کہ ہم سب کو مزہ چکھنا ہے تو ہم نے تم کو بہکایا ہم خود بھی

إِنَّا كُنَّا غَاوِينَ ۝۳۲ فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ۝۳۳ إِنَّا كَذَٰلِكَ

گمراہ تھے تو وہ سب کے سب اس روز عذاب میں (بھی) شریک رہیں گے (اور) ہم ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی

نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ۝۳۴ إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ

کیا کرتے ہیں وہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو تکبر کیا کرتے تھے

وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ۝۳۶ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ

اور کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کی وجہ سے چھوڑ دینگے بلکہ یہ تو ایک سچا دین لے کر آئے ہیں اور دوسرے

الْمُرْسَلِينَ ۝۳۷

پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں

ایک دوسرے کو لعنت کریں گے

کافر لوگ جس طرح جہنم کے طبقوں میں جلتے ہوئے آپس میں جھگڑے کریں گے اسی طرح قیامت کے میدان میں وہ ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے۔ کمزور لوگ زور آوروں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے تابع فرمان تھے کیا آج ہیں تم تھوڑے بہت عذاب سے بچا لو گے؟ وہ کہیں گے ہم تو خود تمہارے ساتھ ہی اسی جہنم میں جل رہے ہیں اللہ تو اپنے بندوں کے درمیان فیصلے فرما چکا۔ اور جیسے اور جگہ ان کی یہ بات چیت اس طرح منقول ہے کہ ضعیف لوگ متکبروں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان دار بن جاتے۔ وہ جواب دیں گے۔ کیا ہم نے تم کو ہدایت سے روک دیا؟ نہیں بلکہ تم خود ہی بدکار تھے۔ یہ کہیں گے بلکہ یہ تمہارے دن رات کے مکر تھے جب کہ تم ہمیں حکم کرتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے شریک مقرر کریں۔ عذاب کو دیکھتے ہی یہ سب کے سب نادم و پشیمان ہوں گے۔ لیکن اپنی ندامت کو چھپائیں گے۔ ان تمام کفار کی گردنوں میں طوق ڈال دیے جائیں گے۔ ہاں یہ یقینی بات ہے کہ ہر ایک کو صرف اس کی کرنی بھرنی پڑے گی۔ پس یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ وہ اپنے بڑوں اور سرداروں سے کہیں گے کہ تم ہماری داہنی جانب سے آتے تھے۔ یعنی چونکہ ہم کمزور کم حیثیت تھے اور تمہیں ہم پر ترجیح تھی، اس لئے تم ہمیں بادو کر حق سے ناحق کی طرف پھیر دیتے تھے، یہ کافروں کا مقولہ ہو گا جو وہ شیطانوں سے کہیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان یہ بات جنات سے کہیں گے کہ تم ہمیں بھلائی سے روک کر برائی پر آمادہ کرتے تھے۔ گناہ کو مزین اور شیریں دکھلاتے تھے، اور نیکی کو ایک بری چیز اور مشکل راہ جتاتے تھے، حق سے روکتے تھے اور باطل پر جما دیتے تھے، جب کبھی نیکی کا خیال ہمارے دل میں آتا

تھا تو تم کسی نہ کسی فریب سے اس سے روک دیتے تھے۔ اسلام ایمان وخوبی، نیکی اور سعادت مندی سے تم نے ہمیں محروم کر دیا۔ توحید سے دور ڈال دیا۔ ہم تمہیں اپنا خیر خواہ سمجھتے رہے راز دار بنائے رہے تمہاری باتیں مانتے رہے اور تمہیں بھلا آدمی سمجھتے رہے۔ اس کے جواب میں جنات اور انسان جتنے بھی سردار اور ذی عزت اور بڑے لوگ تھے ان کمزوروں کو جواب دیں گے کہ اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں تم خود ہی ایسے تھے۔ تمہارے دل ایمان سے بھاگتے تھے اور کفر کی طرف دوڑ کر جاتے تھے ہم نے تمہیں جس چیز کی طرف بلایا وہ کوئی حق بات نہ تھی، نہ اس کی بھلائی پر کوئی دلیل تھی۔ لیکن چونکہ تم طبعًا برائی کی طرف مائل تھے۔ خود تمہارے دلوں میں سرکشی اور برائی تھی اس لئے تم نے ہمارا کہا مان لیا۔ اب تو ہم سب پر خدا کا قول ثابت ہو گیا کہ ہم یقینًا عذاب کا مزہ چکھنے والے ہیں۔ یہ بڑے لوگ چھوٹوں کر یہ سمجھتا لوگ اپنے تابعداروں سے کہیں گے ہم تو خود ہی بہکے ہوئے تھے، ہم نے تمہیں بھی اپنی ضلالت کی طرف بلایا تم دوڑے ہوئے آ گئے بتلا ؤ اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ ہم نے تم پر کوئی ظلم وجبر تو نہیں کیا؟ کیوں تم نے ہماری بات مان لی؟ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔ پس آج کے دن یہ سب لوگ جہنم کے عذابوں میں شریک ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے اعمال کی سزا بھگت رہا ہے۔ مجرموں کے ساتھ ہم اسی طرح کیا کرتے ہیں۔ یہ مومنوں کی طرح خدا کی توحید کے قائل نہ تھے بلکہ توحید کی آواز سے تکبر و نفرت کرتے تھے۔ رسول اللہ فرماتے ہیں، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد کروں، جب تک کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نہ کہہ لیں جو اسے کہہ لے اس نے اپنا مال اور اپنی جان بچا لی مگر اسلامی فرمان سے، اور اس کا باطنی حساب اللہ کے ذمے ہے، اللہ کی کتاب میں بھی یہی مضمون ہے اور ایک متکبر قوم کا ذکر ہے کہ وہ اس کلمہ سے روگردانی کرتے تھے۔ ابن ابی حاتم میں ابو العلاء سے منقول ہے کہ یہودیوں کو قیامت کے دن لایا جائے گا۔ اور ان سے سوال ہوگا کہ تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے اللہ کی اور عزیر کی۔ ان سے کہا جائے گا اچھا بائیں طرف آؤ۔ پھر نصرانیوں سے یہی سوال ہوگا وہ کہیں گے۔ اللہ کی اور مسیح کی۔ تو ان سے بھی یہی کہا جائے گا پھر مشرکین کو لایا جائے گا اور ان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا جائے گا تو وہ تکبر کریں گے تین مرتبہ ایسا ہی ہوگا۔ پھر حکم ہوگا کہ انہیں بھی بائیں طرف لے چلو۔ فرشتے انہیں پرندوں سے بھی جلدی پہنچا دیں گے، پھر مسلمانوں کو لایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے رہے؟ یہ کہیں گے، صرف اللہ تعالیٰ کی۔ تو ان سے کہا جائے گا۔ کیا تم اسے دیکھ کر پہچان سکتے ہو؟ یہ کہیں گے، ہاں۔ پوچھا جائے گا تم کیسے پہچان لو گے حالانکہ تم نے کبھی اسے دیکھا نہیں، یہ جواب دیں گے، ہاں یہ تو ٹھیک ہے ہم جانتے ہیں کہ اس کے برابر کا کوئی نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے تئیں انہیں پہچنوائے گا اور ان کو نجات دے گا۔ یہ کلمہ توحید اور رد شرک سنکر جواب دیتے تھے کہ بھلا اس شاعر و مجنون کے کہنے سے ہم اپنے معبودوں سے دست بردار ہو جائیں گے؟ ماننا تو ایک طرف الٹے رسول اللہ کو شاعر اور دیوانہ بتاتے تھے۔ پس اللہ تو ان کی تکذیب کرتا ہے اور فرماتا ہے یہ تو بالکل سچے ہیں، حق لے کر آئے ہیں، ساری شریعت سراسر حق ہے، خبریں ہوں تب اور احکام ہوں تب۔ یہ رسولوں کو بھی سچا جانتا ہے ان رسولوں نے جو صفتیں اور پاکیزگیاں آپ کی بیان کی تھیں ان کے صحیح مصداق آپ ہی ہیں یہ بھی وہی احکام بیان کرتے ہیں جو اگلے انبیاء رنے کئے، جیسے اور آیت میں ہے مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِکَ الخ یعنی تجھ سے وہی کہا جاتا ہے جو تجھ سے پہلے کے نبیوں سے کہا جاتا رہا۔

اِنَّکُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾

تم سب کو عذاب چکھنا پڑے گا — اور تم کو اسی کا بدلہ ملیگا جو کچھ تم کیا کرتے تھے

اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾

ہاں مگر جو اللہ کے خاص برگزیدہ بندے ہیں — ان کے واسطے ایسی غذائیں ہیں جنکا حال دوسری سورتوں میں

فَوَاكِهُ ۚ وَهُم مُّكْرَمُونَ ﴿۴۲﴾ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿۴۳﴾ عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿۴۴﴾

معلوم (ہو چکا) یعنی میوے اور وہ لوگ بڑی عزت سے آرام کے باغوں میں تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے

يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ﴿۴۵﴾ بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ﴿۴۶﴾ لَا فِيهَا

ان کے پاس ایسا جام شراب لایا جاوے گا جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا ہوگا سفید ہوگی پینے والوں کو لذیذ معلوم ہوگی نہ اس میں درد

غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنزَفُونَ ﴿۴۷﴾ وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ ﴿۴۸﴾

سر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آوے گا اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی

كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ﴿۴۹﴾

گویا وہ بیضے ہیں جو چھپے ہوئے رکھے ہیں۔

دو جماعتیں، ایک شقاوت کے آہنی پنجہ میں اور دوسری انعام واکرام سے شادکام

اللہ تعالیٰ تمام لوگوں سے خطاب کرکے فرما رہا ہے کہ تم المناک عذاب چکھنے والے ہو اور صرف اسی کا بدلہ تم کو دیا جائے گا جسے تم نے کیا دھرا ہے۔ پھر اپنے مخلص بندوں کو اس سے الگ کر لیتا ہے، جیسے وَالْعَصْرِ الخ میں فرمایا کہ تمام انسان گھاٹے میں ہیں مگر ایمان والے نیک اعمال اور سورۂ "وَالتِّيْنِ" میں فرمایا، ہم نے انسان کو بہت اچھی پیدائش میں پیدا کیا پھر اسے نیچوں سے بھی نیچا کر دیا۔ مگر جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے اور سورۂ "مریم" میں فرمایا وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا (تا آخر آیۃ) تم میں سے ہر ایک جہنم پر وارد ہونے والا ہے یہ تو تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے اور یہ ضروری چیز ہے۔ لیکن پھر ہم متقیوں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اسی میں گرتا پڑتا چھوڑ دیں گے سورۂ "مدثر" میں ارشاد ہوا ہے كُلُّ نَفْسٍ الخ ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں مشغول ہے۔ مگر وہ جن کے داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال آ چکا ہے اسی طرح یہاں پر بھی اپنے خاص بندوں کا استثنا کر دیا کہ وہ المناک عذابوں سے حساب کے شدید مصائب سے علیحدہ ہیں بلکہ ان کی برائیوں سے درگزر فرما لیا گیا ہے اور ان کی نیکیاں بڑھا چڑھا کر ایک کی دس دس گنی کر کے، بلکہ سات سات سو گنی کر کے بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر انہیں دی گئی ہیں۔ ان کے لئے مقررہ روزی ہے۔ اور وہ قسم قسم کے میوے جات سے پر ہے۔ وہ مخدوم ہیں ذی عزت ہیں ذی اکرام ہیں۔ ہاتھوں ہاتھ لئے جاتے ہیں، بڑی آؤ بھگت ہوتی ہے، بڑا ادب لحاظ رکھا جاتا ہے۔ یہ نعمتوں سے پر جنتوں میں ہیں۔ وہاں کے تختوں پر اس طرح بیٹھے ہیں کہ کسی کی پیٹھ کسی کی طرف نہیں ایک مرفوع غریب حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس آیت کی تلاوت کر کے آپ نے فرمایا۔ ہر ایک کی نگاہ دوسرے کے چہرے پر پڑتی ہوگی آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اس شراب کے دور ان پر چل رہے ہوں گے جو جاری ہے جس کے ختم ہو جانے اور کم ہو جانے کا مطلق اندیشہ نہیں۔ جو ظاہر و باطن میں آراستہ ہے۔ خوبیاں ہی ہیں برائیاں نہیں، رنگ کی سفید، مزے کی بہت اچھی لذیذ، نہ اس کے پینے سے درد سر ہو نہ سکر و مستی طاری ہو کر ہرزہ سرائی کریں۔ دنیا کی شراب میں یہ نقصان اور خرابی ہے کہ درد شکم، درد سر، بیہوشی اور بدحواسی وغیرہ طاری ہو جاتی ہے۔ لیکن جنت کی شراب میں ان میں سے ایک برائی بھی موجود نہیں ہوگی۔ دیکھنے میں خوش رنگ پینے میں لذیذ، فوائد میں اعلیٰ۔ سرور و کیف میں عمدہ لیکن عقل و فہم کو معطل کر دینے والی اور بدمست بنا دینے والی نہیں، نہ بدبودار نہ بدرنگ نہ قابل نفرت، بلکہ خوشبودار۔ خوش رنگ، خوش ذائقہ اور زائدہ منفعت۔ اس کے پینے سے پیٹ میں درد نہیں ہوتا، اور اس کی کثرت ضرر رساں نہیں، خلاف طبع نہیں۔ سر بھاری نہیں ہو جاتا چکر نہیں آتے، گرانی محسوس نہیں ہوتی۔ ہوش

سے حواس جاتے نہیں رہتے کوئی ایذا تکلیف، قے، متلی نہیں ہوتی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ شراب میں چار برائیاں ہیں۔ نشہ، درد سر، قے اور پیشاب، مگر جنت کی شراب ان تمام برائیوں سے پاک ہے۔ اُن کی پاس نیچی نگاہوں والی، شرمیلی نظروں والی پاک دامن عفیفہ حوریں ہیں۔ جن کی نگاہ اپنے خاوندوں کے چہرے کے سوا کبھی کسی کے چہرے پر نہیں پڑتی اور نہ پڑے گی۔ بڑی بڑی موٹی موٹی رسیلی آنکھیں ہیں، حُسنِ صورت حُسنِ سیرت دونوں چیزیں اُن میں موجود ہیں۔ جس طرح حضرت زلیخا نے حضرت یوسفؑ میں دونوں خوبیاں دیکھیں۔ عورتوں نے جب انھیں طعنے دینے شروع کئے تو ایک دن سب کو بلا کر بٹھا لیا اور حضرت یوسفؑ کا پوری طرح بناؤ سنگار کرا کر بلایا تمام عورتوں کی نگاہیں اُن کے جمال کو دیکھ کر خیرہ ہو گئیں، اور بے ساختہ اُن کے منہ سے نکل گیا کہ "یہ تو فرشتہ ہے"۔ زلیخا نے کہا یہی تو وہ شخص ہے کہ جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کر رہی تھیں واللہ میں نے اس کو ہر چند اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ پاک دامن ہی رہا۔ یہ جمال ظاہری کے ساتھ حُسنِ باطنی بھی رکھتا ہے، بڑا پاکباز امین، پارسا، متقی اور پرہیزگار ہے۔ اسی طرح حوریں ہیں کہ جمال ظاہری کے ساتھ ہی باطنی خوبی بھی اپنے اندر رکھتی ہیں۔ پھر اُن کا مزید حُسن بیان ہو رہا ہے کہ ان کی گوری گوری پنڈلیاں اور بھبو کا سا رنگ ایسا چمک دار دلکش اور جاذب نظر ہے کہ گویا محفوظ موتی جس تک کسی کا ہاتھ نہ پہنچا ہو۔ جو سیپ سے نکلا ہو، جسے زمانے کی ہوا نہ لگی ہو جو اپنی آب داری میں بے مثل ہو۔ ایسے ہی اُن کی اچھوتی پنڈلیاں ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ گویا وہ انڈے کی طرح ہیں انڈے کے اوپر کے چھلکے کے نیچے نازک جھلکے جیسے اُن کے بدن ہیں۔ ایک حدیث میں حضرت اُمّ سلمہؓ کے سوال پر حضورؐ نے فرمایا "حور عین" سے مراد بہت بڑی آنکھوں والی سیاہ پلکوں والی حوریں ہیں۔ پھر پوچھا "بیض مکنون" سے کیا مراد ہے فرمایا انڈے کے اندر کی سفید جھلّی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسولِ خداؐ فرماتے ہیں۔ جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے میں کھڑا کیا جاؤں گا اور جب کہ وہ جناب باری میں پیش ہوں گے تو میں ان کا خطیب بنوں گا اور جب وہ غمگین ہو رہے ہوں گے تو میں انھیں خوش خبریاں سنانے والا ہوں گا اور ان کا سفارشی بنوں گا۔ جبکہ یہ ٹھہرے ہوئے ہوں گے۔ حمد کا جھنڈا اُس دن میرے ہاتھ میں ہوگا حضرت آدم کی اولاد میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اکرام و عزت والا میں ہوں۔ یہ میں بطور فخر کے نہیں کہہ رہا۔ میرے آگے پیچھے قیامت کے دن ایک ہزار خادم گھوم رہے ہوں گے جو مثل چھپے ہوئے انڈوں یا نادر موتیوں کے ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝٥٠ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ۝٥١

پھر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے ان میں سے ایک کہنے والا کہیگا کہ دنیا میں میرا ایک ملاقاتی تھا۔

يَقُولُ أَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ۝٥٢ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا

وہ کہا کرتا تھا کہ کیا تو بعث کے معتقدین میں سے ہے کیا جب ہم مر جاویں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاوینگے تو کیا ہم

لَمَدِينُونَ ۝٥٣ قَالَ هَلْ أَنتُم مُّطَّلِعُونَ ۝٥٤ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۝٥٥

جزا سزا دیئے جاوینگے ارشاد ہوگا کہ کیا تم جھانک کر (اس کو) دیکھنا چاہتے ہو۔ سو وہ شخص جھانکیگا تو اس کو وسط جہنم میں دیکھیگا۔

قَالَ تَاللَّهِ إِن كِدتَّ لَتُرْدِينِ ۝٥٦ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ۝٥٧

کہیگا کہ خدا کی قسم تو تو مجھ کو تباہ ہی کرنے کو تھا اور اگر میرے رب کا مجھ پر فضل نہ ہوتا تو میں بھی ماخوذ لوگوں میں ہوتا

أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ ۝٥٨ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ۝٥٩ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝٦٠

کیا ہم بجز پہلی بار مر چکنے کے اور نہ ہم کو عذاب ہوگا یہ بیشک بڑی کامیابی ہے

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

ایسی ہی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے۔

ایک عجیب منظر

جب جنتی لوگ مزے اڑاتے ہوئے بے فکری اور فارغ البالی کے ساتھ جنت کے بلند و بالا، بالاخانوں میں عیش و عشرت کے ساتھ آپس میں مل جل کر تختوں پر تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے، ہزارہا پری جمال خدّام سلیقہ شعاری سے کمربستہ خدمت پر مامور ہوں گے، حکم احکام دے رہے ہوں گے، قسم قسم کے کھانے پینے پہننے اوڑھنے اور طرح طرح کی لذتوں میں مصروف ہوں گے۔ دورِ شراب طہور چل رہا ہو گا۔ وہاں باتوں ہی باتوں میں یہ ذکر نکل آئے گا کہ دنیا میں کیا کیا حال گزرے، کیسے کیسے دن کٹے؟ اس پر ایک شخص کہے گا، میری سنو! میرا شیطان، ایک مشرک ساتھی تھا جو مجھ سے اکثر کہا کرتا تھا کہ تعجب ہے، تو اس بات کو مانتا ہے کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے، ہم کھوکھلی، بوسیدہ، سڑی گلی ہڈی ہو جائیں گے، اس کے بعد بھی ہم حساب کتاب جزا سزا کے لئے اٹھائے جائیں گے؟ مجھے وہ شخص جنت میں تو نظر پڑتا نہیں، کچھ عجب نہیں اگر وہ جہنم میں گیا ہو آؤ ذرا جھانک کر دیکھ لیں کہ جہنم میں اس کی کیا درگت ہو رہی ہے؟ اب جو جھانکتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ شخص سرتاپا جل رہا ہے، خود وہ آگ بن رہا ہے، بیچ جہنم میں کھڑا ہے اور بے بسی کے ساتھ جھلک رہا ہے اور ایک اُسے ہی کیا دیکھے گا بلکہ اس کو نظر آئے گا کہ تمام بڑے بڑے لوگوں سے جہنم پُر ہے، کعب احبار رضؓ فرماتے ہیں کہ جنت سے جنتی لوگ جب بھی کسی جہنمی کو دیکھنا چاہیں دیکھ سکتے ہیں وہ اپنے دشمنوں کو جلتے جھلستے دیکھ کر خوش ہو کر شکرِ خدا کرتے ہیں۔ جنتی اُسے دیکھتے ہی کہیگا کہ تو نے تو وہ پھندا ڈالا تھا کہ مجھے تباہ ہی کر ڈالتا لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے تیرے پنجے سے چھڑا دیا اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم میرے شامل حال نہ ہوتا تو بڑی بُری بنتی۔ اور میں بھی تیرے ساتھ کبھی کا یہیں جہنم میں آ جاتا اور جلتا رہتا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تیری تیز کلامی اور چرب زبانی سے مجھے عافیت میں رکھا۔ تو نے تو فسوں سازی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ اب مومن ایک بات اور کہتا ہے جس میں اس کی اپنی تسکین اور کامیابی کی خبر ہے کہ وہ پہلی موت تو مر چکا اب دار الخلد میں ہے، نہ یہاں اس پر موت ہے نہ خوف، نہ عذاب نہ وبال، اور یہی بہترین کامیابی اور فلاحِ ابدی ہے حضرت ابن عباس رضؓ کا فرمان ہے کہ جنتیوں سے کہا جائے گا کہ اپنے اعمال کے بدلے میں خوب مزے سے کھاؤ پیو۔ اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ جنتی جنت میں مریں گے نہیں۔ تو وہ یہ سن کر سوال کریں گے کہ، کیا اب ہمیں موت نہیں آئے گی۔ کسی وقت عذاب تو نہیں ہو گا؟ تو جواب ملے گا، نہیں ہر گز نہیں۔ چونکہ انہیں کھٹکا تھا کہ موت آ کر یہ لذتیں فوت نہ کر دے جب یہ اندیشہ جاتا رہا تو وہ سکون کا سانس لیکر کہیں گے، شکر ہے یہ تو بڑی کامیابی ہے اس کے بعد فرمایا۔ ایسی ہی جزا اور انعام کے لئے عالموں کو عمل کرنا چاہئے قتادہ رحؒ فرماتے ہیں کہ یہ اہلِ جنت کا مقولہ ہے۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں فرمانِ خدا ہے مطلب یہ ہے کہ ان جیسی نعمتوں اور رحمتوں کے حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو دنیا میں پوری رغبت کے ساتھ عمل کرنا چاہئے۔ تاکہ انجام کار اِن نعمتوں کو حاصل کر سکیں۔ اسی آیت کے مضمون سے ملتا جلتا ایک قصہ ہے اُسے بھی سُن لیجئے۔ "دو شخص آپس میں شریک تھے اُن کے پاس آٹھ ہزار اشرفیاں جمع ہو گئیں، ایک چونکہ پیشے حرفے سے واقف تھا اور دوسرا ناواقف تھا اس لئے اُس واقف کار نے ناواقف سے کہا کہ اب ہمارا نباہ مشکل ہے، آپ اپنا حق لیکر الگ ہو جائیے آپ کام کاج سے ناواقف ہیں، چنانچہ دونوں نے اپنے اپنے حصے الگ الگ کر لئے اور جُدا جُدا ہو گئے۔ پھر اُس حرفے والے نے بادشاہ کے مرجانے کے بعد اس کا شاہی محل ایک ہزار دینار میں خریدا اور اپنے ساتھی کو بلا کر اُسے دکھایا اور کہا بتلاؤ میں نے کیسی چیز خریدی؟ اُس نے بڑی تعریف کی اور یہاں سے باہر چلا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور کہا خدایا! اس میرے ساتھی نے تو ایک ہزار دینار کا قصرِ دُنیوی خرید لیا ہے اور میں تجھ سے جنت کا محل چاہتا ہوں، میں تیرے نام پر تیرے مسکین بندوں پر ایک ہزار اشرفی خرچ کرتا ہوں چنانچہ اُس نے ایک ہزار دینار راہِ للہ خرچ کر دیئے۔ پھر اس دُنیا دار شخص نے ایک زمانے کے بعد ایک ہزار دینار خرچ کر کے اپنا نکاح کیا۔ دعوت میں اپنے اِس پرانے شریک کو بھی بلایا اور اُس سے ذکر کیا کہ میں نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے اِس عورت سے

شادی کی ہے۔ اس نے اُس کی بھی تعریف کی، باہر آکر اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار دینار دے دیئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ بار الٰہا! میرے ساتھی نے اتنی ہی رقم خرچ کرکے یہاں کی ایک عورت حاصل کی ہے اور میں اِس رقم سے تجھ سے حورِ عین کا طالب ہوں اور پھر وہ رقم راہِ اللہ صدقہ کردی۔ پھر کچھ مدت کے بعد اُس دیندار نے اُس کو بُلا کر کہا کہ دو دو ہزار کے دو باغ میں نے خرید کئے ہیں دیکھو تو کیسے ہیں؟ اُس نے دیکھ کر بہت تعریف کی اور باہر آکر اپنی عادت کے مطابق جنابِ باری میں عرض کی کہ ”خدایا! میرے ساتھی نے دو دو ہزار کے دو باغ یہاں کے خریدے ہیں میں تجھ سے جنت کے دو باغ چاہتا ہوں اور یہ دو ہزار دینار تیرے نام پر صدقہ ہیں چنانچہ اس رقم کو مستحقوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر جب فرشتہ اِن دونوں کو فوت کر کے لے گیا اس صدقہ کرنے والے کو جنت کے محل میں پہنچایا گیا۔ جہاں پر ایک بہترین حسین عورت بھی اسے ملی اور اُسے دو باغ بھی دے گئے اور وہ وہ نعمتیں ملیں جنہیں بجز خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔ تو اسے اُس وقت اپنا وہ ساتھی یاد آگیا۔ فرشتے نے بتلایا کہ وہ تو جہنم میں ہے۔ تم اگر چاہو تو جھانک کر اسے دیکھ سکتے ہو۔ اُس نے جب اُسے جہنم کے اندر جلتا دیکھا تو اُس سے کہا کہ یہ بات کچھ بعید نہیں تھی کہ تو مجھے بھی چکمہ دے جاتا اور یہ تو رب کی مہربانی ہوئی کہ میں بچ گیا“ ابن جریرؒ فرماتے ہیں یہ تشدید والی قرات کی مزید تائید کرتی ہے اور روایت میں ہے کہ تین میں ہزار دینار تھے، ایک کافر تھا اور ایک مومن تھا جب یہ مومن اپنی کل رقم راہِ اللہ خرچ کر چکا تو جھلی سر پر رکھ کر کدال پھاوڑا لیکر مزدوری کے لئے چلا۔ اُسے ایک شخص ملا اور کہا اگر تو میرے جانوروں کی سائیسی کرے اور گوبر اٹھائے تو میں تجھے کھانے پینے کو دیدوں گا اُس نے منظور کر لیا اور کام شروع کر دیا لیکن یہ شخص بڑا بے رحم اور بدگمان تھا۔ جہاں اُس نے کسی جانور کو بیمار کمزور دیکھا، تو اس مسکین ملازم کی گردن توڑتا خوب مارتا پیٹتا اور کہتا کہ اس کا دانہ تو چرا لیتا ہوگا اس مسلمان سے یہ بے جا سختی برداشت نہ کی گئی تو ایک دن اُس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں اپنے کافر شریک کے ہاں چلا جاؤں، اُس کی کھیتی ہے باغات ہیں۔ میں وہاں کام کاج کر دوں گا اور وہ مجھے روٹی کا ٹکڑا دیا کرے گا اور مجھے کیا لینا دینا ہے؟ وہاں جو پہنچا تو شاہی ٹھاٹھ دیکھ کر حیران ہو گیا، ایک بلند و بالا محل ہے، دربان اور پہرے دار ڈیوڑھی پر، اور چوکی دار غلام اور لونڈیاں سب موجود ہیں۔ یہ ٹھٹھکا اور دربانوں نے اُسے روکا۔ اُس نے ہر چند کہا کہ تم اپنے مالک سے میرا ذکر تو کرو۔ انھوں نے کہا اب وقت نہیں ”تم ایک کونے میں پڑے رہو صبح جب وہ نکلیں تو خود سلام کر لینا۔ اگر تم سچے ہو تو وہ تمہیں پہچان لیں گے ورنہ ہمارے ہاتھوں تمہاری پوری مرمت ہو جائے گی۔ اس مسکین کو یہی کرنا پڑا جو کمبل کا ٹکڑا جسم سے لپیٹے ہوئے تھا۔ اُسی کو اس نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور ایک کونے میں دُبک کر پڑ گیا صبح کے وقت اُس کے راستے پر جا کھڑا ہوا جب وہ نکلا اور اُس پر نگاہ پڑی تو متعجب ہو کر پوچھا کہ ہیں! یہ کیا حالت ہے مال کیا ہوا؟“ اس نے کہا ”یہ کچھ نہ پوچھو! اس وقت تو میرا کام جو ہے اسے پورا کر دو یعنی مجھے موقع دو کہ میں تمہاری کھیتی باڑی کا کام شغل اور نوکروں کے انجام دوں اور آپ مجھے صرف کھانا دیدیا کیجئے اور جب یہ کمبل بوسیدہ ہو کر پھٹ جائے تو ایک کمبل اور خرید دینا اُس نے کہا۔ نہیں نہیں! میں اس سے بہتر سلوک تمہارے ساتھ کرنے کے لئے تیار ہوں، لیکن پہلے تم یہ بتلاؤ کہ اس رقم کو تم نے کیا کیا؟ جواب دیا کہ ”میں نے وہ رقم ایک شخص کو قرض دی ہے“ اُس نے سوال کیا کہ کسے؟ کہا ”ایسے کو جو رقم لے کر نہ دینے سے انکار کرے“۔ اُس نے کہا وہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا ”وہ اللہ تعالیٰ ہے جو میرا اور تیرا رب ہے“ یہ سنتے ہی اُس نے اُس مسلمان سے ہاتھ چھڑا لیا، اور اُس سے کہا ”احمق ہوا ہے یہ ہو بھی سکتا ہے کہ ہم مر کر جب مٹی ہو جائیں تو پھر دوبارہ زندہ ہو سکیں اور وہ ہمیں بدلے دے؟ جا جب تو ایسا ہی بودا اور لیسے عقیدے والا ہے تو مجھے تجھ سے کوئی سروکار نہیں“ پس وہ کافر تو مزے اڑاتا رہا اور یہ مومن سختی سے دن گزارتا رہا یہاں تک کہ دونوں کو موت آ گئی۔ مسلمان کو جنت میں جو جو نعمتیں اور رحمتیں ملیں وہ اندازہ شمار سے زائد تھیں۔ اُس نے جو دیکھا کہ حدِ نظر سے بلکہ ساری دنیا سے زیادہ تو زمین ہے اور بے شمار درخت اور باغات ہیں اور جا بجا نہریں اور چشمے ہیں، تو پوچھا یہ سب کس کا ہے؟ جواب ملا کہ یہ سب آپ کا ہے۔ کہا سبحان اللہ! یہ تو اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے اب جو آگے بڑھا تو اس قدر لونڈی غلام دیکھے کہ گنتی نہیں ہو سکتی، پوچھا یہ کس کے ہیں؟ کہا گیا کہ سب آپ کے۔ اُسے اور زیادہ تعجب اور خوشی ہوئی۔ پھر جو آگے بڑھتا ہے تو سرخ یاقوت کے محل نظر آتے ہیں، ایک موتی محل اور ہر ہر محل میں کئی کئی حورِ عین ساتھ ہی اطلاع ہوئی کہ یہ سب کچھ

بھی آپ ہی کا ہے۔ پھر تو اس کی باچھیں کھل گئیں۔ کہنے لگا کہ خدا جانے میرا وہ کافر ساتھی کہاں ہوگا؟ خدا اُسے دکھائے گا کہ وہ جہنم میں جل رہا ہے، اب اُن میں وہ باتیں ہوں گی، جن کا ذکر یہاں ہوا ہے پس مومن پر دنیا میں جو بلائیں آئی تھیں، اُنھیں وہ یاد کرے گا تو موت سے زیادہ بھاری بلا اُسے کوئی نظر نہ آئے گی۔

أَذَٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ﴿٦٢﴾ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ ﴿٦٣﴾ إِنَّهَا

بھلا یہ دعوت بہتر ہے یا زقوم کا درخت ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لئے عجیب امتحان بنایا ہے وہ ایک درخت ہے

شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ﴿٦٥﴾ فَإِنَّهُمْ

جو قعر دوزخ میں سے نکلتا ہے اسکے پھل ایسے ہیں جیسے سانپ کے پھن تو وہ لوگ اس

لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ

سے کھا دینگے اور اسی سے پیٹ بھریں گے پھر ان کو کھولتا ہوا پانی (پیپ میں) ملا کر دیا جائے گا

حَمِيمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ﴿٦٨﴾ إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ

پھر (آخر) ان کا لوٹنا دوزخ ہی کی طرف ہوگا (کیونکہ) انہوں نے اپنے بڑوں کو گمراہی کی حالت میں

ضَالِّينَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ عَلَىٰ آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ ﴿٧٠﴾

پایا تھا پھر یہ بھی انہی کے قدم بقدم تیزی کے ساتھ چلتے تھے۔

زقوم کا درخت

جنت کی نعمتوں کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ اب لوگ خود فیصلہ کر لیں کہ وہ جگہ اور وہ نعمتیں بہتر ہیں؟ یا زقوم کا درخت جو جہنمیوں کا کھانا ہے۔ ممکن ہے اس سے مراد خاص ایک ہی درخت ہو اور وہ تمام جہنم میں پھیلا ہوا ہو۔ جیسے طوبیٰ کا ایک درخت ہے جو جنت کے ایک ایک محل میں پہنچا ہوا ہے اور ممکن ہے کہ مراد زقوم کے درخت کی جنس ہو۔ اس کی تائید اس آیت یَاْکُلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ الخ سے بھی ہوتی ہے۔ ہم نے اُسے ظالموں کے لئے فتنہ بنایا ہے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں شجرہ زقوم کا ذکر گمراہوں کے لئے فتنہ ہو گیا۔ وہ کہنے لگے، لو اور سنو! آگ میں اور درخت؟ آگ تو درخت کو جلا دینے والی ہے۔ یہ نبیؐ کہتے ہیں جہنم میں درخت اُگے گا۔ تو خدا نے فرمایا۔ ہاں یہ درخت آگ ہی سے پیدا ہوگا اور اس کی غذا بھی آگ ہی ہوگی۔ ابوجہل ملعون اسی پر ہنسی اڑاتا تھا اور کہتا تھا۔ میں تو خوب مزے سے کھجور اور مکھن کھاؤں گا اسی کا نام زقوم ہے۔ الغرض یہ بھی ایک امتحان ہے نیک لوگ تو اس سے ڈر گئے اور بروں نے اس کا مذاق اڑایا۔ جیسے فرمان ہے وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنٰكَ الخ جو ہم نے تجھے دکھایا تھا وہ صرف اس لئے ہی کہ لوگوں کی آزمائش ہو جائے اور اسی لئے اس نامبارک درخت کا ذکر بھی کیا ہم تو انھیں دھمکا رہے ہیں۔ مگر یہ سرتابی میں بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ اس درخت کی اصل جڑ جہنم میں ہے۔ اُس کے پتے خوشے شاخیں بھیانک ڈراؤنی، لمبی چوڑی، خوب دُور دُور تک شیطانوں کے سروں کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ گو شیطان کو بھی کسی نے دیکھا نہیں۔ لیکن اس کا نام سنتے ہی اس کی بدصورتی اور خباثت کا منظر سامنے آجاتا ہے یہی حال اس درخت کا ہے کہ دیکھنے اور چکھنے میں ظاہر اور باطن میں بری چیز ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سانپوں کی ایک قسم ہے جو بدترین بھیانک اور خوفناک شکل کے ہوتے ہیں۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ نباتات کی ایک قسم ہے، جو بہت بُری طرح پھیل جاتی ہے۔ لیکن یہ دونوں احتمال درست نہیں۔ ٹھیک بات وہی ہے جسے ہم نے پہلے ذکر کیا۔ اسی بدمنظر بدبو بدذائقہ بدمزہ تھوہر کو انھیں جبراً کھانا پڑے گا اور ٹھونس ٹھونس کر انھیں کھلایا جائے گا کہ یہ بجائے خود ایک زبردست عذاب ہے اور آیت میں ہے لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ

اُن کی خوراک وہاں صرف کانٹوں دار تھوہر ہوگا جو انھیں نہ فربہ کریگا نہ بھوک رفع کرسکے گا۔ حضورؐ نے ایک بار آیت اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ کی تلاوت کر کے فرمایا، اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا کے سمندروں میں پڑ جائے تو روئے زمین کے تمام لوگوں کی خوراک خراب ہو جائے اس کا کیا حال ہوگا جس کی خوراک ہی یہی ہوگی (ترمذی وغیرہ) پھر اس زقوم کے کھانے کے ساتھ ہی انھیں جہنم کا کھولتا گرم پانی پلایا جائے گا۔ یا یہ مطلب کہ اس جہنمی درخت کو جہنمی پانی کے ساتھ ملا کر انھیں کھلایا پلایا جائے گا۔ اور یہ گرم پانی وہ ہوگا جو جہنمیوں کے زخموں سے پیپ وغیرہ کی شکل میں نکلا ہوگا۔ اور جو اُن کی آنکھوں سے اور فضلۂ حاجت کے راستے سے نکلا ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ جب پانی ان کے سامنے لایا جائے گا تو انھیں سخت ایذا ہوگی۔ اور بڑی کراہیت آئے گی۔ پھر جب وہ اُن کے منہ کے پاس لایا جائے گا تو اُس کی بھاپ سے ان کے چہرے کی کھال جھلس کر رہ جائے گی[عہ] اور جب اُس کا گھونٹ پیٹ میں جائے گا تو اُن کی آنتیں کٹ کر پاخانے کے راستے سے باہر آجائیں گی[عہ]۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت سعد بن جبیرؓ فرماتے ہیں جب جہنمی بھوک کی شکایت کریں گے، تو زقوم کھلایا جائے گا جس سے اُن کے چہروں کی کھالیں بالکل الگ ہو کر گر پڑیں گی۔ اس طرح انھیں پہچاننے والا اس میں اُن کے منہ کی پوری کھال دیکھ کر پہچان سکتا ہے کہ یہ فلاں ہے۔ پھر پیاس کی شدت سے بے تاب ہو کر وہ ہائے وائے پکاریں گے تو انھیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا گرم پانی دیا جائے گا جو چہرے کے سامنے آتے ہی چہرے کے گوشت کو جھلس دے گا۔ اور تمام گوشت گر پڑے گا۔ اور پیٹ میں جاکر آنتوں کو کاٹ دے گا اوپر سے لوہے کے ہتوڑے مارے جائیں گے اور ایک ایک عضو بدن الگ الگ جھڑ جائے گا۔ بُری طرح چیختے پیٹتے ہوں گے، فیصلہ ہوتے ہی اُن کا ٹھکانا جہنم ہو جائے گا جہاں اُن پر طرح طرح کے عذاب ہوتے رہیں گے جیسے اور آیت میں ہے يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ۝ جہنم اور آگ جیسے گرم پانی کے درمیان چکر کھاتے رہیں گے۔ حضرت عبد اللہؓ کی قرأت ثُمَّ اِنَّ مَقِيلَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيمِ ۝ ہے حضرت عبد اللہ کا فرمان ہے کہ واللہ آدھے دن سے پہلے ہی پہلے دونوں گروہ اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے اور وہیں قیلولہ یعنی دوپہر کا آرام کریں گے قرآن بتاتا ہے اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيلًا ۝ جنتی باعتبار رہائے قیام بہت بہتر ہوں گے اور باعتبار آرام گاہ کے بھی بہت اچھے ہوں گے۔ الغرض قیلولے کا وقت دونوں کا اپنی اپنی جگہ ہوگا۔ آدھے دن سے پہلے پہلے اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے۔ اس بنا پر یہاں ثُمَّ کا لفظ خبر پر خبر کے عطف کے لئے ہوگا۔ یہ اس کا بدلہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا، لیکن پھر بھی اُن ہی کے نقشِ قدم پر دوڑتے پھرتے۔ اور مجبوروں اور بے وقوفوں کی طرح اُن کے پیچھے ہو لئے۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِينَ ۝ ۵۰ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُّنْذِرِينَ ۝ ۵۱

اور ان سے پہلے بھی اگلے لوگوں میں اکثر گمراہ ہو چکے ہیں ۔ اور ہم نے اُن میں بھی ڈرانے والے (پیغمبر) بھیجے تھے

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ۝ ۵۲ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِينَ ۝ ۵۳

سو دیکھ لیجئے ان لوگوں کا کیسا (برا) انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا تھا ۔ ہاں مگر جو خدا کے خاص کئے ہوئے بندے تھے

گمراہی کی تاریخ بہت پرانی ہے

گذشتہ اُمتوں میں بھی اکثر لوگ گم کردہ راہ تھے شرک کرتے تھے۔ ان میں بھی خدا کے رسول آئے تھے جنھوں نے اُنھیں ہوشیار کر دیا تھا اور ڈرا دھمکا دیا تھا اور بتلا دیا تھا کہ اُن کے شرک و کفر اور تکذیبِ رسولؐ سے خدا تعالیٰ ناراض ہے اور اگر وہ باز نہ آئے تو انھیں عذاب ہوگا۔ پھر بھی جب انھوں نے نبیوں کی نافرمانی اور اعمالِ بد سے باز نہ آئے تو دیکھ لو کہ اُن کا کیا انجام ہوا، تہس نہس کر دیئے گئے، تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ ان

عہ اب بھی مشاہدہ ہے کہ تیز گرم پانی کے قریب ہونے سے جسم اذیت پاتا اور کھال متاثر ہوتی ہے عہ زہر آج بھی دیکھ سکتے ہیں کہ آنتوں کو کاٹ کاٹ کر نکال دیتا ہے۔

نیک کار خلوص والے خدا کے موحد بندے بچا لئے گئے اور عزت کے ساتھ رکھے گئے۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿١﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٢﴾

اور ہم کو نوحؑ نے پکارا سو ہم خوب فریاد سننے والے ہیں ۔ اور ہم نے اُن کو اور اُن کے تابعین کو بڑے بھاری غم سے نجات دی

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿٣﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿٤﴾ سَلٰمٌ

اور ہم نے باقی انہی کی اولاد کو رہنے دیا ۔ اور ہم نے اُن کے لئے پیچھے آنیوالے لوگوں میں یہ بات رہنے دی ۔ کہ نوح پر سلام

عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٥﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٦﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا

ہو عالم والوں میں ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں ۔ بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٨﴾

میں سے تھے ۔ پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو یعنی کافروں کو غرق کر دیا۔

صدائے نوح

اوپر کی آیتوں میں لوگوں کی گمراہی کا اجمالاً ذکر تھا ۔ ان آیتوں میں تفصیلی بیان ہے ۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تک رہے اور ہر وقت انھیں سمجھاتے بجھاتے رہے لیکن پھر بھی قوم گمراہی پر جمی رہی سوائے چند پاک باز لوگوں کے کوئی ایمان نہ لایا بلکہ ستاتے اور تکلیفیں دیتے رہے ۔ آخر خدا کے رسولؑ نے تنگ آکر دعا کی کہ خدایا میں عاجز آگیا تو میری مدد کر ۔ غضبِ خدا اُن پر نازل ہوا اور تمام کفار کو تو آب غرق کر دیا ۔ تو فرماتا ہے کہ نوحؑ نے تنگ آ کر ہماری جناب میں دعا کی ۔ ہم تو ہیں ہی بہترین طور پر دعاؤں کے قبول کرنے والے فوراً اُن کی دعا قبول فرمائی ۔ اور اُس تکذیب و ایذاء سے جو انھیں کفار سے روزمرہ پہنچ رہی تھی ۔ ہم نے بچا لیا ۔ اور اُن ہی کی اولاد سے پھر دنیا بسی ۔ کیونکہ وہی باقی بچے تھے ۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں تمام لوگ حضرت نوحؑ کی اولاد میں سے ہیں ۔ ترمذی کی مرفوع حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ سام ، حام اور یافث کی پھر اولاد پھیلی اور باقی رہی ۔ مسند میں یہ بھی ہے کہ سام پورے عرب کے باپ ہیں اور حام تمام حبش کے اور یافث تمام روم کے ۔ اس حدیث میں رومیوں سے مراد روم اول یعنی یونانی ہیں جو رومی بن لیطی بن یونان بن یافث بن نوح کی طرف منسوب ہیں ۔ حضرت سعید بن مسیبؒ کا ارشاد ہے کہ حضرت نوحؑ کے ایک لڑکے سام کی اولاد ، عرب ، فارسی اور رومی ہیں ۔ اور یافث کی اولاد ترک ، صقالبہ اور یاجوج ماجوج ہیں ۔ اور حام کی اولاد قبطی ، سوڈانی اور بربری ہیں واللہ اعلم ۔ حضرت نوحؑ کی بھلائی اور اُن کا ذکرِ خیر اُن کے بعد کے لوگوں میں خدا کی طرف سے زندہ رہا ۔ تمام انبیاءؑ کی حق گوئی کا نتیجہ یہی ہوتا ہے ۔ ہمیشہ اُن پر لوگ سلام بھیجتے رہیں گے اور اُن کی تعریفیں کرتے رہیں گے ۔ حضرت نوحؑ پر سلام ہو! یہ گویا اگلے جملے کی تفسیر ہے ۔ یعنی اُن کا ذکر بھلائی سے باقی رہنے کے معنی یہ ہیں کہ ہر امت اُن پر سلام بھیجتی رہتی ہے ۔ ہماری یہ عادت ہے کہ جو شخص خلوص کے ساتھ ہماری عبادت و اطاعت پر جم جائے ۔ ہم بھی اُس کا ذکرِ جمیل بعد والوں میں ہمیشہ کے لئے باقی رکھتے ہیں ۔ حضرت نوحؑ یقین و ایمان رکھنے والوں اور توحید پر جم جانے والوں میں سے تھے ۔ حضرت نوحؑ اور دعوتِ نوحؑ کو قبول کرنے والوں کا تو یہ انجام خیر

ع۵ سڑے ہوئے عضو کو جسم سے کاٹ کر علٰحدہ پھینک دینا کون کہتا ہے کہ ظلم ہے ؟ ظلم یہ ہے کہ اس مفلوج اور گندے عضو سے تمام صحیح و سالم جسم کو نقصان پہنچ دیا جائے ۔ نوح علیہ السلام نے جب یہ باور کر لیا تھا کہ اب انکی اصلاح نہیں ہو سکتی تو پوری کائنات پر یقیناً یہ ظلم ہوتا کہ اس سرکش قوم کے بقا و تحفظ کیلئے خدا تعالیٰ سے دعا کی جاتی محسن ہیں کائنات کے حضرت نوحؑ جن کی دعا سے اس بدبخت قوم سے پوری دنیا محفوظ ہو گئی۔

لیکن نوحؑ کے مخالفین غارت اور غرق کر دیئے گئے۔ ہاں ان کی بدیاں اور برائیاں رہ گئیں۔ جن کی وجہ سے مخلوق کی زبان پر اُن کے یہ بدترین افسانے چڑھ گئے۔

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۞ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۞ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ

اور نوح کے طریقہ والوں میں سے ابراہیم بھی تھے۔ جبکہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور

وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ۞ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ۞ فَمَا ظَنُّكُمْ

اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس (واہیات) چیز کی عبادت کیا کرتے ہو کیا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو اللہ کے سوا چاہتے ہو تو تمہارا رب العلمین

بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞

کے ساتھ کیا خیال ہے

صاحب قلب سلیم، ابراہیم علیہ السلام

ابراہیمؑ بھی نوحؑ کے دین پر تھے، انہی کے طریقے اور مسلک پر تھے۔ اپنے رب کے پاس سلیم دل لے کر آئے یعنی توحید والا جو اللہ تعالیٰ کو حق جانتا ہو۔ قیامت کو آنے والی مانتا ہو۔ مُردوں کو دوبارہ جینے والا سمجھتا ہو۔ شرک و کفر سے بیزار ہو۔ دوسروں پر لعن طعن کرنے والا نہ ہو۔ خلیل خدا نے اپنی تمام قوم سے اور اپنے باپ سے صاف فرمایا کہ یہ تم کس کی پوجا کر رہے ہو؟ خدا کے سوا دوسروں کی بندگی چھوڑ دو اور اپنے ان باطل معبودوں کی ارادت ترک کر دو۔ ورنہ جان لو کہ خداوند عالم تمہارے ساتھ کیا کچھ کرے گا اور تمہیں کیسی کچھ سخت ترین سزائیں دے گا۔

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۞ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ۞ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۞ فَرَاغَ

سو ابراہیم نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا اور کہہ دیا کہ میں بیمار ہونے کو ہوں غرض وہ لوگ ان کو چھوڑ کر چلے گئے تو یہ انکے بتوں میں

اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۞ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۞ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا

جا گھسے اور کہنے لگے کیا تم کھاتے نہیں ہو تم کو کیا ہوا تم تو بولتے بھی نہیں ہو پھر ان پر قوت کے ساتھ جا پڑے

بِالْيَمِيْنِ ۞ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ۞ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ۞ وَاللّٰهُ

اور مارنے لگے۔ سو وہ لوگ انکے پاس دوڑتے ہوئے آئے ابراہیم نے فرمایا کیا تم ان چیزوں کو پوجتے ہو جنکو خود تراشتے ہو

خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۞ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ۞ فَاَرَادُوْا

حالانکہ تم کو اور تمہاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے وہ لوگ کہنے لگے کہ ابراہیم کیلئے ایک آتشخانہ تعمیر کرو اور انکو اس دہکتی آگ میں ڈالدو۔ غرض ان لوگوں نے

بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ۞

ابراہیم کے ساتھ برائی کرنی چاہی تھی۔ سو ہم نے انہیں نیچا دکھایا۔

نگاہ حق جو

حضرت ابراہیم نے اپنی قوم سے یہ اس لئے فرمایا کہ وہ جب اپنے میلے میں چلے جائیں تو یہ ان کے عبادت خانے میں تنہا رہ جائیں اور ان کے بتوں کو توڑنے کا موقعہ مل جائے۔ اس لئے ایک ایسی بات کہی جو

درحقیقت سچی تھی لیکن اُن کی سمجھ میں جو مطلب اس کا آیا، اس سے آپ نے اپنا دینی کام نکال لیا۔ وہ تو اپنے اعتقاد کے بموجب حضرت ابراہیمؑ کو واقعی بیمار سمجھ بیٹھے اور انھیں چھوڑ کر چلتے بنے حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں جو شخص کسی امر میں غور و فکر کرے تو عرب کہتے ہیں اُس نے ستاروں پر نظریں ڈالیں۔ مطلب یہ ہے کہ غور و فکر کے ساتھ تاروں کی طرف نگاہ اُٹھائی اور سوچنے لگے کہ میں انھیں کس طرح ٹالوں؟ سوچ سمجھ کر فرمایا کہ میں سقیم ہوں یعنی ضعیف ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے صرف تین ہی جھوٹ بولے ہیں جن میں سے دو مرتبہ تو اللہ کے دین کے لئے۔ یعنی ایک بار اُن کا فرمانا۔ اِنِّیْ سَقِیْمٌ "۵۵" اور دوسرے اُن کا فرمانا بَلْ فَعَلَهٗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا "۱" اور ایک اُن کا حضرت سارہؓ کو اپنی بہن کہنا، تو یاد رہے کہ دراصل اُن میں حقیقی جھوٹ ایک بھی نہیں۔ انھیں تو صرف مجازاً جھوٹ کہا گیا ہے۔ کلام میں ایسی تعریض کسی شرعی مقصد کے لئے کرنا جھوٹ میں داخل نہیں۔ جیسے کہ حدیث میں ہے، کہ تعریض جھوٹ سے الگ ہے اور اس سے بے نیاز کر دیتی ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہؐ فرماتے ہیں، حضرت خلیلؑ کے تینوں کلمات میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس سے حکمتِ عملی کیا تھ اللہ کے دین کی بھلائی مقصود نہ ہو۔ حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں "میں بیمار ہوںؑ" سے مطلب مجھے طاعون ہو گیا ہے اور وہ لوگ ایسے مریض سے بھاگتے تھے حضرت سعیدؒ کا بیان ہے کہ خدا کے دین کی تبلیغ اُن کے جھوٹے معبودوں کی تردید کے لئے خدا کے خلیلؑ کی یہ حکمتِ عملی تھی، کہ ایک ستارے کو طلوع ہوتے دیکھ کر فرما دیا کہ میں سقیم ہوں۔ اوروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں بیمار ہونے والا ہوں یعنی یقیناً ایک مرتبہ مرض الموت آنے والا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مریض ہوں، یعنی میرا دل تمہارے اِن بتوں کی عبادت سے بیمار ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں، جب آپ کی قوم میلے میں جانے لگی . . . . تو آپ کو بھی مجبور کرنے لگی، آپ ہٹ گئے اور فرما دیا کہ میں سقیم ہوں اور آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ جب وہ انھیں تنہا چھوڑ کر چلدیئے، تو آپ نے بہ فراغت اُن کے معبودوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے وہ تو سب اپنی عید میں گئے اور آپ چپکے چپکے اور جلدی جلدی اُن کے بتوں کے پاس آئے، پہلے تو فرمایا کیوں جی تم کھاتے کیوں نہیں؟ یہاں آکر خدا کے خلیلؑ نے دیکھا کہ جو چڑھاوے اُن لوگوں نے ان بتوں پر چڑھا رکھے تھے وہ سب رکھے ہوئے تھے ان لوگوں نے تبرک کی غرض سے جو قربانیاں یہاں کی تھیں وہ سب یونہی پڑی ہوئی ہیں۔ یہ بت خانہ بہت بڑا وسیع اور مزیّن تھا۔ دروازے کے متصل ایک بہت بڑا بت تھا اور اُس کے اِردگرد اُس سے چھوٹے پھر اُن سے چھوٹے یونہی تمام بت خانہ بھرا ہوا تھا۔ اُن کے پاس مختلف قسم کے کھانے رکھے ہوئے تھے جو اس اعتقاد سے رکھے گئے تھے کہ یہاں رہنے سے متبرک ہو جائیں گے۔ پھر ہم کھالیں گے۔ ابراہیم نے اپنی بات کا جواب نہ پا کر پھر فرمایا یہ تمہیں کیا ہو گیا؟ بولتے کیوں نہیں؟ اب تو پوری قوت سے دائیں ہاتھ سے مار مار کر اُن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، ہاں بڑے بت کو چھوڑ دیا تاکہ اُس پر بدگمانی کی جا سکے، جیسے سورۂ انبیاء میں گزر چکا ہے اور وہیں اُسکی

ع گھڑیاں تو ایجاد اُس زمانے کی ہیں، وہ زمانہ جس میں گھڑیاں ایجاد نہوئی تھیں، ظاہر ہے کہ تعیین وقت کے لئے نظر ستاروں ہی پر رکھنا ہوتی تھی آج بھی جہاں گھڑیاں نہیں پہونچ سکیں، کام تعیین، اوقات کا ستاروں ہی سے لیا جاتا ہے اور پھر اہل کلدانیہ (بابل) تو ستاروں سے شگون و فال لینے کے گویا کہ عاشق تھے، نظر ابراہیم علیہ السلام کی ستاروں کی طرف اٹھی حسب عادت کلدانیہ والے سمجھے کہ ستاروں سے اپنا مستقبل دریافت کر رہے ہیں انی سقیم" پر اعتراضات چلے آتے ہیں کہ ابراہیم بیمار نہ تھے، پھر انہوں نے خود کو بیمار کیسے کہدیا لیکن ایک سوال تو خود اس سوال ہی پر ہوتا ہے، وہ یہ کہ قرآن میں تو کہیں اسکا ذکر نہیں کہ ابراہیم بیمار نہ تھے پھر بیمار نہ ہونے کا فیصلہ اور ابراہیم پر غلط بیانی کا الزام کہاں سے لگایا گیا رہ جاتی ہے وہ حدیث جسمیں اس کا ذکر آیا ہے کہ ابراہیم نے جھوٹ بولا تو محدثین کا قول یہ بھی ہے کہ ابراہیم پر غلط بیانی کا الزام لگانے سے تو بہتر یہ ہے کہ کسی راوی ہی کو جھوٹا سمجھکر اس حدیث ہی کو نہ مانو۔ اور "انی سقیم" کے معنے بعض مفسرینؒ نے یہ بھی بیان کئے ہیں کہ میں آئندہ بیمار ہونیوالا ہوں جیسا کہ کشاف میں ہے کہ (اے مشارف للسقم)۔

پوری تفسیر بھی بیان ہو چکی ہے بت پرست جب اپنے میلے سے واپس ہوئے اور بت خانے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ان کے سب خدا ٹوٹے پھوٹے پڑے ہوئے ہیں کسی کا ہاتھ نہیں، کسی کا پاؤں نہیں کسی کا سر نہیں کسی کا دھڑ نہیں۔ حیران ہو گئے کہ یہ کیا ہوا؟ آخر سوچ سمجھ کر بحث مباحثے کے بعد معلوم کر لیا کہ ہو نہ ہو یہ کام ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ اب سارے کے سارے ہل جل کر خلیل الرحمٰن علیہ السلام والغفران کے پاس دوڑے بھاگے، دانت پیستے بلتے بگڑتے آئے۔ خلیل اللہ کو تبلیغ کا اور انھیں قائل معقول کرنے کا اور سمجھانے کا اچھا موقع ملا۔ فرمانے لگے کیوں ان چیزوں کی پرستش کرتے ہو جنھیں تم خود بناتے ہو۔ اپنے ہاتھوں سے گھڑتے اور تراشتے ہو۔ حالانکہ تمہارا اور تمہارے اعمال کا خالق اللہ ہی ہے۔ ممکن ہے کہ اس آیت میں مَا مصدریہ ہو اور ممکن ہے کہ اَلَّذِی کے معنی میں ہو۔ لیکن دونوں معنی میں تلازم ہے گو پہلے معنے زیادہ واضح ہیں، چنانچہ امام بخاری رح کی کتاب افعال عباد میں ایک مرفوع حدیث ہے کہ اللہ تو ہر صانع اور اس کی صنعت کو پیدا کرتا ہے پھر بعضوں نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ چونکہ اس پاک و صاف بات کا کوئی جواب ان کے پاس نہ تھا تو تنگ آ کر دشمنی پر اور سفلہ پن پر اتر آتے ہیں اور کہنے لگے ایک بنیان بناؤ اس میں آگ جلاؤ اور اس کو اس میں ڈال دو۔ چنانچہ یہی انہوں نے کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ السلام کو اس سے نجات دی۔ اُن ہی کو غلبہ دیا اور انہی کی مدد فرمائی۔ گو انہوں نے ان کو برائی پہنچانی چاہی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے خود انھیں ذلیل کر دیا۔ اس کا پورا بیان اور کامل تفسیر سورۂ انبیاء میں گزر چکی ہے وہیں دیکھ لی جائے۔

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ

اور ابراہیم کہنے لگے کہ میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں وہ مجھ کو (اچھی جگہ) پہنچا ہی دے گا۔ اے میرے رب مجھ کو ایک نیک فرزند دے۔ سو ہم نے انکو ایک

بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ

حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم کیساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم نے فرمایا کہ برخوردار میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو بامر الٰہی ذبح کر رہا

فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾

ہوں سو تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہو وہ بولے ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ (بلا تامل) کیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ آپ مجھ کو سہار کرنے والوں میں سے دیکھیں گے

فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ج

غرض جب دونوں نے خدا کے حکم کو تسلیم کر لیا اور باپ نے بیٹے کو (ذبح کرنے کیلئے) کروٹ پر لٹایا اور چاہتے تھے کہ گلا کاٹ ڈالیں اس وقت ہم نے انکو آواز دی کہ اے ابراہیم (شاباش) تم نے خواب

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ

کو خوب سچ کر دکھایا ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض

عَظِیْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِی

دیا اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات انکے لئے رہنے دی کہ ابراہیم پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا

الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۲﴾

کرتے ہیں بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے اور ہم نے ان پر یہ کیا کہ (ایک انعام) انکو اسحٰق کی بشارت دی کہ نبی اور نیک بختوں میں سے

ع ۳ وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰۤی اِسْحٰقَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ ﴿۱۱۳﴾

اور ہم نے ابراہیم پر اور اسحٰق پر برکتیں نازل کیں اور (پھر آگے) ان دونوں کی نسل میں بعضے تو نیک بخت ہیں اور بعضے ایسے بھی جو (بدیاں کر کے) صریحاً اپنا نقصان کر رہے ہیں

ایک خواب

خلیل خدا اب اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس ہو گئے۔ بڑی بڑی نشانیاں دیکھ کر بھی جب انھیں ایمان نصیب نہ ہوا تو آپ نے اُن سے علیحدہ ہو جانا پسند فرمایا اور اعلان کر دیا کہ میں اب ہجرت کر جاؤں گا۔ میرا رہنما میرا رب ہے۔ ساتھ ہی رب سے اولاد ہونے کی دعا مانگی تاکہ وہ بھی توحید میں آپ کا ساتھ دے۔ اُسی وقت دعا قبول ہوتی ہے اور ایک بُردبار بچے کی بشارت دی جاتی ہے، یہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے یہی آپ کے پہلے صاحبزادے تھے اور حضرت اسحٰقؑ سے بڑے تھے۔ اسے تو اہل کتاب بھی مانتے ہیں۔ بلکہ ان کی کتاب میں موجود ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر چھیاسی سال کی تھی اور جس وقت حضرت اسحٰقؑ تولد ہوئے ہیں اُس وقت آپ کی عمر ننانوے ۹۹ برس کی تھی، بلکہ اُن کی اپنی کتاب میں تو یہ بھی ہے کہ جناب ابراہیمؑ کو اپنے اکلوتے فرزند کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا۔ لیکن صرف اس لئے کہ نبی اللہ حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں سے یہ ہیں۔ اور نبی اللہ و ذبیح اللہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے عرب ہیں انہوں نے واقعہ کی اصلیت بدل دی اور اس فضیلت کو حضرت اسماعیلؑ سے ہٹا کر حضرت اسحاقؑ کو دیدی اور بیجا تاویلیں کر کے خدا کے کلام کو بدل ڈالا۔ اور کہا کہ ہماری کتاب میں لفظ وَحِیْدَکَ ہے اس سے مُراد اکلوتا نہیں، بلکہ جو تیرے پاس اس وقت اکیلا ہے وہ ہے۔ یہ اس لئے کہ حضرت اسماعیلؑ تو اپنی والدہ کے ساتھ مکّے میں تھے۔ یہاں خلیل اللہؑ کے ساتھ صرف اسحاقؑ تھے لیکن یہ بالکل غلط ہے "وَحِیْدَکَ" اُسی کو کہا جاتا ہے جو اکلوتا ہو، اس کا اور کوئی بھائی نہ ہو پھر یہاں ایک بات اور بھی ہے کہ اکلوتے بچے کے ساتھ جو محبت ہوتی ہے اور اس کے جو لاڈ چاؤ ہوتے ہیں عموماً دوسری اولاد کے ہونے پر وہ باقی نہیں رہتے۔ اس لئے اُس کے ذبح کا حکم، امتحان اور آزمائش کی زبردست کڑی ہے ہم اسے مانتے ہیں کہ بعض سلف بھی اس کے قائل ہوئے ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسحٰقؑ تھے یہاں تک کہ بعض صحابہؓ سے بھی یہ منقول ہے لیکن یہ چیز کتاب و سنت سے ثابت نہیں ہوتی، بلکہ خیال یہ ہے کہ بنو اسرائیل کی ایک شہرت دی ہوئی بات کو ان حضرات نے بھی بے دلیل اپنے ہاں لے لیا۔ دور کیوں جائیں کتاب اللہ کے الفاظ میں ہی غور کر لیجئے کہ حضرت اسماعیلؑ کی بشارت کا غلام حلیم کہہ کر اعلان ہوا پھر راہِ خدا میں ذبح کے لئے تیار ہونے کا ذکر ہوا۔ اس تمام بیان کو ختم کر کے پھر بھی نبی صالح حضرت اسحاقؑ کے تولد کی بشارت کا بیان ہوا اور فرشتوں نے بشارت اسحاقؑ کے موقع پر غلام علیم فرمایا تھا۔ اسی طرح قرآن میں ہے اور بشارتِ اسحاقؑ کے ساتھ ارشاد ہوا ہے وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ یعنی حضرت ابراہیمؑ کی حیات میں ہی حضرت اسحاقؑ کے ہاں حضرت یعقوبؑ پیدا ہوں گے۔ یعنی اُن کی تو نسل جاری رہنے کا پہلے ہی علم کرایا جا چکا تھا اب انھیں ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا؟ اسے ہم پہلے ہی بیان کر چکے۔ البتہ حضرت اسماعیلؑ کا وصف یہاں پر بردباری کو بیان کیا گیا ہے جو ذبیح کے لئے نہایت مناسب ہے۔ اب حضرت اسماعیلؑ بڑے ہو گئے اپنے والد کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے۔ آپ اس وقت مع اپنی والدہ محترمہ کے فاران میں تھے حضرت ابراہیمؑ عموماً وہاں جاتے آتے رہتے تھے یہ بھی مذکور ہے کہ براق پر جاتے تھے اور اس جملے کے یہ معنی بھی ہیں کہ جوانی کے لگ بھگ ہو گئے لڑکپن کا زمانہ نکل گیا اور باپ کی طرح چلنے پھرنے اور کام کاج کرنے کے قابل بن گئے تو حضرت ابراہیمؑ نے خواب دیکھا کہ گویا آپ اپنے اس پیارے بچے کو ذبح کر رہے ہیں انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں اور اس کی دلیل یہی آیت ہے ایک مرفوع روایت میں بھی یہ ہے۔ پس خدا کے رسولؑ نے اپنے لختِ جگر کی آزمائش کے لئے اور اس لئے بھی کہ اچانک ذبح کرنے سے وہ گھبرا نہ جائیں اپنا ارادہ اور رویا صادقہ اُن پر ظاہر کیا۔ وہاں کیا تھا وہ بھی اُسی درخت کے پھل تھے، نبی ابن نبی تھے۔ جواب دیتے ہیں کہ ابا پھر دیر کیوں لگا رہے ہو یہ باتیں بھی پوچھنے کی ہوتی ہیں؟ جو حکم ہوا ہے اسے فوراً کر ڈالئے اور اگر میری نسبت کھٹکا ہو تو زبانی اطمینان کیا کراؤں چھری رکھئے معلوم ہو جائے گا کہ میں کیسا اچھا صابر ہوں۔ انشاء اللہ میرا صبر آپ کا جی خوش کرے گا۔ سبحان اللہ جو کہا تھا وہی کر کے دکھا دیا اور صادق الوعد ہونے کی سند خدا کی طرف سے حاصل کر ہی لی۔ آخر باپ بیٹے دونوں حکم خدا کی اطاعت کے لئے تیار ہو جاتے ہیں باپ بچے کو ذبح کرنے کے لئے اور بچہ راہِ خدا میں اپنے باپ کے ہاتھوں اپنا گلا کٹوانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور باپ اپنے نورِ چشم لختِ جگر کو مُنہ کے بل زمین پر گراتے

تاکہ ذبح کے وقت منہ دیکھ کر محبت نہ آجائے اور ہاتھ سست نہ پڑ جائے۔ مُسندِ احمدؒ میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم
اپنے نورِ نظر کو ذبح کرنے کے لئے بحکم خدا لے چلے تو سعی کے وقت شیطان سامنے آیا لیکن حضرت ابراہیمؑ اس سے آگے بڑھ گئے
پھر حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ آپ جمرۂ عقبہ پر پہنچے تو پھر شیطان سامنے آیا آپ نے اس کو کنکریاں ماریں پھر جمرہ وسطیٰ کے
پاس آیا پھر وہاں سات کنکریاں ماریں۔ پھر آگے بڑھ کر اپنے پیارے بچے کو خدا کے نام پر ذبح کرنے کے لئے پچھاڑا اور ذبیح اللہ
کے جسم پر اس وقت سفید چادر تھی کہنے لگے کہ ابا جی اسے اُتار لیجئے تاکہ اس میں آپ مجھے کفنا سکیں۔ آہ! اس وقت خود اپنے بیٹے کو ننگا کرتے
ہوئے باپ کا عجب حال تھا کہ آواز آئی بس ابراہیم خواب کو سچا کر چکے۔ مڑ کر دیکھا تو ایک بھیڑا سفید رنگ بڑے بڑے سینگوں اور صاف
آنکھوں والا نظر پڑا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اسی لئے ہم اس قسم کے بھیڑے چن چن کر قربانی کے لئے لیتے تھے ابن عباس ہی سے
دوسری روایت میں حضرت اسحاقؑ کا نام منقول ہے۔ تو گو دونوں نام آپ سے مروی ہیں لیکن اوّل ہی اولیٰ ہے اور اس کی دلیلیں
آرہی ہیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ اس کے بدلے بڑا ذبیحہ خدا نے عطا فرمایا اس کی بابت حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ یہ جنتی بھیڑا تھا جو وہاں
چالیس سال سے کھا پی رہا تھا۔ اسے دیکھ کر آپ اپنے بچے کو چھوڑ اس کے پیچھے ہو لئے۔ جمرۂ اولیٰ پر آکر سات کنکریاں پھینکیں۔ پھر
وہ بھاگ کر جمرۂ وسطیٰ پر آگیا۔ سات کنکریاں یہاں ماریں۔ پھر جمرۂ کبریٰ کے پاس سات کنکریاں ماریں اور وہاں سے منحر پر لا کر ذبح
کیا۔ اس کے سینگ سرمیت ابتداءِ اسلام کے زمانہ تک کعبے کے پرنالے کے پاس لٹک رہے تھے پھر سوکھ گئے۔ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ
اور حضرت کعبؓ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ تو حدیثیں بیان کر رہے تھے اور حضرت کعبؓ کتاب کے قصے
بیان کر رہے تھے۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا۔ رسول اللہ کا فرمان ہے کہ ہر نبی کے لئے ایک دعا قبول شدہ ہے اور میں نے
اپنی اس مقبول دعا کو پوشیدہ کر کے رکھ چھوڑا ہے اپنی امّت کی شفاعت کے لئے جو بروزِ قیامت ہوگی تو حضرت کعبؓ نے
فرمایا تم نے خود اُسے حضورؐ سے سُنا ہے؟ فرمایا ہاں۔ حضرت کعبؓ خوش ہوئے اور فرمانے لگے تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں
یا فرمایا حضورؐ پر میرے ماں باپ فدا ہو جائیں پھر حضرت کعبؓ نے حضرت ابراہیم خلیلؑ کا قصہ سُنایا کہ جب آپ اپنے لڑکے حضرت
اسحاقؑ کو ذبح کرنے کے لئے مستعد ہو گئے تو شیطان نے کہا کہ اگر میں اس وقت ان کو نہ بہکا سکا تو مجھے ان سے عمر بھر کے
لئے مایوس ہو جانا چاہئے پہلے تو یہ حضرت سارہؓ کے پاس آیا اور پوچھا کہ ابراہیم تمہارے لڑکے کو کہاں لے گئے ہیں؟ انہوں نے
جواب دیا اپنے کسی کام پر لے گئے ہیں۔ اس نے کہا نہیں بلکہ وہ تو ذبح کرنے کے لئے لے گئے ہیں۔ وہ بولیں وہ اسے کیوں ذبح کرنے
لگے؟ لعین نے کہا وہ کہتے ہیں خدا کا انہیں حکم ہے۔ جواب ملا پھر تو یہی بہتر ہے کہ وہ جلدی سے خدا کے حکم کی بجا آوری سے فارغ ہو لیں
یہاں سے نامراد ہو کر یہ بچے کے پاس آیا اور کہا تمہارے ابا تمہیں کہاں لئے جاتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا اپنے کام کے لئے۔ کہا
نہیں بلکہ وہ تجھے ذبح کرنے کے لئے لے جا رہے ہیں۔ فرمایا یہ کیوں؟ کہا اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں خدا کا انہیں حکم ہے کہا پھر تو واللہ انہیں
اس کام میں بہت جلدی کرنی چاہئے ان سے بھی مایوس ہو کر یہ ملعون خلیل اللہ کے پاس پہنچا ان سے کہا بچے کو کہاں لے جا رہے ہو؟
جواب دیا۔ اپنے کام کے لئے۔ ملعون نے کہا نہیں، بلکہ تم اُسے ذبح کرنے کے لئے لے جا رہے ہو! آپ نے فرمایا یہ کیوں؟ بولا
اس لئے کہ تمہارا خیال ہے کہ خدا کا حکم تمہیں یونہی ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم پھر تو میں ضرور ہی اسے ذبح کر ڈالوں گا۔ اب ابلیس
مایوس ہو گیا۔ دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ اس تمام واقعہ کے بعد جناب باری نے حضرت اسحاقؑ سے فرمایا کہ ایک دعا تم مجھ سے مانگو
جو مانگو گے ملے گا۔ حضرت اسحاقؑ نے کہا پھر میری دعا یہ ہے کہ جس نے تیرے ساتھ شریک نہ کیا ہو۔ اسے تو ضرور جنت میں لے جانا
رسول اللہ صلعم نے فرمایا اے اللہ تو نے مجھے اختیار دیا کہ میں دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کر لوں یا تو یہ کہ میری نصف امت بخشی جائے
یا یہ کہ میں شفاعت کروں اور اسے اللہ تو قبول فرمالے تو میں نے شفاعت کرنے کو ترجیح دی۔ اس اُمید پر کہ وہ عام ہوگی ہاں ایک دعا
تھی کہ میں وہی کرتا لیکن خدا کا ایک نیک بندہ مجھ سے پہلے ہی اس دعا کو مانگ چکا تھا واقعہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے حضرت اسحاقؑ

سے ذبح ہونے کی تکلیف دور کر دی۔ تو اُن سے فرمایا گیا کہ مانگو۔ جو مانگو گے دیا جائے گا، تو حضرت اسحاقؑ نے فرمایا واللہ شیطان کے بہکانے سے پہلے ہی میں اسے مانگ لوں گا۔ خدایا جو شخص اس حالت میں مرا ہو کہ اُس نے تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو اُسے بخش دے اور جنت میں پہنچا دے۔ یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے۔ لیکن سند غریب اور منکر ہے۔ اور ایک کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلمؒ ضعیف ہیں اور مجھے تو یہ بھی ڈر ہے کہ یہ الفاظ کہ جب اللہ نے حضرت اسحاقؑ سے، آخر تک اپنے نہوں جنہیں انہوں نے حدیث میں داخل کر دیئے ہیں۔ ذبیح اللہ تو حضرت اسماعیلؑ ہیں۔ محلِ ذبح منیٰ ہے اور وہ مکہ میں ہے اور حضرت اسماعیلؑ یہیں تھے نہ کہ حضرت اسحٰق وہ تو شہر کنعان میں تھے جو شام میں ہے۔ جب حضرت ابراہیمؑ اپنے پیارے بچے کو ذبح کرنے کے لئے لٹاتے ہیں تو جناب باری سے ندا آتی ہے کہ بس ابراہیمؑ تم اپنے خواب کو پورا کر چکے۔ سدیؒ سے روایت ہے کہ جب خلیل اللہؑ نے ذبیح اللہؑ کے حلق پر چھری پھیری تو گردن تانبے کی ہوگئی اور نہ کٹی اور یہ آواز آئی، ہم اسی طرح نیک کاروں کو بدلہ دیتے ہیں۔ یعنی سختیوں سے بچا لیتے ہیں اور چھٹکارا کر دیتے ہیں۔ جیسے فرمایا، اللہ سے ڈرتے رہنے والوں کے لئے اللہ تو نجات کی صورت نکال ہی دیتا ہے اور اسے اس طرح روزی پہنچاتا ہے کہ اس کے گمان و وہم میں بھی نہ ہو، اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی کافی ہے، اللہ اپنے کاموں کو پورا کر چھوڑتا ہے ہر چیز کا اس نے اندازہ مقرر کر رکھا ہے، اس آیت سے اس پر استدلال کیا ہے کہ فعل پر قدرت پانے سے پہلے ہی حکم منسوخ ہو سکتا ہے۔ ہاں معتزلہ اس کو نہیں مانتے وجہ استدلال بہت ظاہر ہے اس لئے کہ خلیل خدا کو اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم ہوتا ہے اور پھر ذبح سے پہلے ہی فدیے کے ساتھ منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ مقصود اس سے یہ تھا کہ صبر کا وہ بجا آوری حکم پر مستعدی کا ثواب مرحمت فرما دیا جائے۔ اسی لئے ارشاد ہوا یہ تو صرف ایک آزمائش تھی، کھلا امتحان تھا کہ ادھر حکم ہوا ادھر تیاری ہوئی۔ اسی لئے جناب خلیلؑ کی تعریف میں قرآن میں ہے کہ "ابراہیم بڑا وفادار تھا"۔ بڑے ذبیحے کے ساتھ اُن کا فدیہ ہم نے دیا۔ سفید رنگ، بڑی آنکھوں اور بڑے سینگوں والا عمدہ خوراک سے پلا ہوا مینڈھا فدیہ میں دیا گیا۔ جو ثبیر میں ببول کے درخت سے بندھا ہوا ملا۔ جو جنت میں چالیس سال چرتا رہا۔ منیٰ میں ثبیر کے پاس جو چٹان ہے اُس پر یہ جانور ذبح کیا گیا۔ یہ چرتا ہوا اوپر سے اترا تھا۔ یہی وہ مینڈھا ہے جسے ہابیل نے راہِ خدا میں قربان کیا تھا اس کی اُون فدیے سرخی مائل تھی اس کا نام جریر تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ مقام ابراہیم پر اُسے ذبح کیا اور کوئی کہتا ہے منیٰ میں منحر پر ایک شخص نے اپنے آپ کو راہِ خدا میں ذبح کرنے کی منت مانی تھی تو حضرت ابن عباسؓ نے اُسے ایک سو اونٹ ذبح کرنے کا فتوےٰ دیا تھا۔ لیکن پھر فرماتے تھے کہ اگر میں اُسے ایک بھیڑ کی ذبح کرنے کو کہتا تب بھی کافی تھا۔ کیونکہ کتاب اللہ میں ہے کہ حضرت ذبیح اللہ کا فدیہ اسی سے دیا گیا تھا۔ اکثر لوگوں کا یہی قول ہے بعض کہتے ہیں یہ پہاڑی بکرا تھا کوئی کہتا ہے نر ہرن تھا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کو بلا کر حضورؐ نے فرمایا۔ میں نے مینڈھے کے سینگ بیت اللہ شریف میں داخلہ کے وقت اندر دیکھے تھے اور مجھے یاد نہ رہا کہ میں تجھے اون کے ڈھانک دینے کا حکم دوں، جا کر اُسے ڈھک دو۔ بیت اللہ میں کوئی ایسی چیز نہ ہونی چاہیے جو نمازی کو اپنی طرف متوجہ کر لے۔ حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں، اس مینڈھے کے بیت اللہ میں ہی رہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ بیت المقدس میں آگ لگی، اس میں وہ جل گئے یہ واقعہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیلؑ تھے اسی وجہ سے اُن کی اولاد قریش تک یہ سینگ برابر وراثتاً چلے آئے یہاں تک کہ حضورؐ کو خدا نے مبعوث فرمایا۔ واللہ اعلم "اُن آثار کا بیان جن میں ذبیح اللہ کا نام ہے"۔ ابو میسرہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ نے بادشاہِ مصر سے فرمایا، "کیا تو میرے ساتھ کھانا چاہتا ہے؟ میں یوسف بن یعقوب نبی اللہ بن اسحاق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ ہوں"۔ (عبید بن عمیرؒ) حضرت موسیٰؑ نے جناب باری میں عرض کی کہ خدایا کیا وجہ ہے جو لوگوں کی زبانوں پر یہ چڑھا ہوا ہے کہ ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ کے خدا کی قسم۔ تو جواب ملا۔ کہ اس لئے کہ ابراہیمؑ نے تو ہر ہر چیز پر مجھ ہی کو ترجیح دی اور اسحاق نے اپنے آپ کو میری لئے

ؐ حدیث میں ہے کہ یہ ایک دنبہ تھا۔ عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ جنت کی چیز پر فنا طاری کس طرح ہوئی، کیونکہ جب اس نا سوتی دنیا میں عقوہ کیا پر لا ...

میں ذبح ہونے کے لئے سپرد کر دیا پھر بھلا اور چیزیں اُسے پیش کرنا کیا مشکل تھیں؟ اور یعقوبؑ کو میں جوں جوں بلاؤں میں ڈالتا گیا اُس کا حسن ظن میرے ساتھ بڑھتا ہی رہا۔ حضرت ابن مسعودؓ کے سامنے ایک مرتبہ کسی نے فخراً اپنے باپ دادا کا نام لیا۔ تو آپ نے فرمایا قابل فخر باپ دادے تو حضرت یوسفؑ کے تھے۔ عکرمہؒ، ابن عباسؓ اور خود عباسؓ، علی رضؓ، سعید بن جبیرؒ، مجاہدؒ، شعبیؒ، عبید بن عمیرؒ، ابو میسرہؒ، زید بن اسلمؒ، عبداللہ بن شقیقؒ، زہریؒ، قاسم بن ابو برزہؒ، مکحولؒ، عثمان بن ابی حاصم، سدیؒ، حسنؒ، قتادہؒ، ابو الہذیل، ابن سابطؒ، کعب احبار وغیرہ ان سب کا یہی قول ہے اور ابن جریرؒ بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاقؑ تھے۔ صحیح علم تو خدا کو ہی ہے مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان سب بزرگوں کے اُستاد حضرت کعب احبار ہیں۔ یہ خلافت فاروقی میں مسلمان ہوئے تھے اور کبھی کبھی حضرت عمرؓ کو قدیمی کتابوں کی باتیں سناتے تھے۔ لوگوں نے اُسے رخصت سمجھ کر پھر اُن سے ہر ایک بات بیان کرنی شروع کر دی اور صحیح غلط کی تمیز اُٹھ گئی۔ حق تو یہ ہے کہ اس اُمت کو اگلی کتابوں کی ایک بات کی بھی حاجت نہیں بغویؒ نے کچھ اور نام بھی صحابہؓ اور تابعینؒ کے بتلائے ہیں۔ جنھوں نے کہا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاقؑ ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے اگر وہ حدیث صحیح ہوتی تو جھگڑے کا فیصلہ تھا۔ مگر وہ حدیث صحیح نہیں اس میں دو راوی ضعیف ہیں۔ حسن بن دینار متروک ہیں اور علی بن زید بن جدعان منکر الحدیث ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ بھی موقوف۔ چنانچہ ایک سند سے یہ مقولہ حضرت ابن عباسؓ کی مروی ہے اور یہی زیادہ ٹھیک ہے۔ واللہ اعلم۔ اب اُن آثار کو سنئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیلؑ ہی تھے اور یہی ٹھیک اور بالکل درست بھی ہے۔ ابن عباسؓ یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہودی حضرت اسحاق کا نام غلط لیتے ہیں۔ ابن عمرؓ، مجاہدؒ، شعبیؒ، حسن بصریؒ، محمد بن کعبؒ قرظی، خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے جب محمد بن قرظیؒ نے یہ فرمایا اور ساتھ ہی اس کی دلیل بھی دی کہ ذبح کا ذکر کرنے کے بعد قرآن میں خلیل اللہؑ کو حضرت اسحاقؑ کے پیدا ہونے کی بشارت کا ذکر ہے اور ساتھ ہی بیان ہے کہ اُن کے ہاں بھی لڑکا ہوگا۔ یعقوب نامی جب اُنکی اور ان کے ہاں لڑکا ہونے کی بشارت دی گئی تھی، پھر باوجود ان کے ہاں لڑکا نہ ہونے کے اس سے پیشتر ہی اُن کے ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا؟ تو حضرت عمرؒ نے فرمایا یہ بہت صاف دلیل ہے میرا ذہن اس پر نہیں پہنچا تھا گو یہ میں بھی جانتا تھا کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیلؑ ہی ہیں۔ پھر شاہ اسلام نے شام کے ایک یہودی عالم سے پوچھا جو مسلمان ہو گئے تھے کہ تم اس بارے میں کیا علم رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ امیر المسلمین سچ تو یہ ہے کہ جن کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا وہ حضرت اسمٰعیل تھے لیکن چونکہ عرب اُن کی اولاد میں سے ہیں تو بزرگی ان کی طرف لوٹتی ہے۔ اس حسد کے بارے یہودیوں نے اُسے بدل دیا۔ اور حضرت اسحاق کا نام لے دیا حقیقی علم اللہ ہی کو ہے ہمارا ایمان ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ دونوں ہی طاہر اور طیب اور خدا کے سچے فرماں بردار تھے۔ "کتاب الزہد" میں ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؒ نے اپنے والد سے جب یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ ذبح ہونیوالے حضرت اسماعیلؑ ہی تھے حضرت علی حضرت ابن عمر، ابو الطفیل، سعید بن مسیب، سعید بن جبیر حسن، مجاہد، شعبی، محمد بن کعب، ابو جعفر محمد بن علی، ابو صالح رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے، امام بغویؒ نے اور بھی صحابہؓ اور تابعین کے نام گنوائے ہیں۔ ایک غریب حدیث بھی اسی کی تائید میں موجود ہے۔ اس میں ہے کہ شام میں امیر معاویہؓ کے سامنے یہ بحث چھڑی کہ ذبیح اللہ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا اچھا ہوا جو یہ معاملہ مجھ جیسے باخبر شخص کے پاس آیا۔ سنو! ہم آنحضرتؐ کے پاس تھے کہ ایک شخص آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا "اے دو راہِ خدا میں ذبح ہونیوالوں کی نسل کے رسولؐ! مجھے بھی مالِ غنیمت میں سے کچھ دلوائیے۔" اس پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶ ملاحظہ ہو) عالم میں وہ آیا خواص بھی یہی ہیں کہ ایک ساتھ لگے جن میں سے ایک فنا کو قبول کرنا بھی ہے ذبح اولاد کی نذر صحیح ہے یا غلط فقہاء میں کافی اختلاف ہے جواب پھر خود یہ دیتے ہیں کہ ابراہیم نے یا امتثال امر کیا تھا ایفاء عہد یعنی نذر نہیں تھی، اسلئے لڑکے کو ذبح کرنے کی نذر بالاتفاق ناجائز ہے لیکن اگر کوئی احمق ایسی نذر کر ہی بیٹھے تو امام مالک کے یہاں بکری قربان کرے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ یہ معصیت ہے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸ پر ملاحظہ ہو)

آپ مسکرا دیئے: ایک تو ذبیح اللہ حضور کے والد عبد اللہ تھے دوسرے حضرت اسماعیلؑ جن کی نسل سے آپ ہیں۔ عبد اللہ کے ذبیح اللہ ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ آپ کے دادا عبد المطلب نے جب چاہِ زمزم کھودا تو نذر مانی تھی کہ اگر یہ کام آسانی سے پورا ہو گیا تو اپنے ایک لڑکے کو راہِ خدا میں ذبح کر دوں گا۔ جب کام ہو گیا اور قرعہ اندازی کی گئی کہ کس بیٹے کو نامِ خدا پر ذبح کریں۔ تو حضورؐ کے والد عبد اللہ کا نام نکلا۔ اُن کی ننھیال والوں نے کہا۔ آپ ان کی طرف سے ایک سو اونٹ راہِ خدا میں ذبح کر دیں۔ چنانچہ وہ ذبح کر دیئے گئے، اور اسمٰعیلؑ کے ذبیح اللہ ہونے کا واقعہ تو مشہور ہی ہے۔ ابن جریر میں یہ روایت موجود ہے اور مغازی اموی میں بھی۔ امام ابن جریرؒ نے حضرت اسحاقؑ کے ذبیح اللہ ہونے کی ایک دلیل تو یہ پیش کی ہے کہ جس حلیم بچے کی بشارت کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت اسحاقؑ ہیں، قرآن میں ایک اور جگہ ہے۔ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ۔ اور حضرت یعقوبؑ کی بشارت کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچ گئے تھے اور ممکن ہے کہ یعقوبؑ کے ساتھ ہی کوئی اور اولاد بھی ہوئی ہو۔ اور کعبۃ اللہ میں سینگوں کی موجودگی کے بارے میں فرماتے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ یہ بلادِ کنعان سے لا کر یہاں رکھے گئے ہوں۔ اور بعض لوگوں سے حضرت اسحاقؑ کے نام کی صراحت بھی آئی ہے۔ لیکن یہ سب باتیں حقیقت سے بہت دُور ہیں۔ ہاں حضرت اسماعیلؑ کے ذبیح اللہ ہونے پر محمد بن کعب قرظی کا استدلال بہت صاف اور قوی ہے واللہ اعلم پہلے ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ کے تولد ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ یہاں اس کے بعد ان کے بھائی حضرت اسحاق کی بشارت دی جا رہی ہے۔ سورۂ ہود اور سورۂ حجر میں بھی اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ نبیًا حال مقدرہ ہے یعنی وہ نبی صالح ہو گا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں، ذبیح اسماعیلؑ تھے اور یہاں نبوتِ حضرت اسحاقؑ کی بشارت ہے۔ جیسے حضرت موسیٰؑ کے بارے میں فرمان ہے کہ ہم نے انھیں اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون کو نبی بنا دیا۔ حالانکہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ سے بڑے تھے۔ تو یہاں بھی اُن کی بشارت کی ضرورت ہے۔ پس یہ بشارت اس وقت دی گئی جب کہ امتحانِ ذبح میں وہ صابر ثابت ہوئے۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ بشارت دو مرتبہ دی گئی؛ پیدائش سے کچھ قبل اور نبوت سے کچھ قبل۔ حضرت قتادہؒ سے بھی یہی مروی ہے۔ اُن پر اور اسحاقؑ پر ہماری برکتیں نازل ہوئیں۔ اُن کی اولاد میں ہر قسم کے لوگ ہیں، نیک بھی بد بھی۔ جیسے حضرت نوحؑ سے فرمان ہوا تھا کہ، اے نوحؑ! ہمارے سلام اور برکت کے ساتھ تو اُتر تو بھی اور تیرے ساتھ والے بھی اور ایسے بھی لوگ ہیں، جنھیں ہم فائدہ پہنچائیں گے۔ پھر انھیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ① وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ②

اور ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بھی احسان کیا اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑے غم سے نجات دی

وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ③ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ④ وَهَدَيْنٰهُمَا

اور ہم نے ان سب کی (فرعون کے مقابلہ میں) مدد کی سو یہی لوگ غالب آئے۔ اور ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب دی۔ اور ہم نے ان دونوں کو

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ⑤ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ⑥ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ⑦

سیدھے راستہ پر قائم رکھا اور ہم نے ان دونوں کے لیے پیچھے آنیوالے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴ ملاحظہ ہو) ایسی نذر کا کوئی اعتبار نہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد دونوں کہتے ہیں کہ اس صورت میں بکرے کی قربانی دے کیونکہ یہ حکم شریعت ابراہیمی سے بلا نسخ منقول ہے اور ابو یوسف شافعی الامام گیا ارح اس نذر کو باطل ہی کہتے ہیں۔

؎ مولانا حمید الدین مرحوم نے مستقل ایک تصنیف اس فیصلے کے سلسلہ میں لکھی ہے کہ ذبیح کون تھے؟ اہل کتاب کے مسلمات سے ثابت کیا ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل تھے کوئی اور نہیں تھا۔

إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝٨ إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝٩

ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ دونوں ہمارے (کامل) ایماندار بندوں میں سے تھے۔

کرب عظیم سے نجات

اللہ تو موسیٰؑ اور ہارونؑ پر اپنی نعمتیں شمار کرا رہا ہے کہ انھیں نبوت دی۔ اور انھیں مع اُن کی قوم کے فرعون جیسے طاقتور دشمن سے نجات دی جس نے انھیں بُری طرح پست و ذلیل کر رکھا تھا ان کے بچوں کو قتل کرا دیتا تھا اور لڑکیوں کو رہنے دیتا تھا ان سے ذلیل خدمات لیتا تھا اور بے حیثیت بنا رکھا تھا۔ ایسے بدترین دشمن کو ان کے سامنے ہلاک کیا۔ انھیں اس پر غالب کر دیا۔ اُن کی زمین اور زر کے یہ مالک بن گئے۔ پھر حضرت موسیٰؑ کو واضح اور جلی، روشن اور بین کتاب عنایت فرمائی۔ جو حق و باطل میں فرق و فیصلہ کرنے والی اور نور و ہدایت والی تھی۔ اور ان کے اقوال و افعال میں انھیں استقامت عطا فرمائی۔ اور ان کے بعد والوں میں بھی ان کا ذکر خیر اور ثنا و صفت باقی رکھی، کہ ہر زبان اُن پر سلام ہی پڑھتی رہے۔ ہم نیک کاروں کو یونہی اور ایسے ہی بدلے دیتے ہیں۔ وہ ہمارے مومن بندے تھے:

وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝١٠ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ۝١١ أَتَدْعُونَ بَعْلًا

اور الیاس بھی (بنی اسرائیل کے) پیغمبروں میں سے تھے۔ جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے، کیا تم بعل کو پوجتے ہو

وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ۝١٢ اللَّهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۝١٣

اور اس کو چھوڑ بیٹھے ہو جو سب سے بڑھکر بنانے والا ہے (اور وہ) معبود برحق ہے تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی رب ہے

فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ۝١٤ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۝١٥ وَتَرَكْنَا

سو ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا سو وہ لوگ پکڑے جاویں گے مگر جو اللہ کے خاص بندے تھے اور ہم نے الیاس کے

عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝١٦ سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ ۝١٧ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝١٨

لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ الیاسین پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں

إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝١٩

بیشک وہ ہمارے (کامل) ایمانداروں میں سے تھے۔

الیاس علیہ السلام

بعض کہتے ہیں الیاس نام تھا حضرت ادریسؑ کا۔ وہبؒ کہتے ہیں ان کا سلسلۂ نسب یوں ہے۔ الیاس بن نسی بن فنحاص بن عیزار بن ہارون بن عمران علیہ السلام حزقیلؑ کے بعد یہ بنی اسرائیل میں بھیجے گئے تھے۔ وہ لوگ بعل نامی بت کے پجاری بن گئے انہوں نے دعوتِ اسلام دی۔ اُن کے بادشاہ نے ان کی دعوت کو قبول بھی کر لیا۔ لیکن پھر مرتد ہو گیا اور لوگ بھی سرکشی پر تلے رہے اور ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ آپ نے ان کے لئے بد دعا کی۔ تین سال تک بارش نہ ہوئی اب تو یہ سب تنگ آ گئے اور قسمیں کھا کھا کر اقرار کیا کہ آپ دعا کیجئے۔ بارش ہوتے ہی ہم سب آپ کی نبوت پر ایمان لائیں گے چنانچہ آپ کی دعا سے مینہ برسا۔ لیکن یہ کفار اپنے وعدے سے پھر گئے اور اپنے کفر پر اڑ گئے۔ آپ نے یہ حالت دیکھ کر اللہ سے دعا کی کہ اللہ مجکو اپنی طرف اٹھا لیجئے حضرت یسع بن اخطوب ان کی زیر پرورش تھے حضرت الیاسؑ کی اس دعا کے بعد انھیں حکم ملا کہ وہ ایک جگہ جائیں اور وہاں انھیں جو سواری ملے اس پر سوار ہو جائیں۔ وہاں آپ گئے۔

ایک نوری گھوڑا دکھائی دیا جس پر سوار ہو گئے، اللہ نے انھیں بھی نورانی کر دیا اور اپنے پروں سے فرشتوں کے ساتھ اُڑنے لگے اور ایک انسانی فرشتہ زمینی اور آسمانی بن گئے۔ اس واقعہ کے درست ہونے کا علم خدا ہی کو ہے۔ یہ بات اہل کتاب کی روایت سے ہے۔ حضرت الیاسؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ کہ اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہو! اہل یمن اور قبیلہ ازدشنوہ رب کو بعل کہتے تھے بعل نامی جس بت کی یہ پوجا کرتے تھے وہ ایک عورت تھی۔ اُن کے شہر کا نام بھی "بعلبک" تھا۔ تو اللہ کے نبی حضرت الیاسؑ فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جو خالق کل ہے اور بہترین خالق ہے، ایک بت کو پوج رہے ہو اور اُس کو پکارتے رہتے ہو۔ اللہ تعالےٰ تم سب کا اور تم سے اگلے تمہارے باپ دادوں کا رب ہے وہی مستحق عبادت ہے۔ اُس کے سوا کسی قسم کی عبادت کسی کے لائق نہیں۔ لیکن ان لوگوں نے اللہ کے پیارے نبیؑ کی اس صاف اور خیر خواہانہ نصیحت کو نہ مانا تو اللہ نے بھی انھیں عذاب پر حاضر کر دیا۔ کہ قیامت کے دن ان سے زبردست باز پرس اور ان پر سخت عذاب ہوگا۔ ہاں ان میں سے جو توحید پر قائم تھے۔ وہ بچ رہیں گے۔ ہم نے حضرت الیاسؑ کی ثناء جمیل اور ذکر خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی رکھا کہ ہر مسلم کی زبان سے اُن پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے۔ لفظ الیاس میں دوسرا لغت الیاسین ہے۔ جیسے اسماعیل میں اسماعین بنواسد میں اسی طرح یہ لغت ہے۔ ایک تمیمی کے شعر میں بھی یہ لغت اس طرح لایا گیا ہے۔ میکائیل کو میکال اور میکائین بھی کہا جاتا ہے ابراہیم کو ابراہام۔ اسرائیل کو اسرائین طور سینا کو طور سینین۔ غرض یہ لغت عرب میں مشہور و رائج ہے حضرت ابن مسعودؓ کی قرأت میں سَلَامٌ عَلٰی اِلْ یَاسِیْنَ ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد آنحضرتؐ ہیں۔ ہم اس طرح نیک کاروں کو نیک بدلہ دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ اس جملہ کی تفسیر گزر چکی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ؛

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۹﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۲۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي

اور بیشک لوط (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے جبکہ ہم نے ان کو اور ان کے متعلقین کو سب کو نجات دی بجز اس بڑھیا (یعنی انکی زوجہ) کے کہ وہ

الْغٰبِرِيْنَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۲۳﴾

رہ جانے والوں میں رہ گئی پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا اور تم تو اُن کے دیار و مساکن) پر صبح ہوتے اور رات میں گزرا کرتے

وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع ۴ ۲۵ ۸

تو کیا پھر بھی نہیں سمجھتے ہو

لوط علیہ السلام

اللہ تعالےٰ کے بندے اور اس کے رسول حضرت لوط علیہ السلام کا بیان ہو رہا ہے کہ انھیں بھی ان کی قوم نے جھٹلایا جس پر خدائی عذاب برس پڑا۔ اور خدا نے اپنے پیارے نبی حضرت لوط علیہ السلام کو مع ان کے گھر والوں کے نجات دیدی۔ لیکن اُن کی بیوی غارت ہوئی۔ قوم کے ساتھ ہی ہلاک ہوئی۔ اور ساری قوم بھی تباہ ہوئی۔ قسم قسم کے عذاب اُن پر آئے اور جس جگہ وہ رہتے تھے وہاں ایک بدبودار جھیل بن گئی۔ جس کا پانی بدمزہ اور بدبودار بدرنگ ہے جو عین آمد و رفت کے راستے میں ہی پڑتی ہے۔ تم تو دن رات وہاں سے آتے رہتے ہو اور اس خوفناک منظر اور بھیانک مقام کو صبح و شام دیکھتے رہتے ہو۔ کیا اس معائنہ کے بعد بھی عبرت حاصل نہیں کرتے اور سوچتے سمجھتے نہیں ہو؟ کہ کس طرح یہ برباد کر دیئے گئے؟ ایسا نہ ہو کہ یہی عذاب تم پر بھی آجائیں ؛

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۱ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝۲ فَسَاهَمَ

بیشک یونسؑ نبیوں میں سے ہے جب بھاگ بھری کشتی پر پھر قرعہ

فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۝۳ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝۴ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ

اندازی ہوئی یہ مغلوب ہو گئے پھر تو اُسے مچھلی نے نگل لیا اور وہ خود اپنے تئیں ملامت کرنے لگ گئے۔ پس اگر

مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝۵ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝۶ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَ

یہ پاکی بیان کرنیوالوں میں نہ ہوتا۔ تو مُردے جلائے جائیں اُس دن تک اُس کے پیٹ میں ہی رہتا۔ پس اُسے ہم نے چٹیل

هُوَ سَقِيْمٌ ۝۷ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۝۸ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ

میدان میں ڈالدیا اور وہ اُسوقت بیمار تھا۔ اور اُس پر سایہ کرنیوالا کدو کی قسم کا ایک درخت ہم نے اُگا دیا۔ اور ہم نے اُسے ایک لاکھ

اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۝۹ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝۱۰

بلکہ اور زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا۔ پس وہ ایمان لائے اور ہم نے بھی اُنھیں ایک زمانہ تک عیش و عشرت دی

حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونسؑ کا قصہ سورۂ یونس میں بیان ہو چکا ہے بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ کسی بندے کو یہ لائق نہیں کہ وہ مجھکو یونس بن متی سے افضل کہے۔ یہ نام ممکن ہے آپ کی والدہ کا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ والد کا ہو۔ یہ بھاگ کر مال و اسباب سے لدی ہوئی کشتی پر سوار ہو گئے۔ وہاں قرعہ اندازی ہوئی اور یہ مغلوب ہو گئے۔ کشتی کے چلتے ہی چاروں طرف سے موجیں اُٹھیں اور سخت طوفان آیا۔ یہاں تک کہ سب کو اپنی موت کا اور کشتی کے ڈوب جانے کا یقین ہو گیا۔ سب آپس میں کہنے لگے کہ قرعہ ڈالو جس کے نام کا قرعہ نکلے اُس کو سمندر میں ڈالدو تاکہ سب بچ جائیں اور کشتی اس طوفان سے چھوٹ جائے تین دفعہ قرعہ اندازی ہوئی اور تینوں مرتبہ خدا کے پیارے پیغمبر حضرت یونسؑ کا ہی نام نکلا۔ اہل کشتی آپ کو پانی میں بہانا نہیں چاہتے تھے لیکن کیا کرتے باربار کی قرعہ اندازی پر بھی آپ کا ہی نام نکلتا رہا۔ اور پھر آپ خود کپڑے اُتار کر اُن لوگوں کے روکنے کے باوجود سمندر میں کود پڑے۔ اسی وقت بحر اخضر کی ایک بہت بڑی مچھلی کو جناب باری کا فرمان صادر ہوا کہ وہ دریاؤں کو چیرتی پھاڑتی جائے۔ اور حضرت یونسؑ کو نگل لے۔ لیکن نہ تو اُن کا جسم زخمی ہو اور نہ کوئی ہڈی ٹوٹے۔ چنانچہ اُس مچھلی نے پیغمبر خدا کو نگل لیا اور سمندروں میں چلنے پھرنے لگی۔ جب حضرت یونسؑ پوری طرح مچھلی کے پیٹ میں جا چکے تو آپ کو خیال گزرا کہ میں مرچکا ہوں۔ لیکن جب ہاتھ پیروں کو حرکت دی اور وہ ہلے جلے۔ تو زندگی کا یقین کر کے وہیں کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی اور اللہ تعالےٰ سے عرض کی کہ اے پروردگار! میں نے تیرے لئے اس جگہ مسجد بنائی ہے جہاں کوئی نہ پہنچا ہو گا۔ تین دن یا سات دن یا چالیس دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم یا صرف ایک رات تک مچھلی کے پیٹ میں رہے اگر یہ ہماری پاکیزگی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتے۔ یعنی جب کہ فراخی اور کشادگی اور امن و امان کی حالت میں تھے اُسوقت کی اُن کی نیکیاں اگر نہ ہوتیں۔ ایک حدیث بھی اسی قسم کی ہے جو عنقریب بیان ہو گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے آرام و راحت کے وقت اللہ کی عبادت کرو۔ تو وہ سختی اور پریشانی کے وقت تمہاری مدد کرے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر یہ پابند نماز ہوتے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر مچھلی کے پیٹ میں نماز نہ پڑھتے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر یہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ کے ساتھ ہماری تسبیح نہ کرتے۔ چنانچہ قرآن کریم کی اور آیتوں میں ہے کہ اُسے

اندھیروں میں یہی کلمات کہے اور ہم نے اُس کی دُعا قبول فرما کر اُسے غم سے نجات دی۔ اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔ ابن ابی حاتم ایک حدیث میں ہے کہ حضرت یونسؑ نے جب مچھلی کے پیٹ میں اِن کلمات کو کہا تو یہ دُعا عرش خدا وندی کے ارد گرد منڈلانے لگی اور فرشتوں نے کہا خدایا یہ آواز تو کہیں بہت ہی دُور کی ہے لیکن اِس آواز سے ہمارے کان آشنا ضرور ہیں اللہ نے فرمایا۔ اب بھی نہیں پہچانا۔ یہ کس کی آواز ہے؟ انہوں نے کہا نہیں پہچانا۔ فرمایا یہ میرے بندے یونسؑ کی آواز ہے۔ فرشتوں نے کہا وہی یونس جن کے نیک اعمال اور قبول دُعائیں ہمیشہ آسمان پر چڑھتی رہتی ہیں؟ خدایا ان پر تو ضرور رحم فرما، ان کی دعا قبول فرمالے، وہ تو آسائیوں میں بھی تیرا نام لیا کرتے تھے۔ ان کو بلا سے نجات دے۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا، ہاں میں اسے نجات دوں گا چنانچہ مچھلی کو حکم ہوا کہ میدان میں حضرت یونسؑ کو اُگل دے اور اُس نے اُگل دیا وہ وہیں اللہ تعالےٰ نے آپ پر آپ کی نحیفی اور کمزوری اور بیماری کی وجہ سے چھاؤں کے لئے کدّو کی بیل اُگا دی اور ایک جنگلی بکری کو مقرر کر دیا جو صبح شام آپ کے پاس آجاتی تھی۔ اور یہ اُس کا دودھ پی لیا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے واقعات مرفوع حدیثوں سے سورۂ انبیاء کی تفسیر میں بیان ہو چکے ہیں۔ ہم نے انھیں اس زمین میں ڈال دیا جہاں سبزہ۔ روئیدگی اور گھاس کچھ نہ تھا۔ دجلہ کے کنارے یا یمن کی سرزمین پر یہ ڈال دئے گئے تھے، یہ اُس وقت اتنے کمزور تھے جیسے پرندوں کے بچے ہوتے ہیں۔ یا بچہ جس وقت پیدا ہوتا ہے یعنی صرف سانس چل رہا تھا اور طاقت ملنے جلنے کی بھی نہ تھی۔ «یَقْطِیْن» کدو کی بیل کو بھی کہتے ہیں اور ہر اُس درخت کو جس کا تنہ نہ ہو یعنی بیل ہو۔ اور اُس درخت کو بھی جس کی عمر ایک سال سے زیادہ نہیں ہوتی، کدو میں بہت سے فوائد ہیں۔ یہ بہت جلد اُگے گا اور بڑھتا رہیگا اس کے پتوں کا سایہ گھن دار اور فرحت بخش ہوتا ہے کیونکہ وہ بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ اور اس کے پاس مکھیاں نہیں آتیں اور یہ غذا کا کام دے جاتا ہے اور چھلکے اور گودے سمیت کھایا جاتا ہے، صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ کو کدو یعنی لوکی بہت پسند تھی اور برتن میں سے چن چن کر کھاتے تھے پھر انھیں ایک لاکھ بلکہ زیادہ آدمیوں کی طرف رسالت کے ساتھ بھیجا گیا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس سے پہلے آپ رسول نہ تھے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں، مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے ہی آپ اس قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ دونوں قولوں سے اس طرح تضاد اُٹھ سکتا ہے کہ پہلے بھی اُن کی طرف بھیجے گئے تھے اب دوبارہ بھی اُن ہی کی طرف بھیجے گئے، اور وہ سب ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی۔ بغویؒ کہتے ہیں۔ مچھلی کے پیٹ سے نجات پانے کے بعد دوسری قوم کی طرف بھیجے گئے تھے۔ یہاں «اَوْ» «بلکہ» کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور وہ ایک لاکھ تیس ہزار یا اس سے بھی کچھ اوپر یا ایک لاکھ چالیس ہزار سے بھی زیادہ یا ستر ہزار سے بھی بڑھ کر، یا ایک لاکھ دس ہزار اور ایک غریب مرفوع حدیث کی رُو سے ایک لاکھ بیس ہزار تھے۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسانی اندازہ ایک لاکھ سے زیادہ ہی زیادہ کا تھا۔ ابن جریرؒ کا یہی مسلک ہے اور یہی مسلک ان کا آیت اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً اور آیت اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً اور آیت اَوْ اَدْنٰی میں ہے یعنی اس سے کم نہیں، اس سے زائد ہی۔ پس قوم یونسؑ سب کی سب مسلمان ہو گئی حضرت یونسؑ کی تصدیق کی اور خدا پر ایمان لے آئے۔ ہم نے بھی ان کے مقررہ وقت یعنی موت کی گھڑی تک دنیوی فائدے دیئے اور آیت میں ہے کسی بستی کے ایمان نے انھیں (عذاب آچکنے کے بعد) نفع نہیں دیا سوائے قوم یونسؑ کے۔ یہ جب ایمان لائے تو ہم نے اُن پر سے عذاب ہٹا لیا، اور انھیں ایک حیاتِ معین تک بہرہ مند کیا۔

---

۵ ہوا یہ تھا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے، اپنی سرکش قوم کو عذاب کی خبر سنائی تھی اور پھر یہ سمجھ کر کہ اب عذاب یقیناً آنے والا ہے آپ شہر چھوڑ کر چلے گئے ادھر ان کے روانہ ہوتے ہی عذاب کا آنا شروع ہو گیا۔ قوم نے فوراً گریہ وزاری سے استغفار و توبہ شروع کی تو خدا تعالےٰ کا یہ عذاب ٹل گیا، یونسؑ کو اس کی اطلاع پہنچی، تو حیا و طبعی کی وجہ سے بجائے قوم میں واپس تشریف لانے کے، بحری سفر پر روانہ ہو گئے، خدا کے ایک برگزیدہ پیغمبر کا یہ طرز کہ خدا تعالےٰ کے ایماء کے بغیر قدم اٹھایا بارگاہ خدا میں عتاب کا باعث ہوا اور مچھلی کے پیٹ میں (بقیہ صفحہ ۵ پر ملاحظہ

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّ

سو ان لوگوں سے پوچھئے کہ خدا کے لئے تو بیٹیاں ہوں اور تمہارے لئے بیٹے ہاں کیا ہم نے فرشتوں کو مونث بنایا ہے اور

هُمْ شٰهِدُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ۝ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ

وہ (بننے کے وقت) دیکھ رہے تھے، خوب سن لو کہ وہ لوگ اپنی سخن تراشی سے کہہ رہے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے یقیناً

لَكٰذِبُوْنَ ۝ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝

یہ محض جھوٹے ہیں کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیاں زیادہ پسند کی ہیں۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسے حکم لگاتے پھرتے ہو

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

کیا تم اس قدر بھی نہیں سمجھتے ؟ یا تمہارے پاس اس کی کوئی صاف دلیل ہے تو جاؤ اگر سچے ہو تو اپنی ہی کتاب

صٰدِقِيْنَ ۝ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ

لے آؤ۔ ان لوگوں نے تو اللہ کے اور جنات کے درمیان بھی قرابت داری ٹھہرائی ہے اور حالانکہ خود

اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ

جنات یقین رکھتے ہیں کہ اس عقیدے کے لوگ عذابوں کے سامنے یقیناً پیش کئے جائیں گے جو کچھ یہ بیان کر رہے ہیں اس سے اللہ پاک ہے

ان سے ذرا پوچھئے

اللہ تعالیٰ مشرکوں کی بیوقوفی بیان فرما رہا ہے کہ اپنے لئے تو لڑکے پسند کرتے ہیں اور خدا کے لئے لڑکیاں مقرر کرتے ہیں۔ اگر لڑکی ہونے کی یہ خبر پائیں تو چہرے سیاہ پڑ جاتے ہیں اور اللہ کی لڑکیاں ثابت کرتے ہیں۔ پس فرماتا ہے ان سے پوچھو تو سہی، یہ تقسیم کیسی ہے؟ کہ تمہارے تو لڑکے ہوں اور خدا کے لئے لڑکیاں ہوں پھر فرماتا ہے کہ یہ فرشتوں کو لڑکیاں کس وجہ سے کہتے ہیں؟ کیا ان کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے۔ قرآن کی اور آیت وجعلوا الملٰئکۃ میں بھی یہی بیان ہے۔ دراصل یہ قول ان کا محض غلط ہے کہ خدا کے ہاں اولاد ہے۔ وہ اولاد سے پاک ہے۔ پس ان لوگوں کے تین جھوٹ اور تین کفر ہوئے۔ اول تو یہ کہ فرشتے خدا کی اولاد ہیں اور دوسرے یہ کہ اولاد بھی لڑکیاں۔ تیسرے یہ کہ خود فرشتوں کی عبادت شروع کر دی، پھر فرماتا ہے کہ آخر کس چیز نے خدا کو مجبور کیا کہ اس نے لڑکے تو لئے نہیں اور لڑکیاں اپنی ذات کے لئے پسند فرمائیں؟ جیسے اور آیت میں ہے کہ تمہیں تو لڑکوں سے نوازے اور اللہ فرشتوں کو اپنی لڑکیاں بنائے یہ تو تمہاری نہایت درجہ کی لغویات ہے۔ یہاں فرمایا کیا تمہیں عقل نہیں جو ایسی دور از قیاس باتیں بناتے ہو، تم سمجھتے نہیں ہو، کہ خدا پر جھوٹ باندھنا کیسا برا ہے؟ اچھا اگر کوئی دلیل تمہارے پاس ہو تو لاؤ اسی کو پیش کرو۔ یا اگر کسی آسمانی کتاب سے تمہارے پاس اس قول کی سند ہو اور تم سچے ہو تو لاؤ اسی کو سامنے لے آؤ۔ یہ تو ایسی لچر اور فضول بات ہے جس کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اتنے ہی پر بس نہ کیا بلکہ جنات میں اور خدا میں بھی رشتہ داری قائم کی۔ مشرکوں کے اس قول پر کہ فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں حضرت صدیق اکبرؓ نے سوال کیا کہ "پھر ان کی مائیں کون ہیں؟" تو انہوں نے کہا جن سرداروں کی لڑکیاں۔ حالانکہ خود جنات کو اس کا علم اور یقین ہے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۰۵ ملاحظہ ہو) جلا لے گئے۔ شارک مچھلی کے متعلق اب بھی خبریں آتی ہیں کہ وہ آدمی کو نگل لیتی ہے صاحب روح المعانی نے جو عراق کے رہنے والے ہیں وجلہ کے متعلق لکھا ہے کہ وقد شاھدنا فیھا حیتاناً عظیما۔

کہ اسی قول کے قائل قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ اس میں بعض دشمنانِ خدا تو یہاں تک حماقت کرتے تھے کہ شیطان بھی خدا کا بھائی ہے۔ نعوذ باللہ۔ اللہ تعالٰے اس سے بہت پاک و منزہ اور بالکل دُور ہے، جو یہ مشرک اس ذات پر اتہام لگاتے ہیں۔ اور جھوٹے بہتان باندھتے ہیں۔ اس کے بعد کا استثنا منقطع ہے۔ اور ہے یہ مثبت سے، مگر اس صورت میں کہ یصفون کی ضمیر کا مرجع تمام لوگ قرار دیئے جائیں۔ پس ان میں سے ان لوگوں کو الگ کر لیا جو حق کے ماتحت ہیں اور تمام نبیوں اور رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ یہ استثناء اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ سے ہے۔ یعنی سب کے سب عذاب میں پھانس لئے جائیں گے مگر وہ بندگانِ خدا جو اخلاص والے تھے۔ یہ قول ذرا تامل طلب ہے۔ واللہ اعلم ؛

فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿١٦١﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿١٦٢﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿١٦٣﴾

یقین مانو کہ تم سب اور تمہارے سارے معبود باطل، کسی ایک کو بھکا نہیں سکتے مگر اسی کو جو کہ (علم الٰہی میں) جہنم رسید ہونے والا ہے

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿١٦٤﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿١٦٥﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ

فرشتوں کا قول ہے کہ ہم میں سے تو ہر ایک کی جگہ مقرر ہے اور ہم تو بندگیٔ خدا میں صف بستہ کھڑے ہیں اور اُس کی تسبیح

الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿١٦٦﴾ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٦٧﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ

بیان کر رہے ہیں کفار تو کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے سامنے اگلے لوگوں کے واقعات ہوتے تو ہم بھی اللہ تعالٰی

الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٩﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٧٠﴾

کے چیدہ بندے بن جاتے۔ لیکن پھر اس قرآن کے ساتھ کفر کر گئے۔ پس اب عنقریب جان لیں گے

ایک متعین مقام

اللہ تعالٰے مشرکوں سے فرما رہا ہے کہ تمہاری گمراہی اور کفر و شرک کی تعلیم وہی قبول کریں گے جو جہنم کے لئے ہی پیدا کئے گئے ہوں۔ جو عقل سے خالی کانوں سے بہرے اور آنکھوں کے اندھے ہوں جو مثل چوپایوں کے بلکہ اُن سے بھی بدرجہا بدتر ہوں جیسے اور جگہ فرمایا ہے کہ اس سے وہی گمراہ ہو سکتے ہیں جو عقل سے خالی اور باطل کے شیدائی ہوں ازاں بعد فرشتوں کی برأت اور اُن کی تسلیم و رضا ایمان و اطاعت کا ذکر فرمایا کہ وہ خود کہتے ہم میں سے ہر ایک کے لئے ایک مقرر جگہ اور ایک مقام عبادت مخصوص ہے جس سے نہ ہم ہٹ سکتے ہیں نہ اس میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ حضورؐ کا فرمان ہے کہ آسمان چرچرا رہا ہے اور واقع میں اسے چرچرانا بھی چاہیئے۔ اس میں ایک قدم رکھنے کی بھی جگہ باقی نہیں، یہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ رکوع، سجدے میں مصروف نہ ہو۔ پھر آپ نے ان تینوں آیتوں کی تلاوت کی ایک روایت میں آسمان دنیا کا لفظ ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں، ایک بالشت بھر جگہ آسمانوں میں ایسی نہیں جہاں پر کسی نہ کسی فرشتے کے قدم یا پیشانی نہ ہو۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں۔ پہلے تو مرد اور عورت ایک ساتھ نماز پڑھتے تھے لیکن اس آیت کے نزول کے بعد مردوں کو آگے بڑھا دیا گیا اور عورتوں کو پیچھے کر دیا

لہ سبحنون اور فرشتوں کی زبان سے ہو رہا ہے مقصود جاہلیت کے ان افکار و عقائد کی تردید ہے جسمیں فرشتوں کو خدا کا درجہ دیدیا گیا تھا۔ اور اُنکی بھی تردید ہے جو فرشتوں کو نافرمان اور عصیاں کوش سمجھتے تھے۔ "مقام معلوم" سے بعض محققین نے استنباط کیا ہے کہ فرشتے اپنا ایک متعین۔ تمام رکھتے ہیں خاص سے آگے ترقی کر سکیں اور نہ نیچے گر سکیں۔ بخلاف انسان کے کہ اس کا کوئی مقام متعین نہیں گرے تو اسفل السافلین میں جا گرے اور اٹھے تو فرشتوں سے بھی آگے ہو مقام اسفل روح المعانی میں ہے کہ لشیر الی ان الملک لا یتعدی مقام الی ما فوقہ ولا یھبط الی ما دونہ وھذا بخلاف نوع الانسان فان من افرادہ من اسار الی مقام قاب قوسین بل طار الی منزل او ادنی

گیا ہے اور ہم سب فرشتے صف بستہ عبادتِ خدا کیا کرتے ہیں. آیت وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا کی تفسیر میں اس کا بیان گزر چکا ہے. ولید بن
عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے تک نماز کی صفیں نہیں تھیں. پھر صفیں مقرر ہو گئیں. حضرت عمرؓ اقامت کے بعد لوگوں
کی طرف منہ کر کے فرماتے تھے کہ "صفیں پورے طور پر درست کرو. اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ! اللہ تو تم سے بھی فرشتوں کی طرح
صف بندی چاہتا ہے جیسے کہ وہ فرماتے ہیں وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ اے فلاں آگے بڑھ اور اے فلاں، پیچھے ہٹ، پھر آگے بڑھ کر
نماز شروع کرتے (ابن ابی حاتم) صحیح مسلم میں ہے. حضورؐ فرماتے ہیں ہم کو تین فضیلتیں ایسی دی گئی ہیں جن میں اور کوئی ہمارا
ساتھ نہیں. ہماری صفیں فرشتوں جیسی بنائی گئی ہیں ہمارے لئے ساری زمین مسجد بنائی گئی، اور ہمارے لئے زمین کی مٹی پاک
کرنے والی بنائی گئی الخ ہم اللہ کی تسبیح اور پاکی بیان کرنے والے ہیں. اس کی بزرگی اور بڑائی بیان کرتے ہیں. تمام نقصانوں سے
اُسے پاک مانتے ہیں. ہم سب فرشتے اس کے غلام ہیں، اُس کے محتاج ہیں. اس کے سامنے اپنی پستی اور ناحسزی کا اظہار کرنے والے
ہیں. پس یہ تینوں اوصاف فرشتوں کے ہیں. یہ بھی کہا گیا ہے کہ تسبیح کرنے والوں سے مراد نماز پڑھنے والے ہیں. اور آیت میں ہے وَ
قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ الخ یعنی کفار نے کہا کہ خدا کی اولاد ہے. اللہ تو اس سے پاک ہے. البتہ فرشتے اس کے محترم بندے ہیں اس کے فرمان کو
آگے نہیں بڑھتے. اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں، وہ ان کا مقام بخوبی جانتا ہے. وہ کسی کی شفاعت کا بھی اختیار نہیں رکھتے، بجز اس کے
جس کے لئے رحمان راضی ہو. وہ تو خوف خدا سے تھر تھراتے رہتے ہیں. اُن میں سے خود کو لائق عبادت کہے، ہم اُسے جہنم میں جھونک دیں.
ظالموں کی سزا ہمارے ہاں یہی ہے؟ نبیؐ ان کے پاس آئیں اس سے پہلے تو یہ کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی آتا جو ہمیں راہِ خدا کی تعلیم
دیتا اور ہمارے سامنے اگلے لوگوں کے واقعات بطور نصیحت پیش کرتا اور ہمارے پاس کتاب اللہ لے آتا، تو یقیناً ہم مخلص مسلمان
بن جاتے جیسے اور آیت میں ہے وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ الخ یعنی بڑی پختہ قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اگر کوئی اللہ کا نبی ہماری
موجودگی میں آجائے تو ہم اطاعت قبول کر لیں گے اور راہِ ہدایت کی طرف سب سے پہلے دوڑیں گے لیکن جب اللہ کے نبی آ گئے
تو بھاگ کھڑے ہوئے اور ایک آیت میں فرمایا اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الخ یہاں بیان فرمایا کہ جب یہ تمنا پوری ہوئی تو کفر کرنے
لگے. اب انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ خدا سے کفر کرنے کا اور نبیؐ کو جھٹلانے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۷۱ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝۱۷۲

اور ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کے لئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے. کہ بیشک وہی لوگ غالب کئے جائیں گے

وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝۱۷۳ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝۱۷۴ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ

اور ہمارا تو قاعدہ عام ہے کہ) ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے　تو آپ (تسلی رکھئے اور) تھوڑے زمانہ تک (صبر کیجئے اور ان کی مخالفت اور ایذا رسانی کا خیال نہ کیجئے اور

يُبْصِرُوْنَ ۝۱۷۵ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۱۷۶ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ

(ذرا) انکو دیکھتے رہیئے سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے　کیا ہمارے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں. سو وہ (عذاب) جب اُن کے رُو در رُو آ نازل ہو گا سو وہ دن

عہ اس سے معلوم ہوا کہ اچھی بات ہر نوع اور ہر مخلوق سے لی جا سکتی ہے اور اس لئے آپؐ نے فرمایا کہ الحکمۃ ضالۃ المومن الخ یعنی عمدہ باتیں اور
خصائل مومن کا گم شدہ سرمایہ ہیں جہاں بھی ملیں اس کو لے لینا چاہیئے عہ اور تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ سرکش، نبی معصوم کے مقابلہ میں ذلیل
خوار ہوئے قوم نوح سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک، یہی وہ حقیقت ہے جو تاریخ کے دریچوں سے صاف دیکھی جا سکتی ہے.

صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ ۝ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِیْنٍ ۝ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ ۝

ان لوگوں کا جنکو ڈرایا جا چکا تھا بہت ہی بُرا ہوگا (دن نکلیگا) اور آپ تھوڑے زمانہ تک انکا خیال نہ کیجئے اور دیکھتے رہیئے سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے۔

ایک فیصلہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم تو اگلی کتابوں میں بھی لکھ آئے ہیں پہلے نبیوں کی زبانی بھی دنیا کو سُنا چکے ہیں کہ دُنیا اور آخرت میں ہمارے رسول اور ان کے تابعداروں ہی کا انجام بہتر ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ الخ فرمایا اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا الخ یعنی میرے رسولؐ اور ایمان دار ہی دونوں جہان میں غالب رہیں گے۔ یہاں بھی یہی فرمایا کہ رسولوں سے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے۔ کہ وہ منصور ہیں، ہم خود ان کی مدد کریں گے۔ دیکھتے چلے آؤ کہ ان کے دشمن کس طرح خاک میں ملا دیئے گئے ؛ یاد رکھو ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا اور غلبہ و تسلط ان ہی کا رہے گا ؛ تو ایک وقتِ مقررہ تک صبر و استقامت سے ان کا معاملہ دیکھتا رہ ان کی ایذا رسانی پہ صبر کر ، ہم تجھے ان سب پر غالب کر دیں گے۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ یہی ہوا۔ نیز تو نہیں دیکھتا رہ کہ کس طرح خدا کی پھٹکار ان پر نازل ہوتی ہے اور کس طرح یہ ذلت و توہین کے ساتھ پکڑے لئے جاتے ہیں؟ یہ خود ان تمام رُسوائیوں کو ابھی ابھی دیکھ لیں گے۔ تعجب ہے کہ یہ باوجود طرح طرح کے عذابوں کی گرفت کے ابھی تک بڑے عذاب کو محال جانتے ہوئے کہتے ہیں، کہ وہ کب آئے گا؟ پس انھیں جواب ملتا ہے کہ جب عذاب ان کے میدانوں میں، محلوں میں، انگنائیوں میں آ ئے گا۔ وہ دن اُن پر بڑا ہی بھاری دن ہوگا۔ ہلاک اور برباد کر دیئے جائیں گے، صحیح بخاری شریف میں ہے کہ خیبر کے میدانوں میں حضورؐ کا لشکر صبح ہی صبح کفار کی بے خبری میں پہنچ گیا وہ لوگ حسب عادت اپنے کھیتوں کے آلات لے کر شہر سے نکلے اور اس خدائی فوج کو دیکھ کر بھاگے اور شہر والوں کو خبر کی اس وقت آپ نے یہی فرمایا کہ "اللہ بہت بڑا ہے خیبر خراب ہوا۔ ہم جب کسی قوم کے میدانوں میں اُتر آتے ہیں اُن خوفزدوں کی دُرگت ہوتی ہے ؛ پھر دوبارہ پہلے حکم کی تاکید کی کہ تو ان سے ایک مدت معین تک کے لئے بے پرواہ ہو جا اور انھیں چھوڑ دے۔ اور دیکھتا رہ یہ بھی دیکھ لیں گے ؛

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ والحمد للہ رب العالمین ○

آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کفار) بیان کرتے ہیں۔ اور سلام ہو پیغمبروں پر

بڑی عزت والا

اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے اپنی براءت بیان فرماتا ہے جو مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے تھے۔ جیسے اولاد والا شریک وغیرہ۔ وہ بہت بڑی اور لازوال عزت والا ہے ان جھوٹے اور مفتری لوگوں کے بہتان سے پاک اور منزہ ہے ؛ اللہ کے رسولوں پر سلام ہے۔ اور اُن کی تمام باتیں اُن عیوب سے سالم ہیں جو مشرکوں کی باتوں میں موجود ہیں۔ بلکہ نبیوں کی باتیں اور جو اوصاف وہ ذاتِ خدا کے بیان کرتے ہیں سب صحیح اور برحق ہیں ؛ اُسی کی ذات کے لئے تمام حمد و ثنا سزاوار ہے دنیا اور آخرت میں ابتداءً اور انتہاءً وہی سزاوارِ تعریف ہے۔ ہر حال میں قابلِ حمد وہی ہے۔ تسبیح سے ہر طرح کے نقصان کی اُس ذات پاک سے دوری

ے یعنی خود خدائی کا مدعی ہو۔

ثابت ہوتی ہے تو لازم ہے کہ ہر طرح کے کمالات اسی کی ذات واحد میں ہوں۔ اسی کو صاف لفظوں میں حمد سے ثابت کیا۔ تاکہ نقصانات کی نفی اور کمالات کا اثبات ہو جائے۔ ایسے ہی قرآن کریم کی بہت سی آیتوں میں تسبیح اور حمد کا ایک ساتھ بیان ہوا ہے۔ حضرت قتادہؓ سے منقول ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تم جب مجھ پر سلام بھیجو تو اور نبیوں پر بھی سلام بھیجو کیونکہ میں بھی منجملہ اور نبیوں کے ایک نبی ہی ہوں۔ (ابن ابی حاتم) یہ حدیث مسند میں بھی موجود ہے۔ ابو یعلیٰ کی ایک ضعیف حدیث میں ہے۔ جب حضور سلام کا ارادہ کرتے تو ان تینوں آیتوں کو پڑھ کر سلام کرتے، ابن ابی حاتم میں ہے جو شخص یہ چاہے کہ بھر پور پیمانے سے ناپ کر اجر پائے تو وہ جس کسی مجلس میں ہو۔ وہاں سے اٹھتے ہوئے یہ تینوں آیتیں پڑھ لے، اور مسند میں یہ روایت حضرت علیؓ سے موقوفاً موجود ہے۔ طبرانی کی حدیث میں ہے جو شخص ہر فرض نماز کے بعد تین مرتبہ ان تینوں آیتوں کی تلاوت کرے، اُسے بھر پور اجر پورے پیمانے سے ناپ کر ملے گا۔ مجلس کے کفارے کے بارے میں بہت سی حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ پڑھے سُبْحَانَكَ اَللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ میں نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

(الحمدللہ، سورۂ الصّٰفّٰت کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔)

عہ امام رازی نے لکھا ہے کہ قرآن کا یہ فقرہ نہایت جامع
ہے عرفان باری کے تمام مراتب پورے اعجاز و
اختصار کیساتھ اس آیت میں موجود ہیں "رب"
میں حکمت و رحمت کیجانب اشارہ ہے جبکہ
"عزت" سے قدرت کے کمالات ظاہر ہیں
یہی وجہ ہے کہ اس آیت کے وہ فضائل
ہیں جو کسی حد تک ابن کثیر
کی پیش کردہ
روایات سے
معلوم ہوتے ہیں

النظر شاہ

تفسیر سورۂ صٓ مکیّہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّۃٍ وَّشِقَاقٍ ﴿۲﴾

ص قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پُر ہے بلکہ (خود) یہ کفار (ہی) تعصب اور (حق کی) مخالفت میں ہیں

کَمْ اَہْلَکْنَا مِنْ قَبْلِہِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾

ان سے پہلے بہت سی اُمتوں کو ہم (عذاب سے) ہلاک کر چکے ہیں سو انہوں نے (ہلاکت کے وقت بڑی) ہائے پکار کی اور وہ وقت خلاصی کا نہ تھا

اور یہ قرآن

حروف مقطعات جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان کی پوری تفسیر سورۂ بقرہ کے شروع میں گزر چکی ہے۔ یہاں قرآن کی قسم کھائی اور اُسے پند و نصیحت کرنے والا فرمایا۔ کیونکہ اس کی باتوں پر عمل کرنے والے کا دین و دنیا دونوں سنور جاتی ہیں۔ اور آیت میں ہے فِیْہِ ذِکْرُکُمْ اس قرآن میں تمہارے لئے نصیحت ہے اور یہ بھی مطلب ہے کہ قرآن شرافت و بزرگی، عزت، و عظمت والا ہے۔ اب اس قسم کا جواب بعض کے نزدیک تو اِنْ کُلٌّ اِلَّا کَذَّبَ الرُّسُلَ الخ ہے۔ بعض کہتے ہیں اِنَّ ذٰلِکَ لَحَقٌّ الخ ہے لیکن یہ زیادہ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں۔ اس کا جواب اس کے بعد کی آیت ہے۔ ابن جریرؒ اسی کو مختار بتاتے ہیں۔ بعض عربی داں کہتے ہیں۔ اس کا جواب "صٓ" ہے اور اس لفظ کے معنی صداقت اور حقانیت کے ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ پوری سورت کا خلاصہ اس قسم کا جواب ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے یہ قرآن تو سر بسر عبرت و نصیحت ہے مگر اس سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جن کے دل میں ایمان ہے۔ کافر لوگ اس کے فائدے سے یوں محروم ہیں کہ وہ متکبر ہیں اور مخالف ہیں۔ یہ پہلے کے لوگوں کے انجام پر نظر ڈالیں اور اپنے انجام سے ڈریں (اگلی) امتوں کو اسی جرم پر ہم نے تہہ و بالا کر دیا ہے۔ عذاب آ پڑنے پر تو بڑے رونے پیٹے۔ خوب آہ و زاری کی، لیکن اس وقت کی تمام باتیں بے سود ہیں۔ جیسے فرمایا فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ الخ ہمارے عذاب کو معلوم کر کے اُن سے بچنا اور بھاگنا چاہا۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اب بھاگنے کا وقت نہیں، نہ فریاد کا وقت ہے۔ اس وقت کوئی فریاد رسی نہیں کر سکتا چاہے کتنا ہی چیخو چلاؤ، محض بے سود ہے۔ اب توحید کی قبولیت بے نفع اور توبہ بیکار۔ یہ بے وقت کی پکار ہے۔ لَاتَ معنی میں لَا کے ہے۔ اس میں "ت" زائد ہے جیسے "ثُمَّ" میں بھی "ت" زیادہ ہوتی ہے اور رُبَّ میں بھی یعنی لَاتَ حِیْنَ ہے۔ امام ابن جریر کا قول ہے کہ یہ "ت" حِیْنَ سے ملی ہوئی ہے۔ یعنی وَلَا تَحِیْنَ ہے۔ لیکن مشہور اول ہی ہے۔ جمہور نے حِیْنَ کو زبر سے پڑھا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ وقت آہ و زاری کا وقت نہیں۔ بعض نے یہاں زیر

پڑھنا بھی جائز رکھا ہے۔ لغت میں "نوص" کہتے ہیں پیچھے ہٹنے کو اور "بوص" کہتے ہیں آگے بڑھنے کو۔ پس مقصود یہ ہے کہ یہ وقت بھاگنے اور نکل جانے کا وقت نہیں۔ واللہ اعلم ؛

وَعَجِبُوٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۫ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۴

اور ان کفار (قریش) نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس ان (ہی) میں سے ایک (پیغمبر) ڈرانے والا آگیا اور کہنے لگے کہ یہ شخص (خوارق میں) ساحر اور (دعوی نبوت میں)

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝۵ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ

جھوٹا ہے اور کیا اس شخص نے (سچا ہو سکتا ہے کہ) اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے اور (توحید کا مضمون سنکر) ان کفار میں کے رئیس یہ

اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝۶ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا

کہتے ہوئے چلے کہ (یہاں سے) چلو اور اپنے معبودوں (کی عبادت) پر قائم رہو یہ کوئی مطلب کی بات ہے ہم نے تو یہ بات (اپنے) پچھلے مذہب

فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۖۚ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝۷ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا ؕ

میں نہیں سنی ہو نہ ہو یہ (اس شخص کی) من گھڑت ہے کیا ہم سب میں سے اسی شخص پر کلام الہٰی نازل کیا گیا

بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ ۚ بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝۸ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ

بلکہ یہ لوگ (خود) میری وحی کی طرف سے شک (یعنی انکار) میں ہیں بلکہ (اصل وجہ یہ ہے کہ) انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا کیا ان لوگوں کے

رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ ۝۹ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ۫ فَلْیَرْتَقُوْا

پاس آپ کے پروردگار زبردست فیاض کی رحمت کے خزانے ہیں (جسمیں نبوت بھی داخل ہے) یا کیا ان کو آسمان و زمین اور جو چیزیں انکے درمیان ہیں ان کی ہر چیز کی بادشاہت حاصل ہے تو ان کو چاہیئے کہ سیڑھیاں لگا کر (آسمان پر) چڑھ جاویں۔

فِی الْاَسْبَابِ ۝۱۰ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝۱۱

اس مقام پر ان لوگوں کی یونہی ایک بھیڑ ہے منجملہ (مخالفین رسل کے) گروہوں کے شکست دئے جاویں گے۔

کفار کی کچھ بیہودہ خیالیاں

حضورؐ کی رسالت پر کفار کے حماقت آمیز تعجب کا اظہار ہو رہا ہے جیسے اور آیت میں ہے اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا الخ کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ان میں سے ایک انسان کی طرف ہم نے وحی بھیجی کہ وہ لوگوں کو ہوشیار کر دے اور ایمانداروں کو اس بات کی خوشخبری سنا دے کہ اس کے پاس ان کے لئے بہترین تیاری ہے۔ کافر تو ہمارے رسولؐ کو کھلا جادوگر کہنے لگے۔ پس یہاں ہے کہ اُن ہی میں سے اُن ہی جیسے ایک انسان کے رسول بن کر آنے پر انہیں تعجب ہوا اور کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر اور کذاب ہے۔ رسولؐ کی رسالت پر تعجب کے ساتھ خدا کی وحدانیت پر بھی ان کو تعجب معلوم ہوا اور کہنے لگے کہ ذرا سنو اتنے سارے خداؤں کے بدلے یہ تو کہتا ہے کہ خدا ایک ہی ہے اور اس کا کوئی کسی طرح شریک ہی نہیں۔ ان بیوقوفوں کو اپنے بڑوں کی دیکھا دیکھی جو شرک و کفر کی عادت تھی۔ اُس کے خلاف آواز سُنکر ان کے دل دکھنے اور رُکنے لگے اور وہ توحید کو ایک انوکھی اور انجان چیز سمجھنے لگے۔ ان کے بڑوں اور سرداروں نے تکبرؔ کے ساتھ منہ موڑتے ہوئے اعلان کیا کہ اپنے قدیمی مذہب پر جمے رہو اس کی بات نہ مانو اور اپنے معبودوں کی عبادت کرتے رہو۔ یہ تو صرف اپنے مطلب کی باتیں کہتا ہے۔ یہ اس بہانے اپنا سکہ جما رہا ہے کہ یہ تمہارا سب کا بڑا بن جائے اور تم اس کے تابع فرمان ہو جاؤ۔ ان آیتوں کا شان

حاشیہ صفحہ ۵۸ پر ملاحظہ ہو

نزول یہ ہے کہ قریشیوں کے شریف اور سردار اور رؤسا ایک مرتبہ جمع ہوئے، اُن میں ابوجہل بن ہشام، عاص بن وائل، اسود بن المطلب، اسود بن عبد یغوث وغیرہ بھی تھے۔ اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ چل کر آپ ابوطالب سے آخری فیصلہ کرلیں۔ وہ انصاف کے ساتھ ایک بات ہمارے ذمہ ڈالدے اور ایک اپنے بھتیجے کے ذمے کیونکہ یہ اب انتہائی عمر کو پہنچ چکے ہیں۔ چراغِ سحری ہو رہے ہیں، اگر مرگئے اور اُن کے بعد ہم نے محمد (صلعم) کو کوئی مصیبت پہنچائی تو عرب ہمیں طعنہ دیں گے کہ بڈھے کی موجودگی تک تو کچھ نہ چلی اور اُن کی موت کے بعد بہادری آگئی۔ چنانچہ یہ چلے ایک آدمی بھیجکر ابوطالب سے اجازت مانگی، اجازت ملنے پر سب گھر میں آگئے، اور کہنے لگے جناب! آپ ہمارے سردار ہیں بزرگ ہیں بڑے ہیں۔ ہم آپ کے بھتیجے سے اب بہت تنگ آگئے ہیں۔ آپ انصاف کے ساتھ ہم میں اور اُس میں فیصلہ کردیجئے، ہم آپ سے انصاف چاہتے ہیں وہ ہمارے معبودوں کو بُرا نہ کہیں اور نہ ہم انہیں ستائیں وہ مختار ہیں جس کی چاہیں عبادت کریں لیکن ہمارے خداؤں کو بُرا نہ کہیں۔ ابوطالب نے آدمی بھیجکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور کہا جان پدر! دیکھتے ہو! آپ کی قوم کے سردار اور بزرگ سب جمع ہوئے ہیں اور آپ سے صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ اُن کے معبودوں کی توہین اور بُرائی نہ کریں..... اور یہ آپ کو آپ کے دین میں آزادی دے رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے چچا جان! کیا میں انہیں بہترین اور بڑی بھلائی کی طرف نہ بلاؤں؟ ابوطالب نے کہا وہ کیا ہے؟ فرمایا یہ ایک کلمہ کہدیں، صرف اُس کے کہنے کی وجہ سے سارا عرب ان کے ماتحت ہوجائے گا اور سارے عجم پر ان کی حکومت ہوجائے گی۔ ابوجہل ملعون نے سوال کیا کہ اچھا بتلاؤ وہ ایسا کونسا کلمہ ہے؟ ایک نہیں ہم دس مرتبہ کہنے کو تیار ہیں رسولؐ نے فرمایا کہو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ بس یہ سننا تھا کہ شور وغل کردیا اور کہنے لگے اس کے سوا جو تو مانگے ہم دینے کو تیار ہیں، آپؐ نے فرمایا۔ اگر تم سورج کو بھی لاکر میرے ہاتھ پر رکھ دو تو بھی میں تم سے اس کلمے کے سوا اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ اس بات کو سنکر سب لوگ غصے اور غضب سے وحشتناک ہوکر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے واللہ ہم تجھے اور تیرے خدا کو گالیاں دیں گے جس نے تجھے یہ حکم دیا ہے۔ اب یہ چلے اور ان کے سردار یہ کہتے رہے کہ جاؤ اپنے دین پر اور اپنے معبودوں کی عبادت پر جمے رہو۔ معلوم ہوگیا کہ اس کا تو ارادہ ہی اور ہے، یہ تو بڑا بننا چاہتا ہے (ابن ابی حاتم وغیرہ) ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اُن کے چلے جانے کے بعد حضورؐ نے اپنے چچا سے کہا کہ آپ ہی اس کلمہ کو پڑھ لیجئے اس نے کہا نہیں۔ میں تو اپنے باپ دادوں اور قوم کے بڑوں کے دین پر ہی رہوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم کو فرمایا کہ جسے تو چاہے ہدایت نہیں کرسکتا۔ اور روایت میں ہے کہ اس وقت ابوطالب بیمار تھے اور اسی بیماری میں وہ مرے بھی۔ جس وقت حضورؐ تشریف لائے اُس وقت ابوطالب کے پاس ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ خالی تھی۔ باقی تمام گھر آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ تو ابوجہل خبیث نے خیال کیا کہ اگر آپؐ آکر اپنے چچا کے پاس بیٹھ گئے تو زیادہ نرم ڈال سکیں گے۔ اس لئے یہ ملعون کودکر وہاں جا بیٹھا اور حضورؐ کو دروازہ کے پاس ہی بیٹھنا پڑا۔ حضورؐ نے جب ایک کلمہ کہنے کو کہا تو سب نے جواب دیا کہ ایک نہیں دس، ہم سب منتظر ہیں فرمائیے وہ کیا کلمہ ہے؟ اور جب کلمۂ توحید آپ کی زبان سے سُنا تو کپڑے جھاڑتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے لو اور سنو! یہ تو سارے معبودوں کا ایک معبود بنا رہا ہے۔ اس پر یہ آیتیں عُجَابٌ تک اتریں۔ امام ترمذیؒ اس روایت کو حسن کہتے ہیں۔ ہم نے تو یہ بات اپنے دین میں دیکھی نہ نصرانیوں کے دین میں۔ یہ بالکل غلط اور جھوٹ اور بے سند بات ہے۔ یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نظر ہی نہ آیا اور اس پر قرآن اُتار دیا۔ جیسے اور آیت میں ان کا قول ہے لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ

حاشیہ صفحہ ۵۷ کا باقی حصہ

؎ کتنا بیہودہ تھا یہ خیال بات اگر یہی ہوتی تو مشرکین مکہ کا وہ وفد جو عرب کی تمام سیادت آپؐ کو سپرد کردینے پر آمادہ تھا جو حسین ترین دوشیزہ ہوکے آپؐ کی نذر کرنے پر تیار تھا اگر دنیا ہی کی ہوس اور یہی خواہشات آپؐ کو ہوتیں تو پیش کش ان مشرکین کی آپؐ کیوں نہ قبول کرلیتے ساری دنیا جانتی ہے کہ اس پیشکش پر اس امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا جواب دیا تھا۔

لی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ۝ یعنی ان دونوں شہروں میں کے کسی بڑے آدمی پر یہ قرآن کیوں نہ اتارا گیا؟ جس کے جواب میں جناب
ری کا ارشاد ہوا کہ کیا یہ لوگ رب کی رحمت کی تقسیم کرنے والے ہیں یہ تو اسقدر محتاج ہیں کہ ان کی اپنی روزیاں اور درجے بھی ہم تقسیم
رتے ہیں۔ الغرض یہ اعتراض بھی ان کی حماقت کا نمونہ تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ ان کے شک کا نتیجہ اور وجہ یہ ہے کہ اب تک یہ آرام
ور راحت ہی میں رہے ہیں ہمارے عذاب سے سابقہ نہیں پڑا کل قیامت کے دن جب دھکے دیکر جہنم میں گرائے جائیں گے اس وقت
ی اس سرکشی کا مزہ پائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنا قبضہ اور اپنی قدرت ظاہر فرماتا ہے کہ جو وہ چاہے کرے جسے چاہے جو کچھ چاہے عطا
رمادے۔ عزت اور ذلت اس کے ہاتھ میں ہے ہدایت اور ضلالت اس کی طرف سے ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے وحی
ازل فرمائے اور جس کے دل پر چاہے اپنی مہر لگا دے بندوں کے اختیار میں کچھ نہیں، وہ محض بے بس اور بالکل لاچار اور سراسر مجبور ہیں
ی لئے فرمایا او کیا ان کے پاس اس بلند غالب وہاب خدا کی رحمت کے خزانے ہیں؟ یعنی نہیں ہیں۔ جیسے فرمایا اَمْ لَھُمْ نَصِیْبٌ مِّنَ الْمُلْکِ
اگر خدا کی خدائی کا کوئی حصہ ان کے ہاتھ میں ہوتا تو یہ بخیل تو کسی کو ٹکڑا بھی نہ کھانے دیتے یا انہیں لوگوں کے ہاتھوں میں خدا کا فضل دیکھ
حسد آرہا ہے؟ ہم نے آل ابراہیم کو کتاب وحکمت اور بہت بڑی سلطنت دی تھی۔ ان میں سے بعض تو ایمان لائے اور بعض ایمان سے
کے رہے جو بھڑکتی جہنم کے تقیے بنیں گے وہ آگ ہی انہیں کافی ہے اور آیت میں ہے قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِکُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْٓ اِذًا لَّاَمْسَکْتُمْ
خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ وَکَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا یعنی اگر میرے رب کی رحمتوں کے خزانے تمہاری ملکیت میں ہوتے تو تم کم ہو جانے کے
ت کر کے خرچ کرنے سے رک جاتے انسان ہی ناشکرا۔ قوم صالح نے بھی اپنے نبی سے یہی کہا تھا کہ ءَاُلْقِیَ الذِّکْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا۔ کیا
یا ہم سب کو چھوڑ کر اسی پر ذکر اتارا گیا؟ نہیں بلکہ یہ کذاب اور شریر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کل معلوم کر لیں گے کہ ایسا کون ہے؟
پھر فرمایا کیا زمین وآسمان اور اس کے درمیان کی چیزوں پر ان کا اختیار ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر آسمانوں کی راہوں پر چڑھ جائیں
ساتویں آسمان پر پہنچ جائیں۔ یہ یہاں کا لشکر بھی عنقریب ہزیمت وشکست اٹھائے گا اور مغلوب وذلیل ہوگا جیسے اور بڑے بڑے
روہ حق سے ٹکرائے اور پاش پاش ہو گئے۔ جیسے اور آیت میں ہے۔ اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ۔ الخ یعنی کیا ان کا یہ قول ہے کہ ہم بڑی جماعت
یں اور ہم ہی فتحیاب رہیں گے؟ سنو! انہیں ابھی ابھی شکست فاش ہو گی اور پیٹھ دکھاتے ہوئے بزدلی کے ساتھ بدحواس ہو کر
بھاگ کھڑے ہوں گے چنانچہ بدر والے دن خدا کی خدائی نے خدا کی باتوں کی سچائی اپنی آنکھوں آزمائی۔ اور ابھی ان کے عذابوں
کے وعدے کا دن تو آخرت کا دن ہے جو سخت کٹھن اور نہایت دہشتناک اور وحشت والا ہے۔

کَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ

ان سے پہلے بھی قوم نوح نے　اور　عاد اور فرعون نے جس کی سلطنت کے کھونٹے ہو گئے تھے　اور ثمود اور قوم لوط نے

۱ع
۱۰
لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْئَیْکَةِ اُولٰٓئِکَ الْاَحْزَابُ ۝ اِنْ کُلٌّ اِلَّا کَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ

اور اصحاب ایکہ نے تکذیب کی تھی　(اور) وہ گروہ یہی لوگ ہیں　ان سب نے طرف رسولوں کو جھٹلایا میری طرف کی سزا ان پر ثابت ہو گئی

وَمَا یَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا

اور یہ لوگ بس ایک زور کی چیخ کے منتظر ہیں جس میں دم لینے کی گنجائش نہ ہوگی (مراد اس سے قیامت ہے) اور یہ لوگ کہنے لگے کہ جلد

قِطَّنَا قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ ۝ اِصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ

ہمارا حصہ ہم کو روز حساب سے پہلے دیدے　تو ان کی باتوں پر صبر کر

امم سابقہ کی نافرمانی اور حوادث روزگار کے پیہم حملے

ان سب کے واقعات کئی مرتبہ بیان ہو چکے ہیں کہ کس طرح ان پر ان کے گناہوں کی وجہ سے عذاب خدا ٹوٹ پڑے۔ یہی وہ جماعتیں ہیں جو مال و اولاد میں، قوت و طاقت میں، زور و زر میں، تمہارے زمانے کے ان حقیر کافروں سے بہت بڑھی ہوئی تھی۔ لیکن امر الٰہی کے آنے کے بعد انھیں کوئی چیز کام نہ آئی۔ پھر ان کی تباہی کی وجہ بیان ہوئی کہ یہ رسولوں کے دشمن تھے، انھیں جھوٹا کہتے تھے۔ انھیں صرف صُور کا انتظار ہے اور اُس میں بھی کوئی دیر نہیں۔ بس وہ ایک آواز ہو گی جس کے کان میں پڑی، بے ہوش اور بے جان ہو گیا بجز ان لوگوں کے جنھیں رب نے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ "قط" کے معنی کتاب اور حصے کے ہیں۔ مشرکین کی بے وقوفی اور اُن کا عذاب کو محال سمجھ کر اور نڈر ہو کر عذاب کے طلب کرنے کا ذکر ہو رہا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ انہوں نے کہا خدایا اگر یہ صحیح ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا اور کوئی دردناک عذاب آسمانی ہمیں پہنچا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے اپنا جنت کا حصہ یہاں طلب کیا۔ اور یہ جو کچھ کہا یہ سب اسے جھوٹا سمجھنے اور محال جاننے کی وجہ سے تھا۔ ابن جریرؒ کا قول ہے کہ جس خیر و شر کے وہ دنیا میں مستحق تھے اُسے انہوں نے جلد طلب کیا۔ یہی بات درست ہے۔ ضحاکؒ اور اسمٰعیلؒ کی تفسیر کا ماحصل بھی یہی ہے واللہ اعلم۔ پس اللہ تعالٰے نے اُن کی اس تکذیب اور تمسخر کے مقابلے میں اپنے نبی صلعم کو صبر کی تعلیم دی اور سہار کی تلقین کی۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿١٧﴾ إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ

اور ہمارے بندے داؤد کو یاد رکھو جو بڑی قوت (اور ہمت) والے تھے وہ (خدا کی طرف) رجوع ہونیوالے تھے ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کے ساتھ شام

بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿١٨﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۖ كُلٌّ لَهُ أَوَّابٌ ﴿١٩﴾ وَشَدَدْنَا

اور صبح تسبیح کیا کریں۔ اور اسی طرح پرندوں کو بھی جو (تسبیح کے وقت) انکے پاس جمع ہو جاتے تھے سب انکی (تسبیح کی) وجہ سے مشغول ذکر رہتے اور ہم نے انکی سلطنت کو بڑی

مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿٢٠﴾

قوت دی تھی اور ہم نے انکو حکمت اور فیصلہ کرنیوالی تقریر عطا فرمائی تھی۔

دنیا کا ایک بڑا طاقتور انسان

"ذَا الْأَيْدِ" سے مراد علمی اور عملی قوت والا ہے اور صرف قوت کے معنے بھی ہوتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ الخ مجاہد فرماتے ہیں۔ مراد اطاعت کی طاقت ہے۔ حضرت داؤدؑ کو عبادت کی قدرت اور اسلام کی سمجھ عطا فرمائی گئی تھی۔ یہ مذکور ہے کہ آپ ہر رات تہائی رات تک تہجد میں کھڑے رہتے تھے اور ایک دن بیچ نلغے کے ساتھ ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اللہ کو سب سے زیادہ پسند حضرت داؤدؑ کی رات کی نماز اور دن کے روزے تھے۔ آپ آدھی رات سوتے اور تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ رات پھر سو جاتے۔ اور ایک دن روزہ رکھتے ایک دن نہ رکھتے۔ اور دشمنان دین سے جہاد کرنے

ع فرعون کے لئے قرآن مجید کی ان آیات میں ذو الاوتاد کا لفظ آیا ہے جس کا مطلب صاحب شوکت حشمت ہے۔ امام رازی نے لکھا ہے کہ استعیر لثبات العز والملک واستقامة الامر واصل هذه الكلمة من ثبات البيت المطنب باوتاده ثم استعير لاثبات العز والملك۔ شاید آپ بھی جانتے ہوں کہ قدیم زمانہ میں سزا دینے کی ایک صورت یہ بھی تھی یعنی مجرم کو لٹا کر ہاتھ پیروں میں میخیں ٹھونک دیتے تھے اور فرعون کے دور تک یہ سزا جاری تھی بہت ممکن ہے کہ فرعون کو ذی الاوتاد اسی لئے کہا گیا ہو۔

میں پیٹھ نہ دکھاتے۔ اور اپنے ہر حال میں خدا کی طرف رغبت و رجوع رکھتے پہاڑوں کو اُن کے ساتھ مسخر کر دیا تھا وہ آپ کے ساتھ سورج کے چمکنے کے وقت اور دن کے آخری وقت تسبیح بیان کرتے۔ جیسے فرمان ہے یَا جِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَہٗ یعنی خدا نے پہاڑوں کو اُن کے ساتھ رُجوع کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح پرندے بھی آپ کی آواز سن کر آپ کے ساتھ خدا کی پاکی بیان کرنے لگ جاتے۔ اڑتے ہوئے پرند پاس سے گزرتے اور آپ توراۃ پڑھتے ہوتے، تو آپ کے ساتھ ہی وہ بھی تلاوت میں مشغول ہو جاتے اور پرواز ترک کرکے بیٹھ جاتے۔ حضورؐ نے فتح مکہ کے روز ضحیٰ یعنی اشراق کے وقت حضرت اُمّ ہانی رضؓ کے گھر میں آٹھ رکعت نماز ادا کی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں، میرا خیال ہے کہ یہ بھی وقت نماز ہے جیسے فرمان ہے یُسَبِّحْنَ مَعَہٗ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ ۰ عبد اللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ ضحیٰ کی نماز نہیں پڑھتے تھے تو ایک دن میں اُن کو حضرت اُمّ ہانیؓ کے ہاں لے گیا۔ اور کہا کہ آپ ان سے وہ حدیث بیان کیجئے جو آپ نے مجھ سے بیان فرمائی تھی تو انہوں نے فرمایا، "مکہ والے دن میرے گھر میں میرے پاس رسول اللہ صلعم تشریف لائے۔ اور آنے کے بعد ایک برتن میں پانی بھروایا اور ایک کپڑے کا پردہ تان کر نہانے بیٹھ گئے اس کے بعد گھر کے ایک کونے میں پانی چھڑک کر آٹھ رکعتیں "صلوٰۃ الضحیٰ" کی ادا کیں۔ ان میں قیام، رکوع، سجدہ اور جلوس سب تقریباً برابر تھے"۔ حضرت عباسؓ یہ حدیث سُنکر جب وہاں سے نکلے تو فرمانے لگے "پورے قرآن کو میں نے پڑھ لیا لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ ضحیٰ کی نماز کیا ہے؟ مجھے معلوم ہوا کہ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ ط والی آیت میں بھی "اشراق" سے مراد یہی ضحیٰ ہے، چنانچہ اس کے بعد انہوں نے اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا" اور پرند بھی ہوا میں رُک جاتے تھے اور حضرت داؤدؑ کی ماتحتی میں ان کی تسبیحوں کا ساتھ دیتے تھے۔ اور ان کی سلطنت ہم نے مضبوط کر دی۔ بادشاہوں کو جن جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے، ہم نے انھیں سب دیدیں۔ چار ہزار تو اُن کی محافظ سپاہ تھی۔ اس قدر فوج تھی کہ ہر رات تینتیس ہزار فوجی پہرے پر رہتے تھے[عہ] لیکن جو آج کی رات آتے۔ پھر سال بھر تک ان کی باری نہ آتی۔ چالیس ہزار آدمی ہر وقت ان کی خدمت میں مسلح تیار رہتے۔ ایک روایت میں ہے کہ اُن کے زمانے میں دو بنی اسرائیلی شخصوں میں نزاع واقع ہوا، ایک نے دوسرے پر الزام لگایا کہ اس نے میری گائے غصب کر لی ہے۔ دوسرے نے اس جرم سے انکار کیا۔ حضرت داؤدؑ نے مدعی سے دلیل طلب کی مگر وہ ثبوت فراہم نہ کر سکا۔ آپ نے فرمایا اچھا تمھیں کل فیصلہ سنایا جائے گا۔ رات کو حضرت داؤدؑ کو خواب میں حکم ہوا کہ دعویدار کو قتل کر دو۔ صبح کو آپ نے دونوں کو بلوایا اور حکم دیا کہ "اس مدعی کو قتل کر دیا جائے"۔ اس نے کہا "اے اللہ کے نبیؑ! آپ میرے ہی قتل کا حکم دے رہے ہیں۔ حالانکہ اس نے میری گائے چرالی ہے؟" آپ نے فرمایا "یہ میرا حکم نہیں بلکہ خدائی فیصلہ ہے اور ناممکن ہے کہ یہ ٹل جائے، لہذا تو تیار ہو جا"۔ تب اس نے کہا اے خدا کے رسولؑ میں اپنے دعوے میں تو سچا ہوں کہ اُس نے میری گائے غصب کر لی ہے مگر خدائے تعالےٰ نے آپ کو میرے قتل کا حکم میرے اس مقدمہ کی وجہ سے نہیں کیا، اس کی وجہ اور ہی ہے اور اُسے صرف میں ہی جانتا ہوں بات یہ ہے کہ آج رات میں نے اُس شخص کو فریب سے قتل کر دیا ہے جس کا کسی کو علم نہیں۔ پس اُس کے بدلے میں، خدا نے آپ کو قصاص کا حکم دیا ہے چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔ اب تو حضرت داؤدؑ کی ہیبت ہر شخص کے دل میں بیٹھ گئی ہم نے اُسے حکمت دی تھی، یعنی فہم و عقل اور زیرکی و دانائی عدل و فراست کتاب اللہ اور اُس کی اتباع نبوت و رسالت وغیرہ اور جھگڑوں کے تصفیہ کا صحیح طریقہ یعنی گواہ لینا، قسم کھلوانا، مدعی کے ذمہ بار ثبوت ڈالنا۔ مدعی علیہ سے قسم لینا۔ یہی طریقہ فیصلوں کے لئے انبیاءؑ کا اور نیک لوگوں کا رہا اور یہی طریقہ اس امت میں رائج ہے۔ غرض حضرت داؤدؑ معاملے کی تہہ کو پہنچ جاتے تھے اور حق و باطل، سچ اور جھوٹ میں صحیح اور کھرا امتیاز کر لیتے تھے۔ کلام بھی آپ کا

[عہ] یہ تعداد نا قابل قبول ہے۔

صاف ہوتا تھا اور حکم بھی عدل کے مطابق ہوتا تھا۔ آپ ہی نے اَمَّا بَعْدُ کا کہنا ایجاد کیا ہے۔ اور فصل الخطاب سے اس کی طرف بھی اشارہ ہے۔

وَهَلْ أَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلٰى دَاوٗدَ

اور بھلا آپ کو ان اہل مقدمہ کی خبر بھی پہنچی ہے جبکہ وہ لوگ (داؤد کے) عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر داؤد کے پاس آئے ہیں۔ تو وہ اُن کے اس طرح آنے سے)

فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا

گھبرا گئے دونوں کہنے لگے کہ آپ ڈریں نہیں ہم دو اہل معاملہ ہیں کہ ایک نے دوسرے پر (کچھ) زیادتی کی ہے سو آپ ہم میں انصاف سے فیصلہ

بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ إِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ۝ إِنَّ هٰذَآ أَخِيْ ۟ لَهٗ

کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے اور ہم کو (معاملہ کی) سیدھی راہ بتا دیجئے (پھر ایک شخص بولا صورت مقدمہ کی یہ ہے کہ) یہ شخص میرا

تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۟ فَقَالَ أَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ

بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس (صرف) ایک دنبی ہے سو یہ کہتا ہے کہ وہ بھی مجھ کو دے ڈال اور بات چیت میں

فِي الْخِطَابِ ۝ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَإِنَّ كَثِيْرًا

مجھ کو دباتا ہے داؤد نے کہا یہ جو تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے اور اکثر شرکا کی

مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِيْنَ أٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

عادت ہی کہ ایک دوسرے پر یوں ہی زیادتی کیا کرتے ہیں مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ

وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ أَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّ

بہت ہی کم ہیں داؤد کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے سو انہوں نے اپنے رب کے سامنے توبہ کی اور سجدہ میں گر پڑے

أَنَابَ ۝ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَإِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ السجدة

اور رجوع ہوئے۔ سو ہم نے ان کا وہ جرم معاف کر دیا اور ہمارے یہاں ان کے لئے (خاص) قرب اور (اعلیٰ درجہ کی) نیک انجامی ہے۔

عدالت داؤد علیہ السلام میں ایک مقدمہ

مفسرین نے اس موقع پہ ایک قصہ بیان کیا ہے[عـه] لیکن اس کا اکثر حصہ بنو اسرائیل کی روایتوں سے لے گیا ہے، حدیث سے ثابت نہیں ابن ابی حاتم میں ایک حدیث ہے لیکن وہ بھی صحیح نہیں کیونکہ اس کا ایک راوی یزید رقاشی ہے اگرچہ وہ نہایت نیک شخص ہے لیکن ہے ضعیف پس اولیٰ یہ ہے کہ قرآن میں جو کچھ ہے اور جس پر یہ شامل ہے وہ حق ہے باحضرت داؤد کا انہیں دیکھ کر گھبرانا اس وجہ سے تھا کہ وہ اپنے

عـه اس آیت کی تفسیر میں جمہور مفسرین نے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں دو شخص ایک مقدمہ لیکر حاضر ہوئے۔ دعویٰ کی تفصیل یہ تھی کہ مدعا علیہ کے بکریوں کے گلے نے مدعی کے تمام کھیت ختم کر دیئے اور چر چگ کر ان کو برباد کر ڈالا داؤد علیہ السلام نے محسوس کیا کہ مدعی کے کھیتوں کا نقصان، مدعا علیہ بقیہ صفحہ ۶۳ پر ملاحظہ

خلوت خانہ میں تھے اور پہرہ داروں کو منع کیا تھا کہ کوئی بھی آج اندر نہ آئے اور یکایک ان دونوں کو جو دیکھا تو گھبرا گئے۔ عُزَّنِیْ الخ سے مطلب بات چیت میں غالب آجانا دوسرے پر چھا جانا ہے۔ حضرت داؤدؑ سمجھ گئے کہ یہ خدا کی آزمائش ہے بس وہ رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے خدا کی طرف جھک پڑے۔ مذکور ہے کہ چالیس دن تک سجدے سے سر نہ اٹھایا۔ پس ہم نے اسے بخش دیا۔ یہ یاد رہے کہ جو کام عوام کے لئے نیکیوں کے ہوتے ہیں، وہی کام خواص سے بعض مرتبہ اچھے نہیں سمجھے جاتے ہیں۔ یہ آیت سجدہ کی ہے یا نہیں؟ اس کی بابت امام شافعی رح کا جدید مذہب تو یہ ہے کہ یہاں سجدہ ضروری نہیں، یہ تو سجدۂ شکر ہے۔ ابن عباس رض کا قول ہے کہ ص ضروری سجدوں میں سے نہیں۔ ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے (بخاری وغیرہ) نسائی میں ہے کہ حضورؐ نے یہاں سجدہ کر کے فرمایا یہ سجدہ حضرت داؤدؑ کا تو توبہ کے لئے تھا اور ہمارا شکر کے لئے ہے۔ ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں اور نماز میں میں نے سجدے کی آیت تلاوت کی اور سجدہ کیا تو میرے ساتھ اس درخت نے بھی سجدہ کیا اور میں نے سُنا کہ وہ یہ دعا مانگ رہا تھا اَللّٰھُمَّ اکْتُبْ لِیْ بِھَا عِنْدَکَ اَجْرًا وَّاجْعَلْھَا لِیْ عِنْدَکَ ذُخْرًا وَّضَعْ بِھَا عَنِّیْ وِزْرًا وَّاقْبَلْھَا مِنِّیْ کَمَا قَبِلْتَھَا مِنْ عَبْدِکَ دَاؤدَ یعنی اے اللہ! میرے اس سجدے کو تو میرے لئے اپنے پاس اجر کا سبب بنا اور اس کی وجہ سے تو میرا بوجھ ہلکا کر دے اور اسے مجھ سے قبول فرما۔ جیسے کہ تو نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲ ملاحظہ ہو) کی بکریوں کی قیمت کے بالکل مساوی ہے، اس لئے بکریاں تمام کی تمام کھیت والے کو دلوا دی جائیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اگرچہ ابھی نہایت کمسن تھے، بولے کہ اگرچہ آپ کا فیصلہ بالکل صحیح ہے لیکن اس سے بھی زیادہ مناسب فیصلہ ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ مدعی علیہ کا تمام ریوڑ مدعی کو دلوا دیا جائے تاکہ وہ اس کے دودھ اور اون سے فائدہ اٹھائے۔ اور مدعی علیہ اس دوران میں مدعی کے کھیت کی خدمت کرے اور جب وقت کھیت بالکل تیار ہو جائے تو مدعی، بکریوں کا ریوڑ مدعی علیہ کو واپس کر دے اور اپنا کھیت واپس لیلے۔ داؤد علیہ السلام کو اپنے بیٹے کا یہ فیصلہ نہایت عمدہ اور بہتر معلوم ہوا قرآن مجید نے بھی سلیمان علیہ السلام کی غیر معمولی فراست و فہم معاملہ کی تعریف کی ہے۔

لیکن افسوس کہ اسرائیلی خرافات کے پلندہ نے اس سیدھے سادے واقعہ پر بھی رنگ آمیزی کا وہ خول چڑھایا جو ایک نبی کی حیثیت سے تو کیا ایک عام شریف آدمی کے حالات کے بھی مطابق نہیں۔ چنانچہ تورات میں اس موقع پر جو کچھ لکھا ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ۔

"شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اٹھکر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور چھت پر سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی۔ اور وہ نہایت خوبصورت تھی داؤد نے کسی کو بھیجکر اس کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ وہ اوریاہ کی بیوی ہے، داؤد نے آدمی بھیجکر اسکو بلوایا اور اس سے زنا کی جس سے وہ حاملہ ہوگئی اور اس کے بعد داؤد نے سازش کر کے اوریاہ کو ایک جنگ میں مروا دیا اور اس کی بیوی کو اپنے قبضہ میں لے لیا اس کام پر خدا داؤد سے ناراض ہوا۔"

معاذ اللہ کتنی غلط ہے یہ روایت ایک نبی کے متعلق اسکا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ہوس رانی کی اس آخری حد پر پہنچ جائے جہاں ظلم قساوت، بہیمیت و درندگی کا بے محابا مظاہرہ اس کی طرف سے شروع ہو چنانچہ محققین نے اس روایت کو قطعاً قبول نہیں کیا۔ ابن کثیر نے اپنی مشہور تاریخ بدایۃ و نہایۃ میں بھی اس کی زبردست تردید کی ہے اور حافظ ابن حزم نے لکھا ہے کہ

"قرآن ہی کا بیان صحیح ہے اور وہ واقعہ قطعاً غلط ہے جو اسرائیلی سحر ان نے اس موقع پر بنا لیا۔"

قاضی عیاض، خفاجی، ابو حیان اندلسی اور دوسرے محققین اسرائیلی روایات سے پوری بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے ان مفسرین پر بھی ناخوشگی کا شدید اعلان کرتے ہیں جنہوں نے محض اتباع میں کسی تنقید کے بغیر اس اسرائیلی روایت کو قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر بنا ڈالا۔ (الغرض داؤد معاذ اللہ عنہ خطرہ داؤد علیہ السلام کو اس بات کا ہوا کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو آنے کے متعلق دروازہ کو چھوڑ کر دیوار کو۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴ پر دیکھیے)

اپنے بندے داؤد علیہ السلام کے سجدے کو قبول فرمایا۔ ابن عباس رض فرماتے ہیں، پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلعم نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور سجدے کی آیت کو پڑھ کر سجدہ کیا اور اس سجدہ میں وہی دُعا پڑھی جو اس شخص نے درخت کی دعا نقل کی تھی۔ ابن عباس رض اس آیت کے سجدے پر یہ دلیل لاتے ہیں کہ قرآن حکیم نے بتایا ہے، اس کی اولاد میں سے داؤد و سلیمان ہیں جن کو ہم نے ہدایت کی تھی۔ پس تو اے نبی! اُن کی ہدایت کی پیروی کر۔ پس حضور ان کی اقتدا کے لئے مامور تھے اور یہ صاف ثابت ہے کہ حضرت داؤد نے سجدہ کیا اور حضور صلعم نے بھی یہ سجدہ کیا۔ ابو سعید خدری رض کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں سورۂ ص لکھ رہا ہوں جب آیتِ سجدہ تک پہنچا۔ تو میں نے دیکھا کہ قلم اور دوات اور میرے آس پاس کی تمام چیزوں نے سجدہ کیا۔ انہوں نے اپنا یہ خواب حضور سے بیان کیا۔ پھر آپ اِس آیت کی تلاوت کے وقت برابر سجدہ کرتے رہے (احمد) ابو داؤد میں ہے کہ حضور نے منبر پر سورۂ ص پڑھی اور سجدے کی آیت تک پہنچ کر منبر پر سے اُترے اور سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ ہی اور سب نے بھی سجدہ کیا۔ ایک اور مرتبہ آپ نے اسی سورت کی تلاوت کی، جب آیتِ سجدہ تک پہنچے تو لوگوں نے سجدہ کی تیاری کی، آپ نے فرمایا یہ تو ایک نبی کی توبہ کا سجدہ تھا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم سجدہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے ہو۔ چنانچہ آپ اُترے اور سجدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اُسے بخش دیا۔ قیامت کے دن اُس کی بڑی قدر و منزلت ہوگی اور نبیوں اور عادلوں کا درجہ وہ پائیں گے۔ حدیث میں ہے کہ عادل لوگ نور کے منبروں پر رحمٰن کے داہنی جانب ہوں گے۔ خدا کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں یہ عادل وہ ہیں جو اپنی اہل و عیال میں اور جن کے وہ مالک ہوں عدل و انصاف کرتے ہیں اور حدیث میں ہے سب سے زیادہ خدا کے دوست اور سب سے زیادہ اُس کے مقرب وہ بادشاہ ہوں گے جو عادل ہوں اور سب سے سخت عذاب میں وہ ہوں گے جو حکمران ظالم ہوں (ترمذی وغیرہ) حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں۔ قیامت کے دن حضرت داؤد علیہ السلام کو عرش کے پائے کے پاس کھڑا کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ لے داؤد جس پیاری پر سوز، میٹھی اور جاذب آواز سے تم میری تعریفیں دنیا میں کرتے تھے، اب بھی کرو، آپ فرمائیں گے، باری تعالیٰ اب وہ آواز کہاں رہی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے وہی آواز آج تمہیں پھر عطا فرمائی۔ اب حضرت داؤد علیہ السلام اپنی دل کش اور دلربا آواز نکال کر نہایت وجد کی حالت میں خدا کی حمد و ثنا بیان کریں گے۔ جسے سن کر جنتی اور نعمتوں کو بھی بھول جائیں گے اور یہ سریلی آواز اور نورانی نغمہ اُن کو سب نعمتوں سے ہٹا کر اپنی طرف متوجہ کر دے گا۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ

اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی نفسانی

الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ

خواہش کی پیروی مت کرنا (اگر ایسا کرو گے تو) وہ خدا کے رستے سے تم کو بھٹکا دے گی جو لوگ خدا کے رستہ سے بھٹکتے ہیں اُن کے لئے

عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝۲۶

سخت عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ روزِ حساب کو بھولے رہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۳ ملاحظہ ہو) پھاند کر آ گئے۔ انبیاء اور اولیاء طبعی خطرات کے ادراک سے خالی نہیں ہوتے وہ لوگ سخت غلطی پر ہیں جو سمجھتے ہیں کہ خطرات کا احساس مرتبۂ نبوت یا ولایت کے منافی ہے۔

عہ نہایت ضعیف بات ہے افسوس کہ ابن کثیر ایسی روایات کو تنقید کے بغیر نقل کر دیتے ہیں۔

داؤد علیہ السلام کی تبلیغ

اس آیت میں بادشاہوں اور ذی اختیار لوگوں کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ قرآن وحدیث کے مطابق فیصلے کیا کریں۔ ورنہ راہ خدا سے بھٹک جائیں گے۔ اور جو بھٹک کر اپنے حساب کے دن کو بھول جائے وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔ حضرت ابوزرعہؒ سے بادشاہِ وقت ولید بن عبدالملک نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ کیا خلیفہ وقت سے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں حساب لیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا کہ سچ بتا دوں! خلیفہ نے کہا ضرور سچ ہی بتلاؤ، اور آپ کو ہر طرح امن ہے۔ فرمایا اے امیر المومنین خدا کے نزدیک آپ سے بہت بڑا درجہ حضرت داؤد کا تھا انھیں خلافت کے ساتھ ہی ساتھ خدائے تعالیٰ نے نبوت بھی دے رکھی تھی۔ لیکن باوجود اس کے کتاب خدا ان سے کہتی ہے یٰدَاوٗدُ اِنَّا الخ عکرمہؒ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے یوم الحساب میں سخت عذاب ہیں، ان کے بھول جانے کے باعث۔ سدیؒ کہتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہیں اس وجہ سے کہ انھوں نے یوم الحساب کے لئے اعمال جمع نہیں کئے۔ آیت کے لفظوں سے اسی قول کو زیادہ مناسبت ہے۔ واللہ اعلم ⁂

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ

اور ہم نے آسمان و زمین کو اور جو چیزیں ان کے درمیان موجود ہیں ان کو خالی از حکمت نہیں پیدا کیا یہ (یعنی ان کا خالی از حکمت ہونا) ان

كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۝۱ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں سو کافروں کے لئے (آخرت میں) بڑی خرابی ہے یعنی دوزخ۔ ہاں تو کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۝۲

اچھے کام کئے انکی برابر کر دیں گے جو (کفر وغیرہ کر کے) دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کی برابر کر دیں گے۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۳

بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں۔

یہ سب کچھ کھیل نہیں

ارشاد ہے کہ مخلوق کی پیدائش عبث اور بے کار نہیں یہ سب عبادتِ خالق کے لئے پیدا کی گئی ہے پھر ایک وقت آنے والا ہے کہ ماننے والوں کی سربلندی کی جائے اور نہ ماننے والوں کو سخت سزا دی جائے کافروں کا خیال ہے کہ ہم نے انھیں یونہی پیدا کر دیا ہے۔ دارِ آخرت اور دوسری زندگی کوئی چیز نہیں یہ غلط ہے۔ ان کافروں کو قیامت کے دن بڑی خرابی ہوگی۔ کیونکہ اس آگ میں انھیں جلنا پڑے گا جو ان کے لئے خدا کے فرشتوں نے دھونکا رکھی ہے۔ یہ ناممکن ہے اور ان ہونی بات ہے کہ مومن کو مفسد کو اور پرہیزگار اور بدکار کو ایک جیسا کر دیں۔ اگر قیامت آنے والی ہی نہ ہو، تب تو یہ دونوں انجام کے لحاظ سے یکساں ہی رہے۔ حالانکہ یہ خلافِ انصاف ہے، قیامت ضرور آئے گی نیک کار جنت میں اور گنہگار جہنم میں جائیں گے۔ پس عقلی اقتضا بھی دارِ آخرت کے ثبوت کو ہی چاہتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ظالم پاپی خدا کی درگاہ سے منہ پھیرے ہوئے دنیا میں خوش وقت ہے۔ مال، اولاد، فراخ دستی اور تندرستی سب کچھ اس کے پاس ہے اور ایک مومن متقی پاک دامن ایک ایک پیسے سے تنگ اور ایک ایک راحت سے دور ہے۔ تو حکمتِ علیم وحکیم وعادل کا اقتضا یہ تھا کہ کوئی ایسا وقت بھی آئے کہ اس نمک حرام سے اس کی اس کورنمکی کا بدلہ لیا جائے۔ اور اس صابر وشاکر فرمانبردار کی نیکیوں کا اسے بدلہ دیا جائے۔ اور یہی دارِ آخرت میں ہونا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس جہان کے بعد ایک جہان یقیناً ہے ⁂

چونکہ یہ پاک تعلیم قرآن سے ہی حاصل ہوئی ہے اور اسی نیکی کا رہبر یہی ہے۔ اس لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ یہ مبارک کتاب ہم نے تیری طرف نازل فرمائی ہے تاکہ لوگ اسے سمجھیں اور ذی عقل لوگ اس سے نصیحت حاصل کر سکیں۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں جس نے قرآن کے الفاظ حفظ کر لئے اور قرآن پر عمل نہیں کیا۔ اس نے قرآن میں تدبر و غور بھی نہیں کیا۔ لوگ کہتے ہیں ہم نے پورا قرآن پڑھ لیا، لیکن قرآن کی ایک نصیحت یا قرآن کے ایک حکم کا نمونہ ان میں نظر نہیں آتا ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ اصل چیز غور و خوض اور نصیحت و عبرت اور عمل ہے۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿٣٠﴾ إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا بہت اچھے بندے تھے کہ (خدا کی طرف) رجوع ہونیوالے تھے (چنانچہ وہ قصہ انکا یاد کرنے کے قابل ہے)

بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿٣١﴾ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي ۚ

جبکہ شام کیوقت انکے روبرو اصیل (اور) عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے تو کہنے لگے کہ (افسوس) میں اس مال کی محبت میں (لگ کر) اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا

حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿٣٢﴾ رُدُّوهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ﴿٣٣﴾

یہانتک کہ آفتاب پردہ (مغرب) میں چھپ گیا (پھر حشم و خدم کو حکم دیا کہ) ان گھوڑوں کو ذرا پھر تو میرے سامنے لاؤ سو انہوں نے انکی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا

سلیمان علیہ السلام اور گھوڑوں کا واقعہ

اللہ نے جو ایک بڑی نعمت حضرت داؤدؑ کو عطا فرمائی تھی اُس کا ذکر فرما رہا ہے کہ ان کی نبوت کا وارث اُن کے لڑکے حضرت سلیمانؑ کو کر دیا۔ اسی لئے صرف حضرت سلیمانؑ کا ذکر کیا ورنہ اُن کی اور اولاد بھی تھیں۔ ایک سو عورتیں آپ کی لونڈیوں کے علاوہ تھیں[عہ]۔ چنانچہ اور آیت میں ہے وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوُدَ حضرت داؤدؑ کے وارث حضرت سلیمانؑ ہوئے، یعنی نبوت آپ کے بعد اُنہیں ملی۔ یہ بھی بڑے اچھے بندے تھے۔ یعنی خوب عبادت گذار تھے اور خدا کی طرف جھکنے والے تھے۔ مکحولؒ کہتے ہیں کہ جناب داؤدؑ نے ایک مرتبہ آپ سے چند سوالات کئے اور اُن کے معقول جواب پا کر فرمایا کہ آپ نبی اللہ ہیں۔ پوچھا کہ سب سے اچھی چیز کیا ہے؟ جواب دیا کہ اللہ کی طرف کی سکینت اور ایمان۔ پھر پوچھا کہ سب سے بری چیز کیا ہے سلیمانؑ نے عرض کیا کہ ایمان کے بعد کفر۔ پھر پوچھا کہ سب سے زیادہ میٹھی چیز کیا ہے؟ عرض کیا کہ خدا کی رحمت۔ پھر پوچھا کہ سب سے زیادہ ٹھنڈک والی چیز کیا ہے؟ جواب دیا، خدا کا لوگوں سے درگذر کرنا، اور لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے کو معاف کر دینا (ابن ابی حاتم) حضرت سلیمان کے سامنے اُن کی بادشاہت کے زمانے میں اُن کے گھوڑے پیش کئے گئے۔ جو بہت تیز رفتار تھے اور تین پیروں پر کھڑے رہتے تھے اور ایک پیر کچھ یونہی سا زمین پر ٹکا ہوا تھا[عہ]۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ پر دار گھوڑے تھے جو تعداد میں بیس تھے۔ ابراہیم تیمی نے گھوڑوں کی تعداد بیس ہزار بتائی ہے۔ واللہ اعلم۔

ابو داؤد میں ہے کہ حضورؐ تبوک یا خیبر کے سفر سے واپس آئے تھے گھر میں تشریف فرما تھے، جو تیز ہوا کے جھونکے سے گھر میں ایک کونے کا پردہ ہٹ گیا۔ وہاں حضرت عائشہؓ کے کھیلنے کی گڑیاں رکھی ہوئی تھیں۔ حضور کی نظر بھی پڑ گئی، دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا، میری گڑیاں ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ بیچ میں ایک گھوڑا سا بنا ہوا ہے، جس کے دو پر بھی کپڑے کے لگے ہوئے ہیں پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا گھوڑا ہے۔ فرمایا اور یہ اس کے اوپر دونوں طرف چمڑے کے کیا بنے ہوئے ہیں؟ کہا یہ دونوں اس کے

عہ شرما میں وہ لوگ جو نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت ازواج کی تہمت رکھتے ہیں اور اپنی بدبختی سے، وہ کچھ کہتے ہیں جو ایک ذی الطبع انسان کا قاعدہ ہے۔ عہ اسطرح کھڑا ہونا گھوڑے کے اچھے ہونے کی علامت ہے۔

پر ہیں. فرمایا گھوڑا بھی اچھا ہے اور اس کے پر بھی. حضرت عائشہ رضہ نے عرض کیا کہ کیا آپ نے نہیں سنا حضرت سلیمان ؑ کے پردار گھوڑے تھے، یہ سُنکر حضور ؐ ہنس دیئے، یہاں تک کہ آپ کے آخری دانت دکھائی دینے لگے عـہ حضرت سلیمان ؑ ان کے دیکھنے بھالنے میں اس قدر مشغول ہو گئے کہ عصر کی نماز کا خیال ہی نہ رہا بالکل بھول گئے جیسے کہ حضور صلعم غزوۂ خندق کے موقع پر ایک دن لڑائی کی مشغولی کی وجہ سے عصر کی نماز نہ پڑھ سکے اور مغرب کے وقت ادا کی چنانچہ صحیحین میں ہے کہ سورج ڈوبنے کے بعد حضرت عمر رضہ کفارِ قریش کو بُرا کہتے ہوئے حضور ؐ کے پاس آئے اور کہنے لگے "حضورؐ میں تو عصر کی نماز بھی نہ پڑھ سکا" آپ نے فرمایا میں بھی اب تک ادا نہیں کر سکا. چنانچہ ہم بطحان میں گئے وہاں وضو کیا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز ادا کی اور پھر مغرب پڑھی. یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دین سلیمان ؑ میں جنگی مصالح کی وجہ سے تاخیر نماز جائز ہو اور یہ جنگی گھوڑے تھے جن کو اسی مقصد سے رکھا تھا. چنانچہ بعض علماء نے یہ کہا بھی ہے کہ صلوٰۃ خوف کے جاری ہونے سے پہلے یہی حال تھا. بعض کہتے ہیں جب تلواریں تنی ہوئی ہوں اور لشکر بھڑ گئے ہوں اور نماز کے لئے رکوع و سجود کا امکان ہی نہ ہو تب یہ حکم ہے. جیسا کہ صحابہ رضہ نے تستر کی فتح کے موقع پر کیا تھا لیکن ہمارا پہلا قول ہی ٹھیک ہے اس لئے کہ اس کے بعد ہی حضرت سلیمان کا ان گھوڑوں کو دوبارہ طلب کرنا وغیرہ بیان ہوا ہے. اُنھیں کاٹ ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میرے رب کی عبادت سے مجھے اس چیز نے غافل کر دیا. میں ایسی چیز ہی نہیں رکھنے کا. چنانچہ ان کی کوچیں کاٹ دی گئیں، اور ان کی گردنیں ماری گئیں. لیکن حضرت ابن عباس ؓ کا بیان ہے کہ آپ نے گھوڑوں کی پیشانی کے بالوں وغیرہ پر ہاتھ پھیرا. امام ابن جریر ؒ بھی اسی قول کو اختیار کرتے ہیں کہ بلا وجہ جانوروں کو ایذا پہنچانا ممنوع ہے. ان جانوروں کا کوئی قصور نہ تھا جو انھیں کٹوا دیتے عـہ. لیکن میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے یہ بات اُن کی شرع میں جائز ہو خصوصاً ایسے وقت جب کہ وہ یادِ خدا میں حارج ہوئے اور نماز کا وقت نکل گیا تو دراصل یہ غصہ بھی اللہ کے لئے تھا. چنانچہ اسی وجہ سے اُن گھوڑوں سے بھی تیز اور ہلکی چیز اللہ نے اپنے نبی کو عطا فرمائی یعنی ہوا اُن کے تابع کر دی. حضرت ابو قتادہ رضہ اور حضرت ابو دھماء اکثر ساتھ حج کیا کرتے تھے، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک گاؤں میں ہماری ایک بدوی سے ملاقات ہوئی تو اُس نے کہا کہ رسول اللہ نے میرا ہاتھ تھام کر مجھے بہت کچھ دینی تعلیم دی. اس میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ سے ڈر کر تو جس چیز کو چھوڑے گا. اللہ تعالیٰ تجھے اُس سے بہتر عطا فرمائے گا.

عـہ یعنی آپ بہت ہی ہنسے اور بے اختیار کھل کھلائے. عـہ ایک تفسیر تو گویا کہ یہی ہے جو ابن کثیر نے نقل کی ہے یعنی سلیمان علیہ السلام نے یہ محسوس کر کے کہ جانوروں کی وجہ سے میری نماز جیسی اہم عبادت رہ گئی، گھوڑوں کو ذبح کرا دیا اور اس میں کوئی استبعاد نہیں، اہل اللہ اپنی معمولی معمولی غفلتوں پر متنبہ ہو کر اتنا ہی سخت قدم اٹھاتے ہیں. لیکن اس کے علاوہ ایک اور تفسیر حضرت ابن عباس سے بطریق علی ابن ابی طلحہ منقول ہے، جسمیں نہ نماز فوت ہونے کا ذکر ہے اور نہ سورج غروب ہونے کا. اور نہ گھوڑوں کے ذبح کر دینے کا تذکرہ.

بلکہ واقعہ صرف اتنا ہے کہ ایک شام کو سلیمان علیہ السلام نے اصطبل سے گھوڑوں کو لانے کا حکم دیا کیونکہ سلیمان ؑ خود گھوڑوں کے اوصاف کے نہایت واقف کار تھے اس لئے جب اُن کو اصیل سبک رو، تیز رفتار اور نہایت عمدہ نسل کا پایا تو آپ نہایت مسرور ہوئے اور فرمانے لگے کہ ان گھوڑوں سے میری محبت ایسی مالی محبت میں شامل ہے جو خدا تعالیٰ کے ذکر ہی کا ایک شعبہ ہے اس درمیان میں گھوڑے آپ کے سامنے سے ہٹائے گئے، جب آپ نے اس ذکر و فکر سے گردن اٹھائی تو دیکھا کہ گھوڑے نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے آپ نے حکم دیا کہ دوبارہ لاؤ دوبارہ آئے تو آپ ان کی گردن اور پنڈلی پر ہاتھ پھیرتے تھے اور اُن کو تھپتھپاتے تھے کہ وہ آپ سے مانوس ہو جائیں.

اس تفسیر کے مطابق انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی کا ترجمہ یہ ہوا کہ بے شبہ میری محبت مال (جہاد کے گھوڑوں کی محبت ذکر خدا ہی میں سے ہے) اور "توارت بالحجاب" توارت کی ضمیر صافنات الجیاد "ہی کی طرف ہے یعنی جب گھوڑے آنکھ سے اوجھل ہو گئے اور اس طرح شمس کے محذوف ماننے کی ضرورت نہیں رہی اور "طفق مسحًا بالسوق والاعناق" میں مسح کے معنے مشہور لئے گئے یعنی چھونا یہ تفسیر نہایت عمدہ پاکیزہ اور ہر اشکال سے محفوظ ہے

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۸﴾ قَالَ رَبِّ

اور ہمنے سلیمان کو (ایک دوسری طرح سے بھی) امتحان میں ڈالا اور ہمنے اُنکے تخت پر (ایک دھڑ) دھڑ لا ڈالا پھر انہوں نے خدا کی طرف رجوع کیا دعا مانگی کہ اے میرے

اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۹﴾

رب میرا (پچھلا) قصور معاف کر اور (آئندہ کیلئے) مجھکو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا (میرے زمانہ میں) کسی کو میسر نہ ہو آپ بڑے دینے والے ہیں سو ہم نے اُن کی دعا قبول کی اور (مزید) ہمنے ہوا کو اُنکے تابع کر دیا کہ وہ

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۱۰﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ

انکے حکم سے جہاں وہ (جانا) چاہتے نرمی سے چلتی اور جنات کو بھی انکا تابع کر دیا یعنی تعمیر

وَّغَوَّاصٍ ﴿۱۱﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۱۲﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ

بنانیوالوں کو بھی اور غوطہ خوروں کو بھی اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے (اور ہمنے یہ سامان دیکر ارشاد فرمایا کہ) یہ ہمارا عطیہ ہے

اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۱۴﴾ ع ۳ ۱۴ ۱۲

سو خواہ (کسی کو) دیدو یا رکھو تم سے کچھ دارو گیر نہیں۔ اور (علاوہ اس کے) انکے لئے ہمارے یہاں (خاص) قرب اور نیک انجامی ہے

ایک آزمائش

ہم نے حضرت سلیمانؑ کا امتحان لیا اور اُن کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا یعنی شیطان. پھر وہ اپنے تخت و تاج کی طرف لوٹ آئے. اس شیطان کا نام صخر تھا یا آصف تھا یا قرد تھا یا حبقیق تھا یہ واقعہ اکثر مفسرین نے ذکر کیا ہے کسی نے بہت تفصیل کے ساتھ، کسی نے اختصار کے ساتھ حضرت قتادہؒ اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کو بیت المقدس کی تعمیر کا حکم ہوا کہ اس طرح بناؤ کہ لوہے کی آواز بھی نہ سنی جائے، آپ نے ہر چند تدبیریں کیں لیکن کارگر نہ ہوئیں پھر آپ نے سنا کہ سمندر میں ایک شیطان ہے جس کا نام صخر ہے وہ البتہ ایسی ترکیب بتا سکتا ہے. آپ نے حکم دیا کہ اُس کو کسی طرح لاؤ یہ ایک سمندر میں ملتا تھا. ہر ساتویں دن اس میں لبالب پانی آجاتا تھا اور یہی پانی شیطان پیتا تھا. اس کا پانی نکال دیا گیا اور بالکل خالی کر کے پانی کو بند کر کے اس کے آنیوالے

واضح ہو کہ ان آیات کی تفسیر میں، نہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی صحیح روایت ثابت اور نہ قرآن مجید میں اتنا واضح کوئی بیان جسکے بعد ان آیات کی تفسیر کیجا سکے اس لئے مفسرین میں بعض تو وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید نے جسقدر بیان کر دیا بس اسی پر اعتماد کرنا چاہئے خارج کی چیزوں کو ان آیات کی تفسیر بنانا نامناسب نہوگا اور دوسری جماعت وہ ہے جو کہتی ہے کہ کسی نہ کسی درجہ میں ان آیات کے اجمال و ابہام کو اٹھانے کے لئے کچھ نہ کچھ کہنا ضروری ہے. ابن کثیر سکوت و خاموشی اختیار کرتے ہیں. لیکن امام رازی ایک اور تفسیر پیش کرتے ہیں، امام کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام سخت بیمار ہوئے، ناتوانی اور ضعف کیوجہ سے جسم بے روح معلوم ہوتے تھے اس حالت میں ان کو اُن کی مخصوص کرسی پر لایا گیا بعد چندے انکو صحت ہوئی تو انہوں نے سمجھا کہ خدا تعالےٰ مجکو یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ تم باوجود اتنی عظیم سلطنت اور وسیع حکومت کے بہرحال ایک انسان ہو گویا خدا تعالےٰ کیطرف سے یہ ایک آزمائش تھی. چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے نہایت عاجزی کیساتھ. خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں استغفار کیا اور عاجزی سے اپنی کمزوری اور ناتوانی کا اعتراف کیا، رازی کی اس تفسیر میں "فتنہ" سے شدید بیماری، اور والقینا علی کرسیہ الخ میں القاء جسد سے حضرت سلیمان کا علالت کیوجہ سے جسم بے روح اور "اناب" سے دوبارہ صحتیاب ہونا مُراد ہے۔

اس کے علاوہ ایک دوسری تفسیر علامہ آلوسی زادہ نے روح المعانی میں پیش کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک مرتبہ (بقیہ صفحہ ۷۹ پر ملاحظہ ہو)

دن اُسے شراب سے پُر کر دیا گیا۔ یہ جب آیا اور یہ حال دیکھا تو کہنے لگا۔ ہے تو یہ مزے کی چیز لیکن دشمنِ عقل ہے۔ جہالت کو ترقی دینے والی چیز ہے چنانچہ وہ پیاسا ہی چلا گیا۔ جب پیاس کی شدت ہوئی تو مجبوراً یہ سب کچھ کہتے ہوئے پینا ہی پڑا۔ اب عقل جاتی رہی اور اُسے حضرت سلیمان کی انگوٹھی دکھائی گئی یا مونڈھوں کے درمیان اس سے مُہر لگا دی گئی۔ یہ بے بس ہو گیا۔ حضرت سلیمان کی حکومت اسی انگوٹھی کی وجہ سے تھی۔ جب یہ حضرت سلیمانؑ کے پاس پہنچا تو آپ نے اُسے اس کام کے انجام دینے کا حکم دیا۔ یہ گیا اور ہُدہُد کے انڈے لے آیا اور انھیں جمع کر کے رکھ کر اُن پر شیشہ رکھ دیا۔ ہُدہُد آیا، اس نے اپنے انڈے دیکھے، چاروں طرف گھوما لیکن دیکھا کہ ہاتھ نہیں آسکتے اُڑ کر واپس چلا گیا اور الماس لے آیا اور اُس کو اُس شیشے پر رکھ کر شیشے کو کاٹنا شروع کیا۔ آخر وہ کٹ گیا اور وہ اپنے انڈے لے گیا اور پھر اُسی سے پتھر کاٹ کاٹ کر تعمیر شروع ہوئی۔ حضرت سلیمانؑ جب بیت الخلاء میں یا حمام میں جاتے تو انگوٹھی اُتار جاتے۔ ایک دن حمام جانا تھا اور یہ شیطان آپ کے ساتھ تھا۔ آپ اُس وقت فرض غسل کے جا رہے تھے انگوٹھی اُس کو سونپ دی اور چلے گئے اُس نے انگوٹھی سمندر میں پھینک دی اور شیطان پر حضرت سلیمانؑ کی شکل ڈال دی گئی اور آپ سے تخت و تاج چھن گیا۔ سب چیزوں پر شیطان نے قبضہ کر لیا بجز آپ کی بیویوں کے۔ اب اس سے بہت سی غیر معروف باتیں بھی ظہور میں آنے لگیں تو اس زمانے میں ایک صاحب تھے جو ایسے ہی تھے جیسے حضورؐ کے زمانے میں حضرت عمر فاروقؓ انہوں نے کہا بھئی آزمائش کرنی چاہئے مجھے تو یہ شخص سلیمان نہیں معلوم ہوتا۔ چنانچہ ایک روز انھوں نے سوال کیا۔ کیوں جناب اگر کوئی شخص رات کو جُنبی ہو جائے اور سردی ہونے کی وجہ سے وہ سورج کے طلوع ہونے تک غسل نہ کرے، تو کوئی حرج تو نہیں؟ اس نے جواب دیا ہر گز نہیں۔ چالیس دن تک یہ تختِ سلیمانؑ پر رہا پھر آپ کو مچھلی کے پیٹ سے انگوٹھی مل گئی۔ ہاتھ میں پہنتے ہی پھر تمام چیزیں آپ کی مطیع ہو گئیں۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ سدیؒ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سلیمانؑ کی ایک سو بیویاں تھیں، آپ کو سب سے زیادہ اعتبار ان میں سے ایک بیوی پر تھا جن کا نام جرادہ تھا۔ جب جنبی ہوتے یا رفعِ حاجت کے لئے جاتے تو اپنی انگوٹھی ان ہی کو سونپ جاتے۔ ایک مرتبہ آپ پاخانے گئے، پیچھے سے ایک شیطان آپ ہی کی صورت بنا کر آیا اور بیوی صاحبہ سے انگوٹھی طلب کی آپ نے دیدی۔ یہ اُس کو لیتے ہی تخت پر بیٹھ گیا۔ اب جو حضرت سلیمان آئے اور انگوٹھی طلب کی، تو بیوی صاحبہ نے کہا۔ آپ انگوٹھی تو لیگئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۸ ملاحظہ ہو) سلیمان علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ اس رات میں اپنی تمام بیویوں سے ہمبستری کریں گے جن سے مجاہد اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے پر زور کام کرنے والے بچے پیدا ہوں گے۔ مگر اس خیال کیساتھ انہوں نے "انشاء اللہ" نہ کہا جو ایک پیغمبر کی شان سے بالکل بعید تھا چنانچہ ارادہ کے مطابق انہوں نے ہر بیوی سے مجامعت کی لیکن کسی کو بھی حمل نہ رہا صرف ایک بیوی کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا اور وہ بھی ناقص الخلقت سلیمان علیہ السلام کو تنبیہ ہوا اور اپنی اس غلطی پر (انشاء اللہ نہ کہنے پر) استغفار کیا، علامہ آلوسی وغیرہ اپنی اس تفسیر کے سلسلہ میں بخاری کی ایک روایت سے بھی مدد لیتے ہیں، ان دو تفاسیر کے علاوہ اور جتنی تفسیریں، ابن کثیر نے نقل کیں ہیں نہایت درجہ غلط بلکہ واہی ہیں، کسی معتمد مفسر نے ان کو قبول نہیں کیا چنانچہ امام رازی نے اپنی مشہور تفسیر میں ان بیہودہ روایات کے متعلق لکھا ہے کہ۔

اقول انا شدید التعجب من الناس کیف قبلوا هذه الوجوه السخیفة مع ان العقل والنقل یردها ولیس فی اثباتها شبهة فضلا عن حجة

بڑا تعجب ہے کہ ایسی لغو روایات کو کیسے نکر قبول کیا جاتا ہے حالانکہ نہ عقل ان کو قبول کرتی ہے اور نہ نقل۔

اسی طرح ابوحیان اندلسی نے لکھا ہے کہ

نقل المفسرون فی هذه الفتنة والقاء الجسد اقوالا یجب براءة الانبیاء منها یوقف علیها فی کتبهم وهی مما لا یحل نقلها وهی اما من اوضاع الیهود والزنادقة

فتنہ اور القاء جسد کے سلسلہ میں جو روایات لکھی گئیں ہیں انبیاء علیہم السلام ان سے قطعاً بری الذمہ ہیں افسوس کہ یہ روایات جو اسلامی تفاسیر میں داخل کر دی گئیں یا یہود کے اختراعات ہیں یا بے دینوں...

آپ سمجھ گئے کہ یہ خدا کی آزمائش ہے نہایت پریشان حالی سے محل سے نکل گئے۔ اس شیطان نے چالیس دن تک حکومت کی۔ لیکن احکام کی تبدیلی کو دیکھ کر علماء نے سمجھ لیا۔ کہ یہ سلیمانؑ نہیں۔ چنانچہ اِن علماء کی جماعت آپ کی بیویوں کے پاس آئی اور ان سے کہا یہ کیا معاملہ ہے۔ ہمیں سلیمان کی ذات پر شبہ پیدا ہو گیا ہے اگر یہ واقعی سلیمان ہیں تو ان کی عقل جاتی رہی ہے۔ یا پھر یہ سلیمان نہیں، ورنہ ایسے خلافِ شرع احکام نہ دیتے! عورتیں یہ سنکر رونے لگیں اور یہ لوگ وہاں سے واپس آ گئے اور تخت کے اِردگرد اُسے گھیر کر بیٹھ گئے اور تورات کھول کر اُس کی تلاوت شروع کر دی یہ خبیث شیطان کلام خدا سے بھاگا اور انگوٹھی سمندر میں پھینکدی۔ جسے ایک مچھلی نگل گئی حضرت سلیمانؑ یوں ہی اپنے دن گذارتے تھے۔ ایک مرتبہ سمندر کے کنارے نکل گئے۔ بھوک بہت لگی ہوئی تھی۔ ماہی گیروں کو مچھلیاں پکڑتے ہوئے دیکھ کر ان کے پاس آ کر ان سے ایک مچھلی مانگی اور اپنا نام بھی بتایا اس پر بعض لوگوں کو بڑا طیش آیا کہ دیکھو بھیک منگا اپنے کو سلیمانؑ بتاتا ہے۔ انہوں نے آپ کو مارنا پیٹنا شروع کیا۔ آپ زخمی ہو گئے اور ایک کنارے جا کر اپنے زخم کا خون دھونے لگے۔ بعض ماہی گیروں کو رحم آ گیا کہ ایک سائل کو خواہ مخواہ مارا۔ جاؤ بھئی اُسے دو مچھلیاں دے آؤ! بھوکا ہے بھون کھائے گا۔ چنانچہ وہ مچھلیاں آپ کو دے آئے۔ بھوک کی وجہ سے آپ اپنے زخموں کو اور خون کو تو بھول گئے اور جلدی سے مچھلی کا پیٹ چاک کرنے بیٹھ گئے۔ خدا کی قدرت سے مچھلی کے پیٹ میں وہ انگوٹھی نکلی۔ آپ نے خدا کی تعریف بیان کی اور انگوٹھی انگلی میں ڈال لی۔ اسی وقت پرندوں نے آ کر آپ پر سایہ کر لیا اور لوگوں نے پہچان لیا اور آپ سے عذر معذرت کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا یہ سب امرِ رب تھا خدا کی طرف سے ایک امتحان تھا۔ آپ تشریف لے آئے اور اپنے تخت پر بیٹھ گئے اور حکم دیا کہ اس شیطان کو جہاں بھی وہ ہو گرفتار کر لاؤ چنانچہ اُس کو قید کر لیا گیا۔ آپ نے اُسے ایک لوہے کے صندوق میں بند کیا اور قفل لگا کر اس پر اپنی مہر لگا دی۔ اور سمندر میں پھکوا دیا۔ جو قیامت تک وہیں قید رہے گا۔ اس کا نام حقیق تھا۔ آپ کی یہ دعا کہ مجھے ایسا ملک عطا فرمایا جائے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ یہ بھی پوری ہوئی اور ہوا آپ کے تابع کر دی گئی، مجاہدؒ سے منقول ہے۔ کہ ایک شیطان سے جس کا نام آصف تھا، ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ تم لوگوں کو کس طرح فتنے میں ڈالتے ہو؟ اس نے عرض کیا ذرا مجھے اپنی انگوٹھی دکھاؤ میں ابھی آپ کو دکھا دیتا ہوں۔ آپ نے انگوٹھی دیدی اور اُس نے اُسے سمندر میں پھینک دیا۔ اور خود تخت و تاج کا مالک بن بیٹھا اور آپ کے لباس میں لوگوں کو راہِ خدا سے ہٹانے لگا الخ" یاد رہے کہ یہ سب واقعات بنی اسرائیل کے بیان کردہ ہیں"، اور اِن سب سے زیادہ منکر واقعہ وہ ہے جو ابن ابی حاتم میں ہے اور جو اوپر بیان ہوا جس میں آپ کی بیوی صاحبہ حضرت جرادہ کا ذکر ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آخر نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ لڑکے آپ کو پتھر مارتے تھے۔ آپ کی بیویوں سے علماء نے جب تفتیش کی تو انہوں نے کہا کہ ہاں ہمیں بھی اس کے سلیمان ہونے سے انکار ہے کیونکہ وہ حالتِ حیض میں ہمارے پاس آتا ہے۔ شیطان کو جب معلوم ہوا کہ راز کھل گیا ہے، تو اس نے جادو کی اور کفر کی کتابیں لکھوا کر کرسی تلے دفن کر دیں، اور پھر لوگوں کے سامنے اُنھیں نکلوا کر ان سے کہا۔ دیکھو اِن کتابوں کی بدولت سلیمان تم پر حکومت کر رہا تھا چنانچہ لوگوں نے آپکو کافر کہنا شروع کر دیا۔ حضرت سلیمانؑ سمندر کے کنارے مزدوری کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے بہت سی مچھلیاں خریدیں مزدور کو بلایا۔ آپ پہنچے۔ اُس نے کہا کہ یہ اٹھاؤ! پوچھا مزدوری کیا دو گے؟ اُس نے کہا اس میں سے ایک مچھلی تجھے دیدوں گا۔ آپنے ٹوکرا سر پر رکھا اور اس کے یہاں پہنچا دیا۔ اس نے ایک مچھلی دیدی، آپ نے اُسے لیا پیٹ چاک کرتے ہی وہ انگوٹھی نکل پڑی، پہنتے ہی کل شیاطین، جن انسان پھر تابع ہو گئے اور جھرمٹ باندھ کر حاضر ہو گئے۔ آپ نے ملک پر قبضہ کیا اور اس شیطان کو سخت سزا دی۔ پس ثُمَّ اَنَابَ سے مُراد شیطان جو مسلط کیا گیا تھا اُس کا لوٹنا ہے اس کی اسناد حضرت ابنِ عباسؓ تک ہے یہ سند قوی تو ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اُسے حضرت ابن عباسؓ نے اہل کتاب سے لیا ہے۔ یہ بھی اُس وقت جب ہم اُسے ابن عباسؓ کا قول مان لیں اہل کتاب کی ایک جماعت حضرت سلیمانؑ کو نبی نہیں مانتی تھی تو عجب نہیں کہ یہ بیہودہ قصہ اسی خبیث جماعت کا گھڑا ہوا ہو۔ اس میں تو وہ باتیں بھی ہیں جو بالکل ہی منکر ہیں۔ خصوصاً اس شیطان کا آپ کی عورتوں کے پاس جانا۔ اور ائمہ نے بھی ایسے قصے بیان

تو کئے ہیں لیکن اِس بات کا سب نے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ جن سلیمانؑ کی بیویوں کے پاس نہیں جا سکا اور نبی کے گھرانے کی عورتوں کی عصمت و شرافت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اور بھی بہت سے لوگوں نے اِن واقعات کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے لیکن سب کی اصل یہی ہے کہ وہ بنی اسرائیل اور اہل کتاب سے لئے گئے ہیں۔ واللہ اعلم. شیبانیؒ فرماتے ہیں آپ نے اپنی انگوٹھی عسقلان میں پائی تھی اور بیت المقدس تک تواضعًا آپ پیدل چلے تھے، امام ابن ابی حاتم نے صفتِ سلیمانؑ میں کعب احبارؒ سے ایک عجیب خبر روایت کی ہے۔ ابو اسحاق مصری کہتے ہیں کہ جب اِرَمَ ذاتُ العماد کے قصّے سے حضرت کعبؓ نے فراغت حاصل کی تو حضرت معاویہؓ نے کہا۔ ابو اسحاق آپ حضرت سلیمانؑ کی کرسی کا ذکر بھی کیجئے۔ تو فرمایا کہ "وہ ہاتھی دانت کی تھی یاقوت زبرجد اور لؤلؤ سے مرصّع تھی اور چاروں طرف اس کے سونے کے کھجور کے درخت بنے ہوئے تھے۔ جن کے خوشے بھی موتیوں کے تھے اُن میں جو داہنی جانب تھے اُن کے سر پر سونے کے مور تھے۔ اور بائیں طرف والوں پر گدھ تھے اور وہ بھی سونے کے تھے اس کرسی کے پہلے درجے پر داہنی جانب دو درخت صنوبر کے سونے کے تھے اور بائیں جانب دو شیر سونے کے بنے ہوئے تھے ان کے سروں پر دو ستون زبرجد کے تھے اور کرسی کے دونوں جانب انگور کی سنہری بیلیں تھیں، جو کرسی کو ڈھانپے ہوئے تھیں ان کے خوشے بھی سرخ موتی کے تھے پھر کرسی کے اعلیٰ درجے پر دو شیر سونے کے بہت بڑے بنے ہوئے تھے جن کے اندر خول تھا ان میں مشک و عنبر بھرا رہتا تھا حضرت سلیمانؑ جب کرسی پر آتے تو یہ شیر حرکت کرتے اور ان کے گھومنے سے اُن کے اندر سے مشک و عنبر چاروں چھڑک دیا جاتا۔ پھر دو منبر سونے کے بچھا دیئے جاتے۔ ایک آپ کے وزیر کا اور ایک اس وقت کے سب سے بڑے عالم کا پھر کرسی کے سامنے ستر منبر سونے کے اور بچھا دیئے جاتے جن پر بنو اسرائیل کے قاضی اُن کے علماء، اور ان کے سردار بیٹھتے۔ اور انکے پیچھے پینتیس منبر سونے کے اور ہوتے تھے جو خالی رہا کرتے تھے۔ حضرت سلیمان جب تشریف لاتے تو پہلے زینے پر قدم رکھتے ہی کرسی ان تمام چیزوں سمیت گھوم جاتی۔ شیر اپنا داہنا قدم آگے بڑھا دیتا اور گدھ اپنا بایاں پر پھیلا دیتا جب دوسرے درجے پر قدم رکھتے تو شیر اپنا بایاں ہاتھ پھیلا دیتے اور گدھ اپنا داہنا پر۔ جب آپ تیسرے درجے پر چڑھ جاتے اور کرسی پر بیٹھ جاتے تو ایک بڑا گدھ آپ کا تاج لیکر آپ کے سر پر رکھتا پھر کرسی تیزی سے گھومتی۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا، آخر اس کی کیا وجہ؟ فرمایا وہ ایک سونے کی لاٹ پر تھی۔ جسے صخر نامی جن نے بنائی تھی۔ اس کے گھومتے ہی نیچے والے مور، گدھ وغیرہ سب اوپر آجاتے اور سر جھکاتے، پروں کو پھڑ پھڑاتے، جس سے آپ کے جسم پر مشک و عنبر کا چھڑکاؤ ہو جاتا۔ پھر ایک سونے کا کبوتر تورات اٹھا کر آپ کے ہاتھ میں دیتا جسے آپ تلاوت فرماتے۔" لیکن یہ روایت بالکل غریب ہے۔ حضرت سلیمانؑ کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ مجھے ایسا ملک دے کہ مجھ سے کوئی دوسرا اُس کو چھین نہ سکے۔ جیسے کہ اس جسم کا واقعہ ہوا جو آپ کی کرسی پر ڈال دیا گیا تھا۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ دوسروں کے لئے ایسے ملک کے نہ ملنے کی دعا کرتے ہوں۔ لیکن بعض لوگوں نے یہ معنیٰ لئے ہیں وہ کچھ ٹھیک نہیں نظر آتے، بلکہ صحیح مطلب یہی ہے، کہ آپ کی دُعا کا یہی مطلب تھا کہ مجھے ایسا ملک اور سلطنت دی جائے کہ میرے بعد پھر کسی اور شخص کو ایسی سلطنت نہ ملے، یہی آیت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے اور یہی احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ "ایک سرکش جن نے گذشتہ شب شرارت کی اور میری نماز بگاڑ دینی چاہی۔ لیکن خدا نے مجھے اُس پر قابو دیدیا اور میں نے چاہا کہ میں اُسے مسجد کے اس ستون سے باندھ دوں تاکہ صبح تم سب اُسے دیکھو۔ لیکن اُسی وقت مجھے میرے بھائی حضرت سلیمانؑ کی دُعا یاد آگئی"، راویِ حدیث حضرت رَوحؒ فرماتے ہیں، پھر حضورؐ نے اُسے ذلیل و خوار کر کے چھوڑ دیا۔ اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نماز میں کھڑے ہوئے تھے تو ہم نے سُنا کہ آپ نے فرمایا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْکَ پھر آپ نے تین بار فرمایا اَلْعَنُکَ بِلَعْنَةِ اللّٰہِ پھر آپ نے اس طرح اپنا ہاتھ بڑھایا کہ گویا آپ کسی چیز کو پکڑنا چاہتے ہیں، جب فارغ ہوئے تو ہم نے آپ سے ان دونوں باتوں کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا خدا کا دشمن ابلیس آگ لیکر میرے منہ میں ڈالنے کے لئے آیا، تو میں نے تین مرتبہ اعوذ باللہ پڑھی۔ پھر تین مرتبہ

اُس پر لعنت بھیجی، لیکن وہ پھر بھی نہ ہٹا۔ پھر میں نے چاہا کہ اس کو پکڑ کر باندھ دوں تاکہ مدینے کے لڑکے اس سے کھیلیں۔ اگر ہمارے بھائی حضرت سلیمان ؑ کی دعا نہ ہوتی تو میں یہی کرتا۔ حضرت عطا بن یزید لیثی رح نماز پڑھ رہے تھے کہ ابو عبید نے ان کے سامنے سے گزرنا چاہا۔ انھوں نے انھیں اپنے ہاتھ سے روک دیا، پھر فرمایا مجھ سے حضرت ابو سعید خدری ؓ نے حدیث بیان کی کہ حضور ؐ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اور میں بھی حضور ؐ کے پیچھے تھا۔ قرأت آپ پر خلط ملط ہوگئی تو فارغ ہو کر فرمایا، کاش کہ تم دیکھتے کہ میں نے ابلیس کو پکڑ لیا تھا اور اِس قدر اُس کا گلا گھونٹا کہ اس کے مُنہ کے جھاگ میری شہادت کی اور بیچ کی اُنگلی پر پڑے۔ اگر میرے بھائی حضرت سلیمان ؑ کی دُعا نہ ہوتی تو وہ صبح ہوتے ہی اس مسجد کے ستون سے بندھا ہوا ملتا اور مدینہ کے بچے اس کو ستاتے ہوتے۔ تم سے جہانتک ہوسکے اِس بات کا خیال رکھو کہ نماز کی حالت میں تمہارے سامنے سے کوئی گزرنے نہ پائے۔" (مسند احمد) اور حدیث میں ہے کہ ربیع بن یزید بن عبد اللہ دیلمیؒ کہتے ہیں، میں حضرت عمرو بن عاص رضؓ کے پاس طائف کے ایک باغ میں گیا جس کا نام رہط تھا آپ اُس وقت ایک قریشی کو پکڑے ہوئے تھے جو زانی اور شرابی تھا میں نے اُن سے کہا۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ یہ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ جو ایک گھونٹ شراب پیئے گا اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی توبہ قبول نہ فرمائے گا اور بُرا آدمی وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہی بُرا ہوگیا ہے جو شخص صرف نماز ہی کی نیت سے بیت المقدس کی مسجد میں جائے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی پیدا ہوا ہو وہ شرابی شخص جس کو حضرت عبد اللہ پکڑے ہوئے تھے وہ تو شراب کا ذکر سُنتے ہی جھٹکا دے کر اور اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگ گیا۔ اب حضرت عبد اللہ رضؓ نے فرمایا کسی کو اس بات کا حق نہیں کہ میرے ذمّے وہ بات منسوب کرے جو میں نے نہ کہی ہو، دراصل میں نے تو حضور ؐ سے اس طرح سُنا ہے کہ "جو شخص شراب کا ایک گھونٹ پی لے، اس کی چالیس دن کی نماز مقبول نہیں اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ پھر اگر دوبارہ لوٹے تو پھر چالیس دن تک نمازیں نامقبول ہیں پھر اگر توبہ کرے تو توبہ مقبول ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ تیسری یا چوتھی مرتبہ میں فرمایا کہ پھر اگر لوٹے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس کو جہنمیوں کے بدن کا خون، پیپ اور پیشاب وغیرہ قیامت کے دن پلائے گا۔" اور حضور ؐ سے میں نے سُنا ہے کہ اللہ عزّ وجل نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا، پھر اُن پر اپنا نور ڈالا جس پر وہ نور اس دن پڑ گیا وہ تو ہدایت والا ہوگیا اور جس تک وہ نور نہ پہنچا وہ بھٹک گیا۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ عزّ وجل کے علم کے مطابق قلم چل چکا اور میں نے رسول ؐ اللہ سے سُنا ہے کہ حضرت سلیمان ؑ نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں جن میں سے دو تو انھیں مل گئیں اور ہمیں امید ہے کہ تیسری ہمارے لئے ہو (۱) مجھے ایسا حکم دے جو تیرے حکم کے موافق ہو (۲) مجھے ایسا ملک دے جو میرے بعد کسی کے لئے لائق نہ ہو (۳) جو شخص اپنے گھر سے اس مسجد کی نماز کے ارادے ہی سے نکلے تو جب وہ لوٹے تو ایسا ہو جائے گویا آج ہی پیدا ہوا۔ پس ہمیں امید ہے کہ یہ ہمارے لئے خدا نے دی ہو۔ طبرانی میں ہے حضور ؐ نے فرمایا کہ اللہ عزّ وجل نے حضرت داؤد کو اپنے لئے ایک گھر بنانے کا حکم دیا۔ حضرت داؤد نے پہلے اپنا گھر بنالیا اس پر وحی آئی کہ تم نے اپنا گھر میرے گھر سے پہلے بنایا؟ آپ نے عرض کیا، پروردگار! یہی فیصلہ کیا گیا تھا۔ پھر مسجد بنانی شروع کی دیواریں پوری ہوگئیں، تو اتفاقاً تہائی حصہ گر گیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو جواب مِلا کہ تو میرا گھر نہیں بنا سکتا، پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ تیرے ہاتھوں سے خون بہا ہے۔ عرض کیا، خدایا وہ بھی تو تیری ہی محبت میں، فرمایا ہاں لیکن وہ میرے بندے تھے، میں اُن پر رحم کرتا ہوں، آپ اس بات سے نہایت رنجیدہ ہوئے، پھر وحی آئی کہ غمگین نہ ہو! میں اسے تیرے لڑکے سلیمان کے ہاتھوں پورا کراؤں گا۔ چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد حضرت سلیمان نے اُسے بنانا شروع کیا۔ جب پورا کر چکے تو بڑی بڑی قربانیاں کیں اور جانور ذبح کئے اور بنو اسرائیل کو جمع کر کے خوب کِھلایا پلایا، چنانچہ وحی کا نزول ہوا کہ تو نے یہ سب کچھ میرے حکم کی تعمیل کی خوشی میں کیا ہے، لہٰذا تو مجھ سے مانگ، جو مانگے گا، پائے گا۔ عرض کیا خدایا! میرے تین سوال ہیں مجھے ایسا فیصلہ سکھا جو تیرے منشار کے مطابق ہو اور ایسا ملک دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو اور جو اس گھر میں آئے صرف نماز کے ارادے سے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا آزاد ہو جائے، جیسے آج ہی پیدا ہوا ہے

...ن میں سے دو چیزیں تو اللہ تم نے اُن کو عطا فرما دیں اور مجھے امید ہے کہ تیسری بھی دیدی گئی ہو۔ رسول اللہ ؐ اپنی ہر دُعا کو ان لفظوں سے شروع فرماتے سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَلِيِّ الْأَعْلَى الْوَهَّابِ ۔ (مسند) ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت داؤد ع کے وصال کے بعد اللہ تم نے حضرت سلیمان ؑ سے فرمایا مجھ سے اپنی حاجت طلب کرو۔ آپ نے عرض کیا، خدایا مجھے ایسا دل دے جو تجھ سے ڈرتا رہے جیسے کہ میرے والد کا دل تجھ سے خوف کیا کرتا تھا، اور میرے دل میں اپنی محبت ڈال دے جیسے میرے والد کے دل میں تیری محبت تھی۔ اِس پر اللہ تم بہت خوش ہوا کہ میرا بندہ عین میری عطا کے وقت بھی مجھ سے میرا ڈر اور میری محبت طلب کرتا ہے مجھے اپنی قسم میں اُسے اتنی بڑی سلطنت دوں گا جو اس کے بعد کسی کو نہ ملے۔ پھر اللہ تعالٰے نے اُن کی ماتحتی میں ہوائیں کر دیں اور جنّات کو بھی اُن کا ماتحت بنا دیا اور اس قدر ملک و مال پر بھی انھیں حسابِ قیامت سے آزاد کر دیا۔ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت داؤد ع نے دُعا کی کہ باری تو سلیمان ع کے ساتھ بھی اسی لطف و کرم سے پیش آ۔ جو لطف و کرم تیرا مجھ پر رہا۔ تو وحی نازل ہوئی کہ سلیمان ؑ سے کہہ دو وہ بھی اسی طرح میرا رہے جس طرح تو میرا تھا۔ تو میں بھی اس کے ساتھ ہو جاؤں گا جیسے تیرے ساتھ تھا۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ جب حضرت سلیمان ؑ نے خدا کی محبت میں آکر اُن خوبصورت پیارے وفادار تیز رو گھوڑوں کو کاٹ ڈالا تو اللہ تبارک و تعالٰے نے انھیں ان کے عوض ان سے بہتر چیز عطا فرمائی۔ یعنی ہوا کو اُن کے تابع فرمان کر دیا ع جو ایک مہینہ کی راہ کو صبح کی ایک گھڑی میں طے کر دیتی تھی۔ اور اسی طرح شام کو جہاں کا ارادہ کرتے وہیں ذرا سی دیر میں پہنچا دیتی۔ جنّات کو بھی حضرت سلیمان ع کے تابع کر دیا۔ اُن میں بعض بڑی اونچی اونچی عمارتوں اور پختہ عمارت کے بنانے کے کام انجام دیتے تھے جو انسانی طاقت سے باہر تھا اور غوطہ خور تھے جو سمندر کی تہہ میں سے لُولُو اور جواہرات اور دیگر قسم قسم کی نفیس و نادر چیزیں لا دیتے تھے۔ پھر اور کچھ تھے جو بھاری بیڑیوں میں جکڑے رہتے تھے۔ یہ تو وہ تھے جو حکومت سے سرتابی کرتے تھے یا کام کاج میں شرارت اور کمی کرتے تھے یا لوگوں کو ستاتے اور ایذا دیتے تھے۔ یہ ہے ہماری مہربانی اور ہماری بخشش اور ہمارا انعام اور ہمارا عطیہ اب تجھے اختیار ہے جس سے جو چاہے سلوک کر سب بے حساب ہے کسی پر پکڑ نہیں۔ جو تیری زبان سے نکلے گا وہ حق ہوگا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلعم کو اختیار دیا گیا کہ اگر چاہیں عبد و رسول رہیں یعنی جو حکم دیا جائے بجا لاتے رہیں۔ خدا کے فرمان کے مطابق تقسیم کرتے رہیں اور اگر چاہیں نبی اور بادشاہ بنا دیئے جائیں، جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں اور اس کا کوئی حساب خدا کے ہاں نہ لیا جائے۔ تو آپ نے حضرت جبرئیل ؑ سے مشورہ لیا اور آپ کے مشورے سے پہلی بات قبول فرمائی۔ کیونکہ فضیلت کے لحاظ سے اُدنیٰ اور اعلیٰ وہی ہے۔ گو نبوت و سلطنت بھی بڑی چیز ہے۔ اسی لئے حضرت سلیمان ؑ کے دنیوی عزوجاہ بیان کرتے ہی فرمایا کہ وہ دارِ آخرت میں بھی ہمارے پاس بڑے مرتبے اور بہترین بزرگی اور اعلیٰ تر قرب و نزدیکی رکھتے ہیں۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ أَيُّوبَ ۘ إِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ۝

اور آپ ہمارے بندے ایوبؑ کو یاد کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے

ارْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ أَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ

اپنا پاؤں مارو یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا اور ہم نے اُنکو انکا کنبہ عطا فرمایا اور اُنکے ساتھ (گنتی میں) اُنکے برابر

ع آج جہاز ہواؤں میں اڑتے پھرتے ہیں کتنے تیز رفتار، اگر خدا تعالٰے نے سلیمان علیہ السلام کو ہواؤں پر یہ تسخیر معجزانہ طور پر عطا کی ہو تو مضائقہ کیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ سلیمان علیہ السّلام نے آج ہی کی طرح جہاز سازی میں کوئی حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہو۔ موجودہ سائنس اسلام کے پیش کردہ تصورات کی جس طرح تائید اور تصدیق کر رہی ہے اس کے بعد ان چیزوں کا انکار قطعاً مناسب نہیں۔

مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب

بھی دئے) اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور اہل عقل کے لیے یادگار رہنے کے سبب سے اور تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لو اور اس سے

بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِّعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝

مارو اور قسم نہ توڑو بیشک ہم نے اُن کو صابر پایا اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع ہوتے تھے۔

صبر ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب کا ذکر ہو رہا ہے اور اُن کے صبر کی اور امتحان میں پاس ہونے کی تعریف بیان ہو رہی ہے کہ مال برباد ہو گیا اولاد مر گئی، جسم مریض ہو گیا۔ یہاں تک کہ سُوئی کے ناکے کے برابر سارے جسم میں ایسی جگہ نہ تھی جہاں بیماری نہ ہو۔ صرف دل سلامت رہ گیا تھا اور پھر فقیری اور مفلسی کا یہ حال تھا کہ ایک وقت کا کھانا پاس نہ تھا اور اس حال میں کوئی ایسا نہ تھا جو خبر گیری کرتا سوائے ایک اپنی بیوی صاحبہؓ کے جن کے دل میں خوفِ خدا اور اپنے شوہر کی محبت تھی۔ لوگوں کا کام کاج کر کے اپنا اور اپنے شوہر کا پیٹ پالتی تھیں۔ آٹھ سال تک یہی حال رہا۔ حالانکہ اس سے پہلے اُن سے زیادہ مالدار کوئی دوسرا نہ تھا۔ اولاد بھی بکثرت تھی اور دنیا کی راحت موجود تھی۔ اب ہر چیز چھین لی گئی تھی، اور شہر کا کوڑا کرکٹ جہاں ڈالا جاتا تھا۔ وہاں آپ کو لا بٹھایا تھا۔ اسی حال میں ایک دو دن نہیں، سال دو سال نہیں آٹھ سال کامل گزر رے، اپنے اور غیر ہر ایک نے منہ پھیر لیا تھا حتیٰ کہ خیریت پوچھنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ صرف آپ کی یہی ایک بیوی صاحبہ تھیں جو ہر وقت دن رات آپ کی خدمت میں کمربستہ تھیں۔ البتہ پیٹ پالنے کے لئے محنت و مزدوری کے وقت آپ کی خدمت سے مجبوراً علیحدہ ہونا پڑتا تھا۔ بالآخر دورِ آزمائش کے ختم ہونے کا وقت آیا اور اس برگزیدہ بندے نے رب العالمین آلواللہ کی بارگاہ کرم میں تضرع وزاری کی اور کپکپاتے ہوئے ہونٹوں، حضورِ قلب کے ساتھ دعا کی کہ اے میرے پالنہار خدا! مجھے دُکھ نے تڑپا دیا ہے اور تو ارحم الراحمین ہے یہاں جو دعا ہے اُس میں جسمانی تکلیف اور مال و اولاد کے دُکھ درد کا ذکر کیا، اُسی وقت رحیم و کریم خدا نے ان کی دعا کو قبول فرمایا۔ اور حکم ہوا کہ زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ پاؤں لگتے ہی وہاں ایک چشمہ اُبلنے لگا۔ حکم ہوا کہ اس پانی سے غسل کر لو غسل کرتے ہی بدن کی تمام بیماری اس طرح جاتی رہی گویا تھی ہی نہیں پھر حکم ہوا کہ اور جگہ ایڑی مارو! وہاں بھی پاؤں مارتے ہی دوسرا چشمہ جاری ہو گیا۔ حکم ہوا کہ اس کا پانی پی لو! اس پانی کے پیتے ہی اندرونی بیماریاں بھی جاتی رہیں اور ظاہر و باطن کی عافیت اور کامل تندرستی حاصل ہو گئی۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں اٹھارہ سال تک اللہ کے یہ پیغمبرؑ دُکھ درد میں مبتلا رہے، اپنے اور غیر سب نے چھوڑ دیا۔ ہاں آپ کے دو مخلص دوست صبح شام خیریت اور مزاج پرسی کے لئے آجایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک نے دوسرے سے کہا۔ میرا خیال یہ ہے کہ ایوبؑ نے خدا کی کوئی بڑی نافرمانی کی ہے کہ اٹھارہ سال سے اس بلا میں مبتلا ہے اور خدا اُس پر رحم نہیں کرتا۔ اس دوسرے شخص نے شام کو حضرت ایوبؑ سے اُس شخص کی یہ بات ذکر کر دی۔ آپ کو سخت رنج ہوا اور فرمایا۔ میں نہیں جانتا وہ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ خدا خوب جانتا ہے میری تو یہ حالت تھی کہ جب دو شخصوں کو آپس میں جھگڑتے دیکھتا اور دونوں اللہ کو بیچ میں لاتے تو مجھ سے یہ نہ دیکھا جاتا کہ خدا کے عزیز نام کی اس طرح یاد کی جائے، کیونکہ دو میں سے ایک تو ضرور مجرم ہو گا اور دونوں اللہ کا نام لے رہے ہیں، تو میں اپنے پاس سے دے دلا کر

ع۵ جیسا کہ معلوم ہو گا کہ مفسرین نے حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں کسطرح کے نفرت انگیز امراض کا ذکر کیا ہے اور کیا انکی ابتر حالت کا نقشہ کھینچا ہے؟ پھر خود مفسرین کو یہ اشکال پیش آیا کہ کسی بھی نبی کو خدا تعالیٰ کبھی ایسے نفرت انگیز مرض میں مبتلا نہیں کرتا جس کے بعد عام طور پر آدمی اس کے قریب بھی نہ آ سکیں، کیونکہ کسی بھی ایسی بیماری میں مبتلا کرنا، مقصد تبلیغ و ارشاد کے قطعاً خلاف ہے ظاہر ہے کہ جب اس کے پاس آدمی ہی نہیں آئیں گے، تو وہ کسکو ہدایت کرے گا اس زبردست اشکال کیوجہ سے بعض محققین کی رائے تو یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ بیماریاں حضرت ایوب علیہ السلام کو نبوت سے پہلے لاحق ہوئی ہوں اور نبوت کے بعد وہ اس طرح کے بیمار نہ ہوئے ہوں، اور بعض محققین یہ کہتے ہیں کہ یہ سب تو رواۃ اور جھوٹے افسانے حضرت ایوب کی بیماری کو متعلق گھڑے ہوئے ہیں اور کچھ نہیں اور یہی رائے ٹھیک اور درست ہے

ان کے جھگڑے کو ختم کر دیتا کہ نام خدا کی بے ادبی نہ ہو۔ آپ سے اس وقت چلا پھرا بلکہ اٹھا بیٹھا بھی نہیں جاتا تھا۔ پاخانے کے بعد آپ کی بیوی صاحبہ آپ کو اٹھا کر لاتی تھیں ایک مرتبہ وہ موجود نہ تھیں آپ کو بہت تکلیف ہوئی۔ آپ نے اس روز بارگاہ ایزدی میں اپنی صحت کے لئے دعا کی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی کہ زمین پر پاؤں مارو بہت دیر کے بعد جب آپ کی بیوی صاحبہ آئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ مریض شوہر تو ہے نہیں اور کوئی دوسرا تندرست شخص نورانی چہرے والا بیٹھا ہوا ہے پہچان نہ سکیں اور دریافت کرنے لگیں کہ اے اللہ کے نیک بندے! یہاں اللہ کے ایک نبی جو درد دکھ میں مبتلا تھے انہیں دیکھا ہے؟ واللہ جب وہ تندرست تھے تو قریب قریب تم جیسے ہی تھے۔ آپ نے فرمایا وہ میں ہی ہوں۔ راوی کہتا ہے۔ آپ کی دو کوٹھیاں تھیں ایک گیہوں کے لئے اور ایک جَو کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے دو ابر بھیجے ایک میں سے سونا برسا اور ایک کوٹھی اناج کی اس سے بھر گئی اور دوسرے میں سے بھی سونا برسا اور دوسری بھی بھر گئی (ابن جریر) صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت ایوبؑ ننگے ہو کر نہا رہے تھے۔ کہ آسمان سے سونے کی ٹڈیاں برسنے لگیں۔ آپ نے جلدی جلدی ان کو اپنے کپڑے میں سمیٹنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے ایوب! کیا میں نے تمہیں غنی اور بے پرواہ نہیں کر رکھا ہے آپ نے جواب دیا۔ ہاں خدایا بیشک تو نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ میں سب سے غنی اور بے نیاز ہوں لیکن تیری رحمت سے بے نیاز نہیں ہوں۔ بلکہ اس کا تو پورا محتاج ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اس صابر پیغمبر کو نیک بدلے اور بہتر جزائیں عطا فرمائیں۔ اولاد بھی دی اور اسی کے مثل اور بھی دیا۔ بلکہ حضرت حسنؒ اور قتادہؒ سے تو منقول ہے کہ مردہ اولاد خدا نے زندہ کر دی اور اتنی ہی مزید اولاد عطا کی۔ یہ تھا اللہ کا رحم جو ان کے صبر و استقلال، رجوع الی اللہ اور تواضع و انکساری کے بدلے اللہ نے ان کو عطا فرمایا اور عقلمندوں کے لئے نصیحت و عبرت ہے وہ جان لیتے ہیں کہ صبر کا انجام کشادگی ہے اور رحمت و راحت ہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت ایوبؑ اپنی بیوی کے کسی کام کی وجہ سے ان پر ناراض ہو گئے تھے۔ بعض کہتے ہیں وہ اپنے بالوں کی ایک لٹ بیچ کر ان کے لئے کھانا لائی تھیں اس بات پر آپ ناراض ہوئے اور قسم کھائی تھی کہ شفا ہو جانے کے بعد سو کوڑے ماریں گے۔ دوسروں نے وجہ ناراضگی اور بیان کی ہے۔ جب کہ آپ تندرست اور صحیح سالم ہو گئے تو ارادہ کیا کہ اپنی قسم کو پورا کریں۔ لیکن ایسی نیک صفت خاتون ایسی سزا کے لائق نہ تھیں۔ جو حضرت ایوبؑ نے طے کر رکھی تھی۔ جس عورت نے اس وقت خدمت کی جب کوئی ہمدرد اور ساتھی نہ تھا اس لئے رب العالمین اور ارحم الراحمین نے ان پر رحم کیا اور اپنے نبی کو حکم دیا کہ قسم پوری کرنے کے لئے کھجور کی ٹہنی لے لو جس میں ایک سو سینکیں ہوں اور ایک انہیں مار دو۔ ایسا کر دینے سے قسم پوری ہو جائے گی اور ایک ایسی صابرہ شاکرہ نیک بیوی پر سزا بھی نہ ہو گی۔ یہی دستور خداوندی ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو جو اس سے ڈرتے رہتے ہیں، برائیوں اور بدیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت ایوبؑ کی ثنا و صفت بیان کرتا ہے۔ کہ ہم نے ان کو بڑا صابر و ضابط پایا وہ بڑا نیک اور اچھا بندہ ثابت ہوا۔ اس کے دل میں ہماری سچی محبت تھی۔ وہ ہماری ہی طرف جھکتا رہا اور ہمیں سے لو لگائے رہا۔ اسی لئے فرمان خدا ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا رہتا ہے۔ اللہ اس کے لئے راحت آرام کی صورت نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جو اس کے خیال میں بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھنے والوں کو اللہ ہی کافی ہے۔ اللہ اپنے کام میں پورا اترتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ سمجھ دار علماء کرام نے اس آیت سے ایمانیات وغیرہ کے بہت سے مسائل اخذ کئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ﴿۵﴾ إِنَّا

اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔ ہم نے

أَخْلَصْنَاهُم بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۶﴾ وَإِنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ﴿۷﴾

ان کو ایک خاص بات کے ساتھ مخصوص کیا تھا کہ وہ یادِ آخرت کی ہے۔ اور وہ (حضرات) ہمارے یہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں

وَاذْكُرْ إِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ﴿۸﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ۚ

اور اسمٰعیل اور الیسع اور ذو الکفل کو بھی یاد کیجیے اور یہ سبھی سب اچھے لوگوں میں سے ہیں ایک نصیحت کا مضمون تو یہ ہو چکا

اللہ تعالیٰ اپنے عابد بندوں اور رسولوں کی فضیلتوں کو بیان فرما رہا ہے اور ان کے نام گنوا رہا ہے۔ ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اور فرماتا ہے کہ ان کے اعمال بہت اچھے تھے اور صحیح علم بھی رکھتے تھے۔ ساتھ ہی عبادت خدا میں مستعد تھے اور قدرت کی طرف سے اُن کو بصیرت عطا فرمائی گئی تھی۔ دین میں سمجھدار تھے۔ اطاعت خدا میں نہایت درجہ استقامت رکھتے تھے۔ حق کو دیکھنے والے تھے۔ اُن کے نزدیک دنیا کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ صرف آخرت کا ہی ہر وقت خیال رہتا تھا۔ ہر عمل آخرت کے لئے ہوتا تھا۔ دنیا کی محبت سے وہ الگ تھے اور آخرت کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے تھے وہ اعمال اختیار کرتے تھے جو جنت کا مستحق بنا دیں۔ لوگوں کو بھی نیک اعمال کی ترغیب دیتے تھے۔ اُنھیں اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن بہترین بدلے اور افضل مقامات عطا فرمائے گا۔ یہ بزرگانِ دین اللہ کے چیدہ مخلص اور خاصُ الخاص بندے ہیں۔ اسمٰعیل، یسع اور ذوالکفل صلواتُ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین بھی پسندیدہ اور خاص بندوں میں تھے۔ ان کے حالات سورۂ انبیاء میں گزر چکے ہیں اس لئے ہم نے یہاں بیان نہیں کئے۔ ان فضائل کے بیان میں اُن کے لئے نصیحت ہے۔ جو پند و نصیحت حاصل کرتے ہیں حق کو قبول کرنے کے عادی ہیں اور یہ مطلب بھی ہے کہ یہ قرآنِ عظیم ذکر یعنی نصیحت ہے ؛

وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ﴿۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ ﴿۱۰﴾ مُتَّكِئِينَ فِيهَا

اور پرہیزگاروں کے لئے (آخرت میں) اچھا ٹھکانا ہے۔ یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات جنکے دروازے انکے واسطے کھلے ہوں گے وہ ان باغوں میں تکیہ لگائے

يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۱۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ﴿۱۲﴾

بیٹھے ہوں گے (اور) وہ وہاں (جنت کے خادموں سے) بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے۔ اور اُن کے پاس نیچی نگاہ والیاں ہم عمر ہوں گی (اے مسلمانو)

هٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۳﴾ إِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۱۴﴾

یہ وہ (نعمت) ہے جس کا تم سے روزِ حساب آنے پر وعدہ کیا جاتا ہے۔ بیشک یہ ہماری عطا ہے اس کا کہیں ختم بھی نہیں

راحت کدہ

نیکوکار تقوے والوں کے لئے دارِ آخرت میں کتنا پاک بدلہ اور کیسی پیاری جگہ ہے ہمیشگی کی جنتیں ہیں جن کی دروازے اُن کے لئے بند نہیں بلکہ کھلے ہوئے ہیں کھلوانے کی بھی زحمت نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک محل عدن ہے جس کے آس پاس برج ہیں۔ جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار چادریں ہیں اس میں صرف نبی یا صدیق یا شہید یا عادل بادشاہ ہی رہیں گے (ابن ابی حاتم) اور یہ تو بہت سی بالکل صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ اپنے تختوں پر تکئے لگائے بے فکری سے چار زانو آرام بیٹھے ہوئے ہوں گے اور جس میوے کو یا جس قسم کی شراب کو جی چاہے حکم کے ساتھ خدام باسلیقہ حاضر کر دیں گے اُن کے پاس اُن کی بیویاں ہوں گی۔ جو عفیفہ پاک دامن نیچی نگاہوں والی اور اُن سے محبت رکھنے والی ہوں گی جن کی نگاہیں کبھی دوسرے کی طرف نہ اُٹھیں نہ اُٹھ سکیں۔ ان کی ہم عمر اور ان کی عمر کے لائق ہوں گی۔ ان صفات والی جنت کا وعدہ خدا سے ڈرتے رہنے والے بندوں سے خدا نے فرمایا ہے قیامت کے دن یہ اس کے وارث و مالک ہوں گے۔ جب کہ قبروں سے اُٹھ کر، آگ سے نجات پا کر، حساب سے فارغ ہو کر، یہاں جا کر بہ آرام بسیں گے۔ یہ ہے ہمارا انعام جس میں نہ کبھی کمی آئے گی اور نہ یہ منقطع ہوگا جیسے فرمایا مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ تمہارے پاس جو ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور اللہ کے پاس جو ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور آیت میں عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ ہے اور جگہ غَيْرُ مَمْنُونٍ بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نہ اس میں کبھی کمی اور گھاٹا آئے گا اور نہ کبھی وہ ختم اور

فنا ہوگا، جیسے ارشاد ہے اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا الخ اس کے میوے اور کھانے پینے اور اس کے سائے دائمی ہیں، پرہیزگاروں کا انجام یہی ہے اور کافروں کا انجام جہنم ہے۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔

هٰذَا ۚ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۵۵ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ۵۶ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ

یہ بات تو ہو چکی اور سرکشوں کے لئے بُرا ٹھکانا ہے یعنی دوزخ اس میں وہ داخل ہوں گے سو بہت ہی بُری جگہ ہے کھولتا ہوا پانی

حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ۵۷ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ۵۸ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ

اور پیپ ہے سو یہ لوگ اس کو چکھیں اور (اس کے علاوہ) بھی اسی قسم کی (ناگوار) طرح طرح کی چیزیں ہیں یہ ایک جماعت اور آئی جو تمہارے ساتھ (عذاب میں)

لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۵۹ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۖ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ

شریک ہونے کے لئے دوزخ میں گھس رہی ہے ان پر خدا کی مار یہ بھی دوزخ ہی میں آ رہے ہیں وہ اتباع ان رئیسوں سے کہیں گے بلکہ تمہارے ہی اوپر خدا کی مار (دیکھو نا) تم ہی تو یہ (مصیبت) ہمارے

لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ۶۰ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ۶۱

آگے لائے سو (جہنم) بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے دعا کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار جو شخص اس مصیبت کو ہمارے آگے لایا اس کو دوزخ میں دونا عذاب دیجیو

وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ۶۲ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ

اور وہ لوگ کہیں گے کہ کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو دوزخ میں نہیں دیکھتے جن کو ہم بُرے لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے کیا ہم نے ان لوگوں کی ہنسی کر رکھی تھی یا ان

زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ۶۳ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ۶۴

(کے دیکھنے) سے نگاہیں چکرا رہی ہیں یہ بات یعنی دوزخیوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا بالکل سچی بات ہے۔

بُرا ٹھکانہ

مذکورہ بالا آیتوں میں نیکوں کا حال بیان کیا تو یہاں بدکار لوگوں کا مآل بیان فرما رہا ہے جو خدا کا حکم نہیں مانتے تھے اُن کے لَوٹنے کی جگہ بہت بُری ہے اور وہ جہنم ہے جس میں یہ لوگ داخل ہوں گے اور چاروں طرف سے انہیں آتش دوزخ گھیرے گی۔ یہ نہایت ہی بُرا بچھونا ہے۔ حمیم اس پانی کو کہتے ہیں جس کی حرارت اور گرمی انتہا کو پہنچ چکی ہو۔ اور غساق کہتے ہیں اس ٹھنڈ کو جس کی سردی انتہا کو پہنچ چکی ہو۔ پس ایک طرف آگ کا گرم عذاب دوسری جانب ٹھنڈ کا سرد عذاب اور اسی طرح قسم قسم کے عذاب، جو ایک دوسرے کی ضد ہوں گے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اگر ایک ڈول غساق کا دنیا میں بہا دیا جائے تو تمام اہل دنیا بدبودار ہو جائیں۔ حضرت کعب احبار فرماتے ہیں، غساق نامی جہنم میں ایک نہر ہے جس میں سانپ بچھو وغیرہ کا زہر جمع ہوتا ہے۔ پھر وہ گرم ہو کر پکنے لگتا ہے، اس میں جہنمیوں کو غوطے دیئے جائیں گے جس سے اُن کا سارا گوشت پوست جھڑ جائے گا اور پنڈلیوں میں لٹک جائے گا۔ جیسے وہ اس طرح گھسٹتے پھریں گے جیسے کوئی شخص اپنا کپڑا گھسیٹ رہا ہو (ابن ابی حاتم) الغرض سردی کا عذاب الگ ہوگا گرمی کا الگ ہوگا حمیم پینے کو زقوم کھانے کو، کبھی آگ کے پہاڑوں پر چڑھایا جاتا ہے تو کبھی آگ کے گڑھوں میں دھکیلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عذاب سے بچائے۔ ذات جہنمیوں کا جھگڑا اُن کا تنازع اور ایک دوسرے کو بُرا کہنے کا بیان ہو رہا ہے جیسے کہ ایک دوسری آیت میں ہے كُلَّمَا دَخَلَتْ الخ ہر گروہ دوسرے پر بجائے سلام کے لعنت بھیجے گا، ایک دوسرے کو جھٹلائے گا اور ایک دوسرے پر الزام رکھے گا۔ ایک جماعت جو پہلے جہنم میں جا چکی ہے وہ دوسری جماعت کو داروغۂ جہنم کے ساتھ آتی ہوئی دیکھ کر کہے گی کہ یہ گروہ جو تمہارے ساتھ ہے اُنہیں مرحبا نہ ہو اس لئے کہ یہ بھی جہنمی گروہ ہے، وہ آنے والے اُن سے کہیں گے کہ تمہارے لئے مرحبا نہ ہو تم ہی تو تھے کہ ہمیں اُن بُرے کاموں کی طرف بلاتے رہے، جن کا

انجام یہ ہوا۔ پس بُری منزل ہے۔ پھر کہیں گے کہ اے باری تعالیٰ جس نے ہم کو اس عذاب میں مبتلا کیا تو اس کو دوگنا عذاب کر۔ جیسے فرمان ہے قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا الخ یعنی بعد کو بدکار ہونے والے لوگ، اوّلین بدکاروں کے بارے میں عرض کریں گے کہ، اے ہمارے پروردگار! انہوں نے ہی تو ہم کو بھی گمراہ کیا تھا لہٰذا تو ان کو دُگنا عذاب کر! اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہر ایک کے لئے دُگنا ہی عذاب ہے لیکن تم واقف نہیں۔ یعنی ہر ایک کے لئے ایسا عذاب ہے جو اُس کے لئے کافی ہے۔ چونکہ کفار وہاں مومنوں کو نہ پائیں گے جن کو اپنے خیال میں بہکا ہوا جانتے تھے۔ تو آپس میں ذکر کریں گے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ جو ہمیں مسلمان جہنم میں نظر نہیں آتے؟ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ابوجہل کہے گا کہ بلالؓ، عمارؓ اور صہیبؓ وغیرہ کہاں ہیں؟ وہ تو نظر ہی نہیں آتے۔ غرض ہر کافر یہی کہے گا کہ وہ لوگ جن کو ہم دنیا میں شریر گنتے تھے وہ آج یہاں نظر نہیں آتے۔ کیا ہماری ہی غلطی تھی کہ ہم انھیں دنیا میں خاطر میں نہ لاتے اور اُن کا مذاق اڑاتے تھے؟ لیکن نہیں، ہمارا یہ معاملہ ان کے ساتھ درست تھا وہ ہوں گے تو جہنم میں ہی لیکن کسی ایسی طرف ہیں کہ ہماری نگاہ ان پر نہیں پڑتی۔ اسی وقت اہلِ بہشت کی جانب سے آواز آئے گی کہ اے اہلِ دوزخ! ادھر دیکھو۔ ہم نے تو اپنے رب کے وعدے کو حق پایا۔ تم اپنی کہو کیا خدا کے وعدے سچے نکلے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں بالکل سچ نکلے۔ اُسی وقت ایک مُنادی ندا کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ اسی کا بیان آیاتِ قرآنیہ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ سے وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ تک بیان ہوا ہے۔ پھر فرماتا ہے اے نبی صلعم جو خبر میں تم کو دے رہا ہوں کہ جہنمی اس بات پر لڑے جھگڑیں گے اور آپس میں ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے یہ بالکل سچی واقعی اور ٹھیک خبر ہے، جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ① رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو (تم کو عذاب خداوندی سے) ڈرانیوالا ہوں اور بجز اللہ واحد غالب کے کوئی لائق عبادت کے نہیں ہے وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان

وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ② قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ③ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ④

چیزوں کا جو انکے درمیان میں ہیں (اور وہ) زبردست بڑا بخشنے والا ہے آپ کہہ دیجئے کہ یہ ایک عظیم الشان مضمون ہے، جس سے تم (بالکل ہی) بے پرواہ ہو رہے ہو۔ مجھ کو عالم بالا کی بحث

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۭ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ⑤ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا

(وگفتگو) کی کچھ بھی خبر نہ تھی جبکہ وہ (تخلیق آدم کے بارے میں) جھگڑ رہے تھے۔ میرے پاس (جو) وحی آتی ہے تو اس سبب سے آتی ہے کہ میں (محض)

نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ⑥

(اللہ کی طرف سے) صاف صاف ڈرانیوالا بھیجا گیا ہوں۔

ایک عظیم الشان خبر

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلعم کو حکم فرماتا ہے کہ کافروں سے کہہ دو کہ میری نسبت تمہارے خیالات محض غلط ہیں، میں تو تمہیں ڈر کی خبر پہنچانے والا ہوں۔ بجز اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ اور کوئی قابل پرستش نہیں، وہ اکیلا ہے، وہ ہر چیز پر غالب ہے، ہر چیز اُس کے ماتحت ہے۔ وہ زمین و آسمان اور ہر ہر چیز کا مالک ہے اور سب تصرفات اُسی کے قبضہ میں ہیں۔ وہ عزتوں والا ہے اور باوجود اِس عظمت و عزّت کے بڑا ہی رحیم ہے۔ یہ بہت بڑی چیز ہے۔ یعنی میرا رسولؐ کی حیثیت سے تمہارے درمیان آنا۔ مگر تم اے غافلو میری بیان کردہ حقیقتوں سے اعراض کر رہے ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بڑی چیز ہے، یعنی قرآنِ کریم حضرت آدمؑ کے بارے میں فرشتوں کے درمیان جو کچھ اختلاف ہوا اگر رب کی وحی میرے پاس نہ آئی ہوتی، تو مجھے اس کی بابت کیا علم ہوتا؟ ابلیس کا آپ کو سجدہ کرنے سے منکر ہونا اور رب کے سامنے اُس کی مخالفت کرنا اور اپنی بڑائی جتانا وغیرہ۔ ان سب باتوں کو میں کس طرح جان سکتا تھا؟ مسند احمد میں ہے کہ ایک دن صبح کی نماز میں حضورؐ نے بہت دیر کر دی،

یہاں تک کہ سورج طلوع ہونے کا وقت آگیا۔ پھر بہت جلدی کرتے ہوئے آپ تشریف لائے۔ تکبیر کہی گئی اور آپ نے ہلکی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد ہم سے فرمایا، تھوڑی دیر ٹھہرے رہو۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ رات میں نماز تہجد پڑھ رہا تھا کہ مجھے اونگھ آنے لگی۔ یہاں تک کہ میں جاگا اور میں نے دیکھا کہ گویا اپنے رب کے پاس ہوں میں نے اپنے پروردگار کو بہترین عمدہ صورت میں دیکھا۔ مجھ سے جناب باری نے دریافت فرمایا۔ جانتے ہو، عالمِ بالا کے فرشتے اس وقت کس بارے میں گفتگو اور سوال وجواب کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا میرے رب مجھے کیا خبر؟ تین مرتبہ کے سوال وجواب کے بعد میں نے دیکھا کہ میرے دونوں مونڈھوں کے درمیان اللہ عزّ وجل نے ہاتھ رکھا، یہاں تک کہ انگلیوں[ع] کی ٹھنڈک مجھے میرے سینے میں محسوس ہوئی اور مجھ پر ہر ایک چیز روشن ہو گئی پھر مجھ سے سوال کیا۔ اب بتاؤ! ملاءِ اعلیٰ میں کیا بات چیت ہو رہی ہے؟ میں نے کہا۔ گناہوں کے کفّارے کی۔ فرمایا پھر تم بتاؤ کفّارے کیا کیا ہیں؟ میں نے کہا۔ نماز باجماعت کے لئے قدم اٹھا کر جانا۔ نمازوں کے بعد مسجد میں بیٹھے رہنا۔ اور دل کے نہ چاہنے[ع] پر بھی کامل وضو کرنا۔ پھر مجھ سے میرے خدا نے پوچھا، درجے کیا ہیں؟ میں نے کہا کھانا کھلانا۔ نرم کلامی اختیار کرنا۔ اور راتوں کو جب لوگ سوئے ہوں نماز پڑھنا۔ اب مجھ سے میرے رب نے فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے؟ میں نے کہا۔ میں نیکیوں کا کرنا، بُرائیوں کا چھوڑنا، مسکینوں سے محبت رکھنا اور تیری بخشش اور تیرا رحم اور جب تیرا ارادہ کسی قوم کے ساتھ فتنے کا ہو تو اس فتنے میں مبتلا ہونے سے پہلے کی موت اور تیری محبت اور تجھ سے محبت رکھنے والوں کی محبت اور اُن کاموں کی توفیق جو تیری محبت سے قریب کرنے والے ہوں، مانگتا ہوں۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا یہ سراسر حق ہے اسے پڑھو پڑھاؤ، سیکھو سکھاؤ۔ یہ حدیث خواب کی ہے۔ اور مشہور بھی یہی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ بیداری کی حالت کا واقعہ ہے۔ لیکن یہ غلط ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ خواب کا ہے اور یہ بھی خیال رہے کہ قرآن میں فرشتوں کی جس بات کا ردّ و بدل کرنا اس آیت میں مذکور ہے وہ یہ نہیں، جو اس حدیث میں ہے۔ بلکہ یہ سوال وجواب وہ ہے جس کا ذکر اس کے بعد ہی ہے۔ ملاحظہ ہوں اگلی آیتیں:-

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ ۝ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ

جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں گارے سے ایک انسان (یعنی اس کے پتلے کو) بنانیوالا ہوں۔ سو میں جب اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں

فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ۝ إِلَّا

(اپنی طرف سے) جان ڈال دوں تو تم سب اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا سو (جب اللہ نے اس کو بنا لیا) تو سارے کے سارے فرشتوں نے (آدم کو) سجدہ کیا مگر ابلیس نے

إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ

کہ وہ غرور میں آگیا اور کافروں میں سے ہو گیا حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اسکو سجدہ کرنے سے

لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ ۝ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ط

تجھ کو کون چیز مانع ہوئی کیا تو غرور میں آگیا اور واقع میں تو بڑا نہیں ہے یا یہ کہ تو (واقع میں ایسے) بڑے درجہ والوں میں ہے کہنے لگا کہ (شق ثانی واقع ہے یعنی) میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ

خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ۝ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝

آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس (آدم) کو خاک سے پیدا کیا ہے۔ ارشاد ہوا کہ تو (اچھا پھر) آسمان سے نکل کیونکہ بیشک تو (اس حرکت سے) مردود ہو گیا۔

ع یہ آیت متشابہات میں سے ہے یقین اس پر رکھنا چاہئے لیکن خدا تعالیٰ کا ہاتھ کیسا ہے، انگلیاں کیسی ہیں کسی کو کچھ معلوم نہیں ع مثلاً سردی کے موسم میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا کتنا ناگوار گزرتا ہے۔

وَّاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْۤ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾

اور بیشک تجھ پر میری لعنت رہے گی قیامت کے دن تک ۔ کہنے لگا تو پھر مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ

ارشاد ہوا کہ جب تو مہلت مانگتا ہے تو (جا) تجھکو وقت معین کی تاریخ تک مہلت دی گئی کہنے لگا (جب مجھ کو مہلت مل گئی) تو (مجھ کو بھی) تیری عزت کی

لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ

قسم کہ میں ان سب کو گمراہ کردوں گا بجز آپ کے اُن بندوں کے جو ان میں منتخب کیے گئے ہیں ۔ ارشاد ہوا کہ میں سچ کہتا ہوں

وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۵﴾

اور میں تو ہمیشہ سچ ہی کہا کرتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو ان میں تیرا ساتھ دے اُن سب سے دوزخ کو بھر دوں گا

آدم ؑ و ابلیس

یہ قصہ سورۂ بقرہ میں اور سورۂ اعراف میں اور سورۂ حجر میں اور سورۂ سبحان میں اور سورۂ کہف میں اور اس سورۂ صٓ میں بیان ہوا ہے۔ حضرت آدم ؑ کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالےٰ نے فرشتوں کو اپنا ارادہ بتایا کہ میں مٹی سے آدم ؑ کو پیدا کرنیوالا ہو۔ جب میں اس کو پیدا کردوں تو تم سب اسے سجدہ کرنا تاکہ میری فرماں برداری کے ساتھ ہی حضرت آدم ؑ کی شرافت و بزرگی کا بھی اظہار ہو جائے۔ پس تمام فرشتوں نے تعمیلِ ارشاد کی۔ ہاں ابلیس اس سے رُکا یہ فرشتوں کی جنس میں سے تھا بھی نہیں، بلکہ جنات میں سے تھا۔ طبعی خباثت اور جبلی سرکشی ظاہر ہوگئی۔ سوال ہوا کہ اتنی معزز مخلوق جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا، تو نے میرے فرمان کے باوجود سجدہ کیوں نہ کیا؟ یہ تکبر اور یہ سرکشی؟ تو کہنے لگا کہ میں اُس سے افضل و اعلیٰ ہوں کہاں آگ اور کہاں مٹی؟ اِس خطاکار نے اس کے سمجھنے میں غلطی کی اور خدا کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے غارت ہوگیا۔ حکم ہوا کہ میرے سامنے کے علیحدہ ہو، میرے دربار میں تجھ جیسے نافرمانوں کی رسائی نہیں اب تو میری رحمت سے دور ہوگیا اور تجھ پر ابدی لعنت نازل ہوئی اور اب تو خیر و خوبی سے مایوس ہو جا۔ اس نے خدا سے دُعا کی کہ قیامت تک اس کو مہلت دی جائے۔ اس حلیم خدا نے جو اپنی مخلوق کو اُن کے گناہوں پر فوراً نہیں پکڑتا اس کی یہ التجا پوری کردی اور قیامت تک کی اس کو مہلت دیدی۔ اب کہنے لگا میں تو اس کی تمام اولاد کو بہکا دوں گا۔ صرف مخلص لوگ بچ جائیں گے۔ منظورِ خدا بھی یہی تھا۔ جیسے کہ قرآن کریم اور آیتوں میں بھی ہے مثلاً اَرَءَیْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ الخ اور اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ الخ اور فَالْحَقُّ کو حضرت مجاہد ؒ نے پیش سے پڑھا ہے۔ معنی یہ ہیں کہ میں خود حق ہوں، اور میری بات بھی حق ہی ہوتی ہے۔ اور ایک روایت میں ان سے یوں مروی ہے کہ حق میری طرف سے ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں۔ اَوروں نے دونوں لفظ زبر سے پڑھے ہیں۔ سدی ؒ کہتے ہیں یہ قسم ہے۔ میں کہتا ہوں یہ آیت اس آیت کی طرح ہے وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۔ یعنی میرا یہ قول اٹل ہے کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو اس قسم کے انسانوں اور جنوں سے پُر کردوں گا۔ اور جیسے فرمان ہے۔ اِذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ الخ یہاں سے نکل جا۔ جو شخص بھی تیری مانے گا اس کی اور تیری پوری سزا جہنم ہے۔

قُلْ مَاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِیْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس قرآن (کی تبلیغ) پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ کچھ بدلہ اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں ہوں۔ یہ قرآن تو اللہ کا کلام اور دنیا جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔

وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

اور تھوڑے دنوں پیچھے تمکو اس کا حال معلوم ہوجائیگا (یعنی مرنے کے ساتھ ہی حقیقت کھل جائے گی کہ یہ حق تھا)

ایک اعلان اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں میں آپ اعلان کر دیں کہ میں تبلیغ دین اور احکام قرآن پر تم سے کوئی اُجرت و بدلہ نہیں مانگتا۔ اس سے میرا مقصود کوئی دنیوی نفع حاصل کرنا نہیں اور نہ میں تکلف کرنے والا ہوں کہ خدا نے نازل نہ فرمایا اور میں تصنیف کر لوں۔ بلکہ مجھے تو جو کچھ پہنچایا جاتا ہے وہی میں تمہیں پہنچا دیتا ہوں نہ تو کچھ کمی کر سکتا ہوں نہ زیادتی۔ اور میرا مقصود اس سے صرف رضائے رب اور مرضی مولیٰ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ لوگو! جسے کسی مسئلہ کا علم ہو، وہ اُسے لوگوں سے بیان کر دے اور جو نہ جانتا ہو وہ کہدے کہ اللہ بہتر جاننے والا ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے نبیؐ سے بھی یہی فرمایا کہ میں تکلف کرنے والا نہیں ہوں۔ یہ قرآن تمام انسانوں اور جنوں کے لئے نصیحت ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ تاکہ میں تمہیں اور جن لوگوں تک یہ پہنچے انہیں آگاہ اور ہوشیار کر دوں۔ اور آیت میں ہے وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ الخ جو شخص بھی اُس سے کفر کرے وہ جہنمی ہے۔ میری باتوں کی حقیقت اور میرے کلام کی تصدیق میرے بیان کی سچائی، میری زبان کی صداقت تمہیں ابھی ابھی معلوم ہو جائے گی، یعنی مرتے ہی اور قیامت کے قائم ہوتے ہی۔ موت کے وقت یقین آجائے گا اور میری کہی ہوئی خبریں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے: واللہ اعلم بالصواب۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ صٓ کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے انعام و احسان پر۔ اُس کا شکر ہے۔

تفسیر ابن کثیر کی آٹھویں جلد کا ترجمہ ختم ہوا۔ اب نویں جلد کا ترجمہ شروع ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پاک کلام کے پڑھنے سمجھنے اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تفسیر سُورۂ زُمَر

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نفل روزے اس طرح پے در پے رکھے چلے جاتے تھے کہ ہم خیال کرتے کہ شاید اب آپ چھوڑیں گے ہی نہیں۔ اور ایسا بھی ہوتا کہ آپ روزے نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم کو خیال ہوتا کہ اب رکھیں گے ہی نہیں اور ہر رات آپ سورۂ بقرۃ اور سورۂ زمر کی تلاوت کر لیا کرتے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف کہ ہم نے ٹھیک طور پر اس کتاب کو آپ کی طرف نازل کیا ہے

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ

سو آپ (قرآن کی تعلیم کے موافق) خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہیئے یاد رکھو عبادت جو کہ (شرک سے) خالص ہو اللہ ہی کیلئے سزاوار ہے

اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ

اور جن لوگوں نے خدا کے سوا اور شرکا تجویز کر رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں

اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ

اُن کے (اور انکے مقابل اہل ایمان کے) باہمی اختلافات کا (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دیگا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ پر نہیں لاتا جو (قولاً) جھوٹا اور

كَفَّارٌ ۝ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ

(اعتقاداً) کافر ہو اگر (بالفرض) اللہ تعالیٰ کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو ضرور اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا منتخب فرماتا وہ پاک ہے

هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

وہ ایسا اللہ ہے جو واحد ہے زبردست ہے۔

اصنام پرستوں کی خام خیالیاں

اللہ تبارک وتعالیٰ خبر دیتا ہے کہ یہ قرآنِ عظیم اُسی کا کلام ہے اور اُسی کا نازل کیا ہوا ہے۔ اُس کے حق ہونے میں کوئی شک اور شبہ نہیں۔ جیسے ایک دوسری جگہ ہے وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الخ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ جسے "روح الامین" لے کر آئے ہیں۔ تیرے دل پر اُتارا ہے تاکہ تو آگاہ کرنے والا بن جا۔ صاف فصیح عربی زبان میں ہے۔ اور آیتوں میں ہے یہ باعزت کتاب وہ ہے جس کے آگے سے یا پیچھے سے باطل آ ہی نہیں سکتا یہ حکمتوں والے تعریفوں والے خدا کی طرف سے اُتری ہے۔ یہاں فرمایا کہ یہ کتاب بہت بڑے عزت والے اور حکمت والے خدا کی طرف سے اُتری ہے جو اپنے اقوال وافعال، شریعت و تقدیر سب میں حکمتوں والا ہے ہم نے تیری طرف اس کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ تجھے چاہیئے کہ خود اللہ کی عبادتوں میں اور اُس کی توحید میں مشغول رہ کر ساری دنیا کو اُسی طرف بلا۔ کیونکہ اس خدا کے سوا کسی کی عبادت زیبا نہیں۔ وہ لاشریک ہے وہ بے مثال ہے اس کا شریک کوئی نہیں۔ دینِ خالص یعنی شہادتِ توحید کے لائق وہی ہے۔ پھر مشرکوں کا ناپاک عقیدہ بیان کیا کہ وہ فرشتوں کو خدا کا مقرب جان کر، اُن کی خیالی تصویریں بنا کر اُن کی پوجا پاٹ کرنے لگے۔ یہ سمجھ کر کہ یہ اللہ کے لاڈلے ہیں ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں گے۔ پھر تو ہماری روزیوں میں اور ہر چیز میں خوب برکت ہو جائے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ قیامت کے روز ہمیں وہ نزدیکی اور مرتبہ دلوائیں گے اس لئے قیامت کے تو وہ قائل ہی نہ تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ، وہ اُنہیں اپنا سفارشی جانتے تھے۔ جاہلیت کے زمانے میں حج کو جاتے تو وہاں لبیک پکارتے ہوئے کہتے لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ یعنی اے اللہ! ہم تیرے حضور حاضر ہوئے ہیں تیرا کوئی شریک نہیں، مگر ایسے شریک جن کا مالک بھی خود تو ہی ہے اور جو چیزیں اُن کے ماتحت ہیں اُن کا حقیقی مالک بھی تو ہی ہے۔ یہی شبہ اگلے اور پچھلے تمام مشرکوں کو رہا اور اسی کو تمام انبیاء علیہم السّلام رد کرتے رہے اور صرف خدائے واحد کی عبادت کی طرف بلاتے رہے یہ عقیدہ مشرکوں نے بے دلیل گھڑ لیا تھا۔ جس سے خدا بیزار تھا۔ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ الخ یعنی ہر اُمت میں ہم نے رسول بھیجے کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت سے الگ رہو۔ اور فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ الخ یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے سب کی طرف یہی وحی کی کہ، معبود برحق صرف میں ہی ہوں پس تم سب میری عبادت کرنا۔ ساتھ ہی یہ بھی بیان فرما دیا کہ آسمان میں جس قدر

فرشتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی بڑے مرتبے والے کیوں نہ ہوں؟ سب کے سب اُس کے سامنے لاچار عاجز اور غلام ہیں۔ اتنا بھی تو اختیار نہیں کہ کسی کی سفارش میں لب ہلا سکیں، یہ عقیدہ محض غلط ہے کہ وہ خدا کے پاس ایسے ہیں جیسے بادشاہوں کے پاس امیر امراء ہوتے ہیں کہ جس کی وہ سفارش کر دیں اُس کا کام بن جاتا ہے۔ اس باطل اور غلط عقیدے سے یہ کہہ کر منع فرمایا کہ فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰہِ الْاَمْثَالَ ۚ اللہ کے سامنے تم مثالیں نہ بیان کیا کرو۔ اللہ اس سے بہت بلند و بالا ہے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا سچا فیصلہ کر دے گا۔ اور ہر ایک کو اُس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ ان سب کو جمع کر کے فرشتوں سے سوال کرے گا کہ کیا یہ لوگ تمہیں پوجتے تھے؟ وہ جواب دیں گے کہ تو پاک ہے یہ نہیں بلکہ ہمارا ولی اور والی تو تو ہی ہے یہ لوگ تو جنات کی پرستش کرتے تھے اور ان میں سے اکثر کا عقیدہ و ایمان انہی پر تھا۔ اللہ تو انھیں راہِ راست نہیں دکھاتا۔ جن کا مقصود خدا پر جھوٹ بہتان باندھنا ہو اور جن کے دل میں خدا کی آیتوں اور اس کی نشانیوں اور اس کی دلیلوں سے کفر بیٹھ گیا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے عقیدے کی نفی کی جو خدا کی اولاد ٹھہراتے تھے۔ مثلاً مشرکین مکہ کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی لڑکیاں ہیں یہود کہتے تھے کہ عزیر خدا کے لڑکے ہیں عیسائی گمان کرتے تھے کہ عیسیٰؑ خدا کے بیٹے ہیں۔ پس فرمایا کہ جیسا انکا خیال ہے اگر یہی ہوتا تو امر اس کے خلاف ہوتا۔ پس یہاں شرط نہ تو واقع ہونے کے لئے ہے نہ امکان کیلئے، بلکہ محال کیلئے ہے اور مقصد صرف ان لوگوں کی جہالت بیان کرنا ہے جیسے فرمایا۔ لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا الخ اگر ہم ان بیہودہ باتوں کا ارادہ کرتے تو اپنے پاس سے ہی بنا لیتے۔ اگر ہم کرنے والے ہی ہوتے۔ اور آیت میں ہے قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ یعنی کہہ دے کہ اگر رحمان کی اولاد ہوتی تو میں تو سب سے پہلے اس کا قائل ہوتا پس یہ سب آیتیں شرط کو محال کے ساتھ متعلق کرنے والی ہیں امکان یا وقوع کے لئے نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ نہ یہ ہو سکتا ہے، نہ وہ ہو سکتا ہے۔ اللہ ان سب باتوں سے پاک ہے۔ وہ فرد احد صمد اور واحد ہے۔ ہر چیز اس کی ماتحت، فرمانبردار، عاجز و محتاج، فقیر و بے کس اور بے بس ہے۔ وہ ہر چیز سے غنی ہے سب سے بے پرواہ ہے سب پر اس کی حکومت اور غلبہ ہے۔ ظالموں کے ان عقائد سے اور جاہلوں کی ان باتوں سے اُس کی ذات مُبرّا و منزہ ہے +

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَ

اُس نے آسمان و زمین کو حکمت سے پیدا کیا وہ رات کی ظلمت) کو دن (کی روشنی کے محل یعنی ہوا) پر لپیٹتا ہے اور دن (کی روشنی) کو

سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ

رات پر لپیٹتا ہے اور اُسی نے ایک سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے (اور انہیں) ہر ایک وقت مقرر تک چلتا رہیگا یاد رکھو کہ وہ زبردست ہے بڑا بخشنے والا ہے اُسی نے تم

مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ

لوگوں کو تن واحد (یعنی آدم) سے پیدا کیا پھر اُسی سے اُسکا جوڑا بنایا اور (بعد اس حد و شفا کے) تمہارے (لفع و بقا کے لئے) آٹھ نر و مادہ

اَزْوَاجٍ ۭ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ

چارپایوں کے پیدا کئے تم کو ماؤں کے پیٹ میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بناتا ہے تین تاریکیوں میں وہ ہے

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝۶

اللہ تمہارا رب اسی کی سلطنت ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں (سوان دلائل کے بعد) تم کہاں حق سے پھرے جاتے ہو

دلائل قدرت

ہر چیز کا خالق، سب کا مالک، سب پر حکمران اور سب پر قابض اللہ ہی ہے۔ دن رات کا الٹ پھیر اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی کے حکم سے انتظام کے ساتھ دن رات ایک دوسرے کے پیچھے برابر سلسل

چلے آرہے ہیں نہ یہ آگے بڑھ سکے وہ پیچھے رہ سکے۔ سورج اور چاند کو اس نے مسخر کر رکھا ہے وہ اپنے دورے کو پورا کر رہے ہیں۔ قیامت تک اِس نظام میں تم کوئی فرق نہ پاؤ گے۔ وہ عزت و عظمت والا کبریائی اور رفعت والا ہے۔ گنہگاروں کا بخشنے والا اور ماسیوں پر مہربان ہے۔ تم سب کو اُس نے ایک ہی شخص یعنی حضرت آدمؑ سے پیدا کیا ہے۔ پھر دیکھو کہ تم میں آپس میں کس قدر اختلاف ہے۔ رنگ و صورت اور آواز و بول چال اور زبان و بیان ہر ایک الگ الگ ہے۔ حضرت آدمؑ سے ہی ان کی بیوی حضرت حواؑ کو پیدا کیا جیسے اور جگہ ہے کہ لوگو! اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے جس نے تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے اُسی سے اس کی بیوی کو پیدا کیا۔ پھر بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے۔ اس نے تمہارے لئے آٹھ نر و مادہ چوپائے پیدا کئے۔ جن کا بیان سورۂ مائدہ کی آیت مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ الخ میں ہے یعنی بھیڑ، بکری، اونٹ، گائے۔ وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں پیدا کرتا ہے۔ جہاں تمہاری پیدائشیں ہوتی رہتی ہیں۔ پہلے نطفہ، پھر خون بستہ، پھر لوتھڑا، پھر گوشت پوست ہڈی، رگ، پٹھے، پھر روح۔ غور کرو کہ وہ کتنا اچھا خالق ہے۔ تین تین اندھیریوں میں تمہاری یہ طرح طرح کی تبدیلیوں کی پیدائش کا ہیر پھیر ہوتا رہتا ہے۔ رحم کی اندھیری اُس کے اوپر کی جھلی کی اندھیری اور پیٹ کی اندھیری یہ جس نے آسمان و زمین کو اور خود تم کو اور تمہارے اگلے پچھلوں کو پیدا کیا ہے۔ وہی رب ہے اسی کا ملک ہے وہی سب میں متصرف ہے وہی لائق عبادت ہے اُس کے سوا اور کوئی نہیں۔ افسوس نہ جانے تمہاری سمجھ اور عقلیں کہاں گئیں کہ تم اس کے سوا دوسروں کی عبادت و بندگی کرنے لگے۔

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۖ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۖ وَإِنْ تَشْكُرُوا

اگر تم کفر کرو گے تو خدا تعالےٰ تمہارا محتاج نہیں اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو گے تو

يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ

اس کو تمہارے لئے پسند کرتا ہے اور کوئی کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھاتا پھر اپنے پروردگار کے پاس تم کو لوٹ کر جانا ہوگا سو وہ تم کو تمہارے

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٧﴾ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ

سب اعمال جتلا دیگا وہ دلوں تک کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ اور (مشرک) آدمی کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے

دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ

پروردگار کو اس کی طرف رجوع ہو کر پکارنے لگتا ہے پھر جب اللہ تو اسکو اپنے پاس سے نعمت (امن و آسایش کی) عطا فرما دیتا ہے تو جسکے لئے پہلے وہ خدا کو

وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ

پکارتا تھا اس کو بھول جاتا ہے اور خدا کے شریک بنانے لگتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ سے (دوسروں کو) گمراہ کرتا ہے آپ (ایسے شخص سے) کہہ دیجئے کہ اپنے کفر کی بہار تھوڑے دنوں اور لوٹ

مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ﴿٨﴾

(پھر آخرکار تو) دوزخیوں میں سے ہونیوالا ہے

کفر سخت ناپسندیدہ ہے فرماتا ہے کہ ساری مخلوق خدا تعالیٰ کی محتاج ہے اور خدا سب سے بے نیاز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمان قرآن میں منقول ہے کہ اگر تم اور روئے زمین کے سب جاندار خدا سے کفر اختیار کرلیں، تو اللہ کا کوئی نقصان نہیں وہ ساری مخلوق سے بے پرواہ اور لائق تعریف ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ "اے میرے بندو! تمہارے سب اوّل و آخر انسان و جن مل ملا کر بدترین شخص کا سا دل بنا لو، تو میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں آئیگی۔

ہاں خدا ہمہارا ناشکری سے خوش نہیں نہ وہ اس کا تمہیں حکم دیتا ہے اور اگر تم اُس کی شکر گزاری کرو گے تو وہ اس پر تم سے رضامند ہو جائے گا اور تمہیں اپنی اور نعمتیں عطا فرمائے گا۔ ہر شخص وہی پائے گا جو اُس نے کیا ہو، ایک کے بدلے دوسرا نہ پکڑا جائے گا اور خدا پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ انسان کو دیکھو کہ اپنی حاجت کے وقت تو بہت ہی عاجزی اور انکساری سے خدا کو پکارتا ہے اور اس سے فریاد کرتا رہتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ الخ یعنی جب دریا اور سمندر میں ہوتے ہیں اور وہاں کوئی آفت آئی دیکھتے ہیں تو جن جن کو خدا کے سوا پکارا کرتے تھے۔ سب کو بھول جاتے ہیں اور صرف خدا کو پکارنے لگتے ہیں۔ لیکن نجات پاتے ہی منہ پھیر لیتے ہیں انسان ہے ہی ناشکرا۔ پس فرماتا ہے کہ جہاں دکھ درد ٹل گیا پھر تو ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا مصیبت کے وقت اُس نے ہمیں پکارا ہی نہ تھا اس دعا اور گریۂ وزاری کو بالکل فراموش کر دیتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا الخ یعنی تکلیف کے وقت تو انسان ہمیں اٹھتے بیٹھتے لیٹتے ہر وقت بڑے حضور قلب کے ساتھ پکارتا رہتا ہے لیکن اس تکلیف کے ہٹتے ہی وہ بھی ہم سے غافل ہو جاتا ہے گویا اُس نے دکھ درد کے وقت ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔ بلکہ عافیت کے وقت خدا کے ساتھ شریک کرنے لگتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگ اپنے کفر سے گو کچھ یونہی سا فائدہ اُٹھا لیں۔ اس میں ڈانٹ ہے اور سخت دھمکی ہے جیسے فرمایا قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ کہدے کہ فائدہ حاصل کر لو آخری جگہ تو تمہاری جہنم ہی ہے اور فرمان ہے، نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ہم انھیں کچھ فائدہ دیں گے پھر سخت عذابوں کی طرف بے بس کر دیں گے ۔

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ

بھلا جو شخص اوقات شب میں سجدہ و قیام (یعنی نماز) کی حالت میں عبادت کر رہا ہو آخرت سے ڈر رہا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی اُمید

رَبِّهٖ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ

کر رہا ہو۔ آپ کہئے کیا علم والے اور جہل والے (کہیں) برابر ہوتے ہیں وہی لوگ نصیحت پکڑتے

١٠ ع٩ ١٥ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

ہیں جو اہل عقل (سلیم) ہیں

مساوات کیسے؟ مطلب یہ ہے کہ جس کی حالت یہ ہو وہ مشرک کے برابر نہیں جیسے فرمان ہے لَيْسُوْا سَوَآءً الخ یعنی سب کے سب برابر نہیں۔ اہل کتاب میں بھی وہ لوگ بھی ہیں جو راتوں کے وقت قیام کی حالت میں آیاتِ خداوندی کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور سجدوں میں پڑے رہتے ہیں۔ قنوت سے مُراد یہاں پر نماز کا خشوع و خضوع ہے صرف قیام مراد نہیں۔ ابنِ مسعودؓ سے قانت کے معنی مطیع اور فرماں بردار کے ہیں۔ ابن عباسؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ اٰنَآءَ الَّيْلِ سے مراد آدھی رات ہے۔ منصورؒ فرماتے ہیں مراد مغرب و عشاء کے درمیان کا وقت ہے۔ قتادہؒ وغیرہ فرماتے ہیں اول درمیانہ اور آخری شب مُراد ہے۔ یہ عابد لوگ ایک طرف لرزاں و ترساں ہیں، دوسری جانب امیدوار اور متوقع ہیں نیک لوگوں پر زندگی میں تو خوفِ خدا امید پر غالب رہتا ہے موت کے وقت خوف پر امید کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ایک شخص کے پاس اُس کے انتقال کے وقت جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تو اپنے آپ کو کس حالت میں پاتا ہے؟ اُس نے عرض کیا خوف اور امید کی حالت میں۔ آپ نے فرمایا جس شخص کے دل میں ایسے وقت یہ دونوں چیزیں جمع ہو جائیں، اُس کی اُمید اللہ پوری کرتا ہے اور اُس کے خوف سے اُسے نجات عطا فرماتا ہے (ترمذی۔ ابن ماجہ وغیرہ) ابن عمرؓ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا، یہ وصف تو حضرت عثمانؓ میں تھا۔ فی الواقع آپ کے رات کے وقت بکثرت تہجد پڑھتے رہتے تھے اور اس میں قرآن کریم کی لمبی قرأت کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی ایک ہی رکعت میں قرآن ختم کر دیتے

تھے. جیسے کہ ابو عبیدہ رح سے مروی ہے. شاعر کہتا ہے. صبح کے وقت انکے چہرے نور کے سبب سے چمکدار ہوتے ہیں کیونکہ انھوں نے تسبیح وتلاوت قرآن میں رات گزاری ہے. نسائی وغیرہ میں حدیث ہے کہ جس نے ایک رات سو آیتیں پڑھیں، اس کے نامۂ اعمال میں ساری رات کی قنوت لکھی جاتی ہے (مسند وغیرہ) پس ایسے لوگ اور مشرک جو خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں کسی طرح ایک مرتبے کے نہیں ہوسکتے. عالم اور بے علم کا درجہ ایک نہیں ہوسکتا. ہر عقلمند پر ان کا فرق ظاہر ہے ؏

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ

آپ (مومنین کو میری طرف سے) کہیے کہ اے میرے ایمان والے بندو تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو. جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک صلہ ہے

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (1) قُلْ اِنِّيْٓ

اور اللہ کی زمین فراخ ہے مستقل مزاج والوں کو ان کا صلہ بے شمار ہی ملے گا آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو

اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ (2) وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ (3)

(منجانب اللہ) حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ عبادت کو اسی کے لئے خاص رکھوں اور مجھ کو یہ بھی حکم ہوا ہے کہ سب مسلمانوں میں اول میں ہوں

جائے خدا تنگ نیست

اللہ تو اپنے ایماندار بندوں کو اپنے رب کی اطاعت پر قائم رہنے کا اور ہر امر میں اس کی پاک ذات کا خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے کہ جس نے اس دنیا میں نیکی کی، اُس کو اس دنیا میں اور آنیوالی آخرت میں نیکی ہی نیکی ملے گی. تم اگر ایک جگہ خدا کی عبادت استقلال سے نہ کر سکو تو دوسری جگہ چلے جاؤ، خدا کی زمین بہت وسیع ہے. معصیت سے بھاگتے رہو، شرک کو منظور نہ کرو، صابروں کو بے ناپ تول اور بے حساب کتاب اجر ملتا ہے، جنت، انہی کا مسکن ہے اور مجھے خدا کی خالص عبادت کرنے کا حکم ہوا ہے اور مجھ سے یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ اپنی تمام اُمت سے پہلے میں خود مسلمان ہو جاؤں اور خود کو اپنے رب کا فرمانبردار اور اُس کے احکام کا پابند بنا لوں ؏

قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (4) قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ

آپ یہ بھی کہہ دیجئے اگر (بالفرض محال) میں اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں آپ کہہ دیجئے کہ میں اللہ ہی کی عبادت اس

دِيْنِيْ (5) فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

طرح کرتا ہوں کہ اپنی عبادت کو اسی کے لئے خاص رکھتا ہوں. سو خدا کو چھوڑ کر تمہارا دل جس چیز کو چاہے اس کی عبادت کرو آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ پورے زیانکار وہی لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے

وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (6) لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ

اور اپنے متعلقین سے قیامت کے روز خسارہ میں پڑے یاد رکھو کہ صریح خسارہ یہ ہے اُن کے لئے اُن کے اوپر سے بھی آگ کے محیط

مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ

شعلے ہونگے اور اُن کے نیچے سے بھی آگ کے محیط شعلے ہونگے یہ وہی (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اے میرے بندو

فَاتَّقُوْنِ (7)

مجھ کو (یعنی میرے عذاب سے) ڈرو۔

بڑا دن

حکم ہوتا ہے کہ لوگوں میں اعلان کردو کہ باوجودیکہ میں خدا کا رسول ہوں، لیکن عذاب الٰہی سے بے خوف نہیں ہوں۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو قیامت کے دن عذاب سے میں بھی نہیں بچ سکتا۔ تو دوسرے لوگوں کو نافرمانی رب سے بہت زیادہ اجتناب کرنا چاہئے۔ تم اپنے دین کا بھی اعلان کردو کہ میں پختہ اور یکسوئی والا موحد ہوں۔ تم جس کی چاہو عبادت کرتے رہو اس میں بھی ڈانٹ ڈپٹ ہے۔ نہ کہ اجازت۔ پورے نقصان میں وہ ہیں جنھوں نے خود اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو نقصان میں پھنسا دیا قیامت کے دن ان میں جدائی ہو جائے گی، اگر انکے متعلقین جنت میں گئے تو یہ دوزخ میں جل رہے ہیں، اور اُن سے الگ ہیں اور اگر سب جہنم میں گئے تو وہاں بُرائی کے ساتھ ایک دوسرے سے دُور ہیں اور پریشان اور مغموم ہیں یہی واضح نقصان ہے۔ پھر جو جہنم میں ہوگا اُسکا حال بیان ہو رہا ہے کہ اوپر تلے سے آگ ہی آگ ہوگی، جیسے فرمایا لَهُم مِّن جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِن فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۝ یعنی ان کا اوڑھنا بچھونا سب آتش جہنم سے ہی ہوگا۔ ظالموں کا یہی بدلہ ہے۔ اور آیت میں ہے یَوْمَ يَغْشَاهُمُ الْعَذَابُ الخ قیامت والے دن انھیں نیچے اوپر سے عذاب ہو رہا ہوگا اور اوپر سے کہا جائے گا کہ اپنے اعمال کا مزہ چکھو! یہ اس لئے ظاہر و باہر کردیا گیا اور کھول کھول کر اسوجہ سے بیان کیا گیا کہ اُس حقیقی عذاب سے جو یقیناً آنے والا ہے میرے بندے خبردار ہو جائیں اگر گناہوں اور نافرمانیوں کو چھوڑ دیں۔ میرے بندو! میری گرفت اور میرے عذاب و غضب سے اور میرے انتقام و حساب سے ڈرتے رہو۔

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَن يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ ۚ

اور جو لوگ شیطان کی عبادت سے بچتے ہیں (مراد غیر اللہ کی عبادت ہے) اور ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ مستحق خوشخبری سُنانے کے

فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿٨﴾ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

ہیں سو آپ میرے اُن بندوں کو خوشخبری سُنا دیجئے۔ جو اس کلام (الٰہی) کو کان لگا کر سُنتے ہیں اور پھر اسکی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں یہی ہیں جن کو اللہ نے

هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾

ہدایت کی اور یہی ہیں جو اہل عقل ہیں

جو محفوظ رہے

منقول ہے کہ یہ آیت زید بن عمرو بن نفیل اور ابو ذرؓ اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کے بارے میں اُتری ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ آیت جس طرح ان بزرگوں کے بارے میں ہے اسی طرح ہر اُس شخص کو شامل ہے جس میں یہ پاک اوصاف ہوں یعنی خدا کے سوا سب سے بیزاری اور خدا کی فرمانبرداری۔ یہ ہیں جن کے لئے دونوں جہان میں خوشیاں ہیں۔ بات کو سُن کر جب وہ اچھی ہو تو اُس پر عمل کرنے والے مستحق مبارکباد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم پیغمبر حضرت موسےٰ علیہ السّلام کو توراۃ کے عطا فرمانے کے وقت فرمایا تھا۔ اسے مضبوطی سے تھامو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ اس کی اچھائی کو مضبوط تھام لیں عقلمند اور نیک روش لوگوں میں بھلی باتوں کے قبول کرنے کا صحیح جذبہ ضرور ہوتا ہے۔

أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ أَفَأَنتَ تُنقِذُ مَن فِي النَّارِ ﴿ج﴾ لَٰكِنِ الَّذِينَ

بھلا جس شخص پر عذاب کی (ازلی تقدیری) بات محقق ہو چکی تو آپ ایسے شخص کو جو کہ (علم الٰہی میں) دوزخ میں ہے چھڑا سکتے ہیں لیکن جو لوگ

اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّن فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ

اپنے رب سے ڈرتے رہے اُن کے لئے (جنت کے) بالا خانے ہیں (اور) جنکے اوپر اور بالا خانے ہیں جو بنے بنائے تیار ہیں انکے نیچے نہریں چل رہی ہیں۔

وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾

یہ اللہ نے وعدہ کیا ہے (اور) اللہ وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

وہ بدقسمت فرماتا ہے کہ جس کی بدبختی لکھی جا چکی ہے تو اُسے راہِ راست نہیں دکھا سکتا۔ کون ہے جو خدا کے گمراہ کئے ہوئے کو راہِ راست دکھا سکے؟ تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ تو اُن کی رہبری کر کے اُنھیں عذابِ خدا سے بچا سکے۔ ہاں نیک بخت نیک اعمال اور نیک عقیدہ لوگ قیامت کے دن جنت کے محلات میں مزے کریں گے۔ اِن بالاخانوں میں جو کئی کئی منزلوں کے ہیں، تمام سامانِ آرائش سے آراستہ ہیں وسیع اور بلند، خوبصورت اور دیدہ زیب ہیں، حضورؐ فرماتے ہیں، جنت میں ایسے محل ہیں، جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے صاف دکھائی دیتا ہے۔ ایک اعرابی نے پوچھا، یارسول اللہؐ یہ کن لوگوں کے لئے ہیں؟ فرمایا ان کے لئے جو نرم کلامی کریں، کھانا کھلائیںؑ اور راتوں کو جب لوگ میٹھی نیند میں ہوں تو یہ اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر گڑگڑائیں نمازیں پڑھیں (ترمذی وغیرہ) مسند احمد میں فرمانِ رسولؐ ہے کہ جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے اور باطن ظاہر سے نظر آتا ہے انھیں اللہ تعالےٰ نے ایسے لوگوں کے لئے بنایا ہے جو کھانا کھلائیں، کلام کو نرم رکھیں، پے در پے نفل روزے بکثرت رکھیں اور پچھلی راتوں کو تہجد پڑھیں۔ مسند کی اور حدیث میں ہے، جنتی جنت کے بالاخانوں کو اِس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہو، اور روایت میں ہے مشرقی اور مغربی کناروں کے ستارے جس طرح تمھیں دکھائی دیتے ہیں، اِسی طرح جنت کے وہ محلات تمہیں نظر آئیں گے اور حدیث میں ہے کہ اِن محلات کی یہ تعریفیں سُنکر لوگوں نے کہا، حضورؐ یہ تو نبیوں کے لئے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا، ہاں اور ان لوگوں کے لئے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کو سچا جانا۔ (ترمذی وغیرہ) مُسند احمد میں ہے رسول اللہؐ سے صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ جب تک ہم آپ کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں اور آپ کے چہرے کو دیکھتے رہتے ہیں، اُس وقت تک تو ہمارے دل نرم رہتے ہیں اور ہم آخرت کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب آپ کی مجلس سے اُٹھ کر دنیوی کاروبار میں مصروف ہو جاتے ہیں اور بال بچوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو اُس وقت ہماری حالت وہ نہیں رہتی، تو آپ نے فرمایا اگر تم ہر وقت اُسی حالت پر رہتے جو حالت تمھاری میرے سامنے ہوتی ہے تو فرشتے اپنے ہاتھوں سے تم سے مصافحہ کرتے اور تمہارے گھروں میں آ کر تم سے ملاقاتیں کرتے سُنو! اگر تم گناہ ہی نہ کرتے، تو اللہ تم ایسے لوگوں کو لاتا، جو گناہ کریں تاکہ خدا تعالیٰ اُن کو بخشےؑ ہم نے کہا حضورؐ جنت کی بنا کس چیز کی ہے۔ فرمایا کہ ایک اینٹ سونے کی ایک چاندی کی۔ اُس کا گچو نا خالص مُشک ہے اُس کی کنکریاں لؤلؤ اور یاقوت ہیں۔ اس کی مٹی زعفران ہے۔ اس میں جو داخل ہو گیا وہ مالا مال ہو گیا۔ جس کے بدبے مال ہونے کا خطرہ ہی نہیں، وہ ہمیشہ اُس میں ہی رہے گا وہاں سے نکالے جانے کا امکان ہی نہیں، نہ موت کا کھٹکا ہے ان کے کپڑے گلتے سڑتے نہیں، اُن کی جوانی ہمیشگی والی ہے۔ سُنو! تین شخصوں کی دُعا مردود نہیں ہوتی، عادلؑ بادشاہ، روزہ دار اور مظلومؑ۔ ان کی دعا ابر پر اٹھائی جاتی ہے اور اُس کے لئے آسمان کے دروازے کُھل جاتے ہیں۔ اور اللہ رب العزت فرماتا ہے، مجھے اپنی عزت کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ مدت کے بعد ہو (ترمذی ابن ماجہ وغیرہ) اِن محلات کے درمیان چشمے بہہ رہے ہیں اور وہ بھی ایسے کہ جہاں چاہیں پانی پہنچائیں جب اور جتنا چاہیں بہا دیں۔ یہ ہے اللہ تم کا وعدہ اپنے مومن بندوں سے۔ یقیناً خدائے تعالےٰ کی ذات وعدہ خلافی سے پاک ہے۔

ع قابلِ غور ہے یہ حدیث اسلام میں عبادات کیساتھ حسنِ اخلاق کو کتنی اہمیت حاصل ہے۔ بلکہ حسنِ معاشرت کو عبادات پر بھی مقدم کر دیا۔

ع حدیث میں معاذ اللہ ترغیب گناہ کی نہیں، بلکہ ترغیب استغفار کی ہے، بات اصل میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات دنیا اور آخرت میں ظہور چاہتی ہیں سو انکی ایک عظیم صفت گناہوں کا معاف کر دینا بھی ہے۔ انسان گناہ کرتا ہے اور وہ معاف کرتے ہیں۔

لَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ

مطلب) کیا تونے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اسکو زمین کے سوتوں میں داخل کر دیتا ہے پھر جب وہ اُبلتا ہے تو

بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ۭ اِنَّ فِيْ

اس کے ذریعہ سے کھیتیاں پیدا کرتا ہے جس کی مختلف قسمیں ہیں پھر وہ کھیتی خشک ہوجاتی ہے اس کو تو زرد دیکھتا ہو پھر (اللہ تعالیٰ) اسکو چورا چورا

ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿١٢﴾ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ

کر دیتا ہے اس (نمونہ) میں اہل عقل کے لئے بڑی عبرت ہو سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام (کے قبول کرنے) کیلئے کھولدیا اور وہ اپنے پروردگار

فَهُوَ عَلٰي نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

کے (عطا کئے ہوئے) نور پر ہے (کیا وہ شخص اور اہل قساوت برابر ہیں) سوجن لوگوں کے دل خدا کے ذکر کو متاثر نہیں ہوتے سو ان کے لئے بڑی خرابی کو یہ

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿١﴾

لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

۲ ع ۱۲ ۱۷

آبحیات

زمین میں جو پانی ہے وہ درحقیقت آسمان سے اُترا ہوا ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ ہم آسمان سے پانی اتارتے ہیں یہ پانی زمین پی لیتی ہے اور اندر ہی اندر وہ پھیل جاتا ہے۔ پس حسب حاجت کسی سوت سے اللہ تعالیٰ اُسے نکالتا ہے اور چشمے جاری ہوجاتے ہیں۔ جو پانی زمین کے میل سے کھاری ہوجاتا ہے وہ کھاری ہی رہتا ہے۔ اسی طرح آسمانی پانی برف کی شکل میں پہاڑوں پر جم جاتا ہے جسے پہاڑ جذب کر لیتے ہیں اور پھر اُن میں سے سوتیں بہہ نکلتی ہیں ان چشموں اور آبشاروں کا پانی کھیتوں میں پہنچتا ہے جس سے کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں۔ جو مختلف قسم کے رنگ و بو کی، اور طرح طرح کے مزے اور شکل وصورت کی ہوتی ہیں۔ پھر آخری وقت میں اُن کی جوانی بڑھاپے سے اور سبزی زردی سے بدل جاتی ہے، پھر خشک ہوجاتی ہیں اور کاٹ لی جاتی ہیں کیا اس میں عقلمندوں کے لئے بصیرت و نصیحت نہیں؟ کیا وہ اتنا نہیں دیکھتے کہ اسی طرح دنیا ہے کہ آج جوان اور خوبصورت نظر آتی ہے، کل بڑھیا اور بدصورت ہوجائیگی۔ آج ایک شخص نوجوان طاقت ور ہے کل وہی بوڑھا بدشکل اور کمزور نظر آتا ہے۔ پھر آخر موت کے پنجے میں پھنسنا ہے۔ پس عقلمند انجام پر نظر رکھیں۔ بہتر وہ ہے جس کا انجام بہتر ہو۔ اکثر جگہ دنیا کی زندگی کی مثال بارش سے پیدا شدہ کھیتی کے ساتھ دی گئی ہے۔ جیسے وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا الخ میں۔ پھر فرماتا ہے جس کا سینہ اسلام کے لئے کھل گیا۔ اور جس نے رب کے پاس کا نور پالیا وہ اور سخت سینے والا تنگ دل والا برابر ہوسکتا ہے؟ حق پر قائم اور حق سے دور یکساں ہوسکتے ہیں؟ جیسے فرمایا۔ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا الخ، وہ شخص جو مُردہ تھا ہم نے اُسے جلا دیا اور اُسے نور عطا فرمایا۔ جسے اپنے ساتھ لئے ہوئے لوگوں میں چل پھر رہا ہے۔ یہ اور وہ جو اندھیریوں میں گھرا ہوا ہو جن سے چھٹکارا محال ہے۔ دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟ پس یہاں بھی نتیجہ بیان فرمایا کہ جن کے دل خدا کے ذکر سے نرم نہیں پڑتے احکام خدا کو ماننے کے لئے نہیں کھلتے، رب کے سامنے عاجزی نہیں کرتے بلکہ سنگدل اور سخت دل ہیں۔ اُن کے لئے وَیل ہے۔ خرابی اور افسوس و حسرت ہے، یہ بالکل گمراہ ہیں۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ

اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے بار بار دہرائی گئی ہے جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى

ہیں پھر اُن کے بدن اور دل نرم (اور منقاد) ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں یہ قرآن اللہ کی ہدایت ہے

اللّٰهِ يَهْدِیْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

جس کو وہ چاہتا ہے اس کے ذریعہ سے ہدایت کرتا ہے اور خدا جس کو گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں۔

ایک بہترین بات

اللہ تعالیٰ اپنی اس کتاب قرآن کریم کی تعریف میں فرماتا ہے کہ اس بہترین کتاب کو اس نے نازل فرمایا ہے جو سب کی سب متشابہ ہے اور جس کی آیتیں مکرر ہیں تاکہ فہم سے قریب تر ہو جائیں ایک آیت دوسری کے مشابہ اور ایک حرف دوسرے سے ملتا جلتا۔ اس سورت کی آیتیں اُس سورت سے اور اس کی اس سے ملی جلی، ایک ہی بات اور ایک ہی ذکر کئی کئی جگہ اور پھر بے اختلاف بعض آیتیں ایک ہی بیان میں بعض میں جو مذکور ہے اُس کی ضد کا ذکر بھی انہیں کیسا تھ ہے۔ مثلاً مومنوں کے ذکر کے ساتھ ہی کافروں کا ذکر جنت کے ساتھ ہی دوزخ کا بیان وغیرہ۔ دیکھئے ابرار کے ذکر کے ساتھ ہی فجار کا بیان ہے۔ سجین کے ساتھ ہی علیین کا بیان ہے، متقین کے ساتھ ہی طاغین کا بیان ہے۔ ذکر جنت کے ساتھ ہی تذکرہ جہنم ہے۔ یہی معنی ہیں مثانی کے اور متشابہات اُن آیتوں کو کہتے ہیں جو ایک ہی قسم کے ذکر میں متصل چلی جاتی ہیں۔ یہاں اس لفظ کے جو معنی ہیں وہ تو یہ ہیں اور اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ میں اور ہی معنی ہیں۔ اس کی پاک اور بااثر آیتوں کا مومنوں کے دل پر نورپڑتا ہے وہ انھیں سنتے ہی خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ سزاؤں اور دھمکیوں کو سُنکر اُن کا کلیجہ کپکپانے لگتا ہے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور انتہائی عاجزی اور بہت بڑی گریہ وزاری سے ان کے دل خدا کی طرف جھک جاتے ہیں۔ اُس کی رحمت و لطف پر نظر ڈال کر امیدیں بندھ جاتی ہیں۔ پس اُن کا حال سیاہ دلوں سے بالکل جدا گانہ ہے یہ رب کے کلام کو نیکوں سے سنتے ہیں۔ وہ گانے بجانے پر سر دُھنتے ہیں یہ لوگ قرآنی آیات کے ذریعہ اپنے ایمان کو اور زیادہ مضبوط کرتے ہیں مگر جن کے دلوں میں روگ ہے وہ آیاتِ قرآنیہ کو سُنکر مزید کفر کے زینے پر چڑھتے ہیں یہ روتے ہوئے سجدوں میں گر پڑتے ہیں، وہ مذاق اُڑاتے ہوئے اکڑتے ہیں، قرآن کا فرمان ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ الخ یعنی یادِ خدا مومنوں کے دلوں کو دہلا دیتی ہے وہ ایمان و توکل میں بڑھ جاتے ہیں نماز و زکوٰۃ و خیرات کا خیال رکھتے ہیں، سچے باایمان یہی ہیں۔ درجے، مغفرت اور بہترین روزیاں یہی لوگ پائیں گے اور آیت میں ہے۔ وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّ عُمْیَانًا۔ یعنی بھلے لوگ آیاتِ قرآنیہ کو بہروں اندھوں کی طرح نہیں سُنتے پڑھتے کہ ان کی طرف نہ توصحیح توجہ ہو نہ ارادۂ عمل ہو۔ بلکہ یہ کان لگا کر سُنتے ہیں اور دل لگا کر سمجھتے ہیں، غور و فکر سے معانی اور مطلب تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ اب توفیق ہاتھ آتی ہے سجدے میں گر پڑتے ہیں اور تعمیل کے لئے کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ یہ خود اپنی سمجھ سے کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ دوسروں کی دیکھا دیکھی جہالت کے پیچھے پڑے نہیں رہتے۔ تیسرا وصف اُن میں برخلاف دوسروں کے یہ ہے کہ قرآن کے سُننے کے وقت باادب رہتے ہیں۔ حضورؐ کی تلاوت سُنکر صحابہؓ کرام کے جسم و روح ذکر اللہ کی طرف جھک جاتے تھے اُن میں خشوع و خضوع پیدا ہو جاتا تھا لیکن یہ نہ تھا کہ چیخنے چلانے اور ہڑبونگ کرنے لگیں اور اپنی صوفیت جتائیں۔ بلکہ ثبات و سکون ادب اور خشیت کے ساتھ کلام اللہ سُنتے۔ دل جمعی اور سکون حاصل کرتے اسی وجہ سے مستحق تعریف اور سزاوار توصیف ہوئے رضی اللہ عنہم۔ عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں اولیاء اللہ کی صفت یہ ہے کہ قرآن سُنکر اُن کے دل موم ہو جائیں اور ذکر اللہ کی طرف وہ جھک جائیں

اُن کے دل ڈر جائیں، اُن کی آنکھیں آنسو بہائیں اور طبیعت میں سکون پیدا ہو جائے یہ نہیں کہ عقل جاتی رہے، عجیب کیفیت طاری ہو جائے نیک و بد کا ہوش نہ رہے یہ بدعت کے افعال ہیں کہ ہا ہو کرنے لگتے ہیں، اور کودتے، اُچھلتے اور کپڑے پھاڑتے ہیں یہ شیطانی حرکتیں ہیں ذکر اللہ سے مُراد وعدۂ خدا بھی بیان کیا گیا ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ ہیں صفتیں اُن لوگوں کی جنھیں خدا نے ہدایت دی ہے ان کے خلاف جنھیں یاد رکھو کہ خدا نے انھیں گمراہ کر دیا ہے اور یقین رکھو کہ رب جن لوگوں کو ہدایت دینا نہ چاہے انھیں کوئی راہ راست نہیں دکھا سکتا

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ

بھلا جو شخص اپنے منہ کو قیامت کے روز سخت عذاب کی سپر بنا دیگا اور ایسے ظالموں کو حکم ہوگا کہ جو کچھ تم کیا کرتے تھے (اب)

تَكْسِبُوْنَ ۝۴ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ

اس کا مزہ چکھو تو کیا یہ (معذب) اور جو ایسا نہ ہو برابر ہو سکتے ہیں۔ جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی (حق کو) جھٹلایا تھا سو ان پر (خدا کا) عذاب ایسی طور پر آیا کہ ان کو خیال

فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا

بھی نہ تھا سو اللہ تعالٰے نے ان کو اسی دنیوی زندگی میں بھی رسوائی کا مزہ چکھایا اور آخرت کا عذاب اور بھی بڑا (اور سخت) ہے کاش یہ

يَعْلَمُوْنَ ۝۵

لوگ سمجھ جاتے

غیر متوقع عذاب

ایک وہ جسے اُس ہنگامہ خیز دن میں امن و امان حاصل ہو، اور ایک وہ جسے اپنے منہ پر عذاب کے تھپڑ کھانے پڑتے ہوں برابر ہو سکتے ہیں۔ جیسے فرمایا۔ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰي وَجْهِهٖٓ الخ اوندھے منہ یعنی مُنہ کے بل چلنے والا اور راست قامت اپنے پیروں سیدھی راہ چلنے والا برابر نہیں۔ ان کفار کو تو قیامت کے دن اوندھے منہ گھسیٹا جائے گا اور کہا جائے گا کہ آگ کا مزہ چکھو۔ اور آیت میں ہے اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ جہنم میں داخل کیا جانے والا بدنصیب اچھا یا امن و امان سے قیامت کا دن گزارنے والا اچھا؟ یہاں اس آیت کا بھی مطلب یہی ہے، لیکن ایک قسم کا ذکر کر کے دوسری قسم کے بیان کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ اسی سے وہ بھی سمجھ لیا جاتا ہے یہ بات شعراء کے کلام میں بھی برابر پائی جاتی ہے، پہلے لوگوں نے بھی خدا کی باتوں کو نہ مانا تھا اور رسولوں کو جھوٹا کہا تھا۔ پھر دیکھو کہ اُن پر کس طرح ان کی بے خبری میں عذاب آ گیا، خدا کے عذاب نے اُن کو دنیا میں بھی ذلیل و خوار کیا اور آخرت کے سخت عذاب بھی اُن کے لئے باقی ہیں۔ پس تمہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ، اشرف رُسل کے ستانے اور نہ ماننے کی وجہ سے تم پر کہیں اُن سے بھی بدتر عذاب برس نہ پڑیں۔ تم اگر ذی علم ہو تو اُن کے حالات اور تذکرے تمہاری نصیحت کے لئے کافی ہیں۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝۶

اور ہم نے لوگوں کی (ہدایت) کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کے (ضروری) عمدہ مضامین بیان کئے ہیں تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝۷ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ

جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ عربی قرآن ہے جس میں ذرا کجی نہیں (اور) تاکہ یہ لوگ ڈریں اللہ تعالٰی (موحد و مشرک کے بارے میں) ایک مثال

شُرَكَآءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ

بیان فرمائی کہ ایک شخص (غلام) ہے جس میں کئی ساجھی ہیں جنمیں باہم ضد اضدی بھی ہے اور ایک دوسرا شخص ہے کہ پورا ایک ہی شخص کا غلام ہے تو کیا ان دونوں کی حالت

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ⑧ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُونَ ⑨ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ

یکساں (ہو سکتی) ہے الحمد للہ بلکہ (قبول تو کیا) ان میں اکثر سمجھتے بھی نہیں آپکو بھی مرنا ہے اور انکو بھی مرنا ہے پھر قیامت کے روز تم مقدمات اپنے ٣

الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ⑩ ع ١٧

رب کے سامنے پیش کرو گے (اسوقت عملی فیصلہ ہو جائیگا)

سمجھانے کے لئے

چونکہ مثالوں سے باتیں ٹھیک طور پر سمجھ میں آجاتی ہیں اس لئے اللہ تعالٰے قرآن کریم میں ہر قسم کی مثالیں بھی بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔ چنانچہ ارشاد ہے، ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ خدا نے تمہارے لئے وہ مثالیں بیان فرمائی ہیں جنھیں تم خود اپنے آپس میں بہت اچھی طرح جانتے بوجھتے ہو۔ اور آیت میں ہے۔ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ؕ ان مثالوں کو ہم لوگوں کے سامنے بیان کر رہے ہیں علماء ہی انھیں بخوبی سمجھ سکتے ہیں ؛ یہ قرآن فصیح عربی زبان میں ہے جس میں کوئی کجی اور کوئی کمی نہیں، واضح دلیلیں درج کی گئی ہیں۔ یہ اس لئے کہ اسے پڑھ سنکر لوگ اپنا بچاؤ کرلیں اس کے عذاب کی آیتوں کو سامنے رکھکر برائیاں چھوڑیں، اور اس کے ثواب کی آیتوں کی طرف نظریں رکھ کر نیک اعمال میں محنت کریں۔ اس کے بعد جناب باری عزاسمہٗ موحد اور مشرک کی مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک تو وہ غلام جس کے بہت سارے آقا ہوں۔ اور وہ بھی آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں، اور دوسرا وہ غلام جو خالص صرف ایک ہی شخص کی ملکیت کا ہو، اس کے سوا اس پر دوسرے کسی کا کوئی اختیار نہ ہو۔ کیا یہ دونوں تمہارے نزدیک یکساں ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح موحد جو صرف ایک اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ہی عبادت کرتا ہے اور مشرک جس نے اپنے معبود بہت سے بنا رکھے ہیں۔ ان دونوں میں بھی کوئی نسبت نہیں۔ کہاں یہ مخلص موحد؟ کہاں یہ در بدر بھٹکنے والا مشرک؟ اس ظاہر باہر روشن اور صاف مثال کے بیان پر بھی رب العالمین کی حمد وثناء بیان کرنی چاہئے کہ اس نے اپنے بندوں کو اس طرح سمجھا دیا کہ حقیقت بالکل عیاں ہوگئی۔ شرک کی بدی اور توحید کی خوبی اچھی طرح ذہن نشین ہوگئی۔ اب رب کے ساتھ وہی لوگ شرک کریں گے جو جاہل ہوں، جن میں سمجھ بوجھ بالکل ہی نہ ہو۔ اس کے بعد کی آیت کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضورؐ کی وفات کے بعد پڑھ کر پھر دوسری آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ کی آخر آیت تک تلاوت کر کے لوگوں کو بتلایا تھا کہ حضورؐ کی وفات ہوگئی۔ آپ کا کلام سنکر سب کو یقین ہو گیا تھا۔ مطلب آیت شریفہ کا یہ ہے کہ سب اس دنیا سے جانے والے ہیں اور آخرت میں اپنے رب کے پاس جمع ہونے والے ہیں وہاں اللہ تعالٰی مشرکوں اور موحدوں میں صاف فیصلہ کر دے گا۔ اور حق ظاہر ہو جائے گا۔ اس سے اچھے فیصلے والا اور اس سے زیادہ علم والا کون ہے؟ ایمان اخلاص اور توحید وسنت والے نجات پائیں گے، شرک و کفر، انکار و تکذیب کرنے والے سخت سزائیں اٹھائیں گے اسی طرح جن دو شخصوں میں جو جھگڑا اور اختلاف دنیا میں تھا قیامت کے روز وہ خدائے عادل کے سامنے پیش ہو کر فیصل ہو گا۔ اس آیت کے نازل ہونے پر حضرت زبیرؓ نے رسول اکرمؐ سے سوال کیا کہ قیامت کے دن پھر سے جھگڑے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں، یقیناً۔ تو حضرت عبد اللہؓ نے کہا۔ پھر تو سخت مشکل ہے (ابن ابی حاتم) مسند احمد کی اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آیت ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ؕ یعنی پھر اس دن تم سے خدائی نعمتوں کا سوال کیا جائے گا کے نازل ہونے پر آپ ہی نے سوال کیا کہ وہ کونسی نعمتیں ہیں؟ جن کی بابت ہم سے حساب لیا جائے گا۔ ہم تو کھجوریں

کھا کر اور پانی پی کر گزارہ کر رہے ہیں۔ آنحضرت ؐ نے فرمایا، اب نہیں ہیں تو کیا؟ عنقریب بہت سی نعمتیں حاصل ہو جائیں گے۔ یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے اور امام ترمذیؒ اسے حسن بتلاتے ہیں۔ مسند کی اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت زبیر بن عوامؓ نے آیت اِنَّكَ مَيِّتٌ (الآیۃ) کے نازل ہونے پر پوچھا کہ یا رسول اللہؐ کیا جو جھگڑے ہمارے دنیا میں تھے وہ دوبارہ وہاں قیامت میں دُہرائے جائیں گے؟ ساتھ ہی گناہوں کی بھی پُرسش ہوگی؟ آپ نے فرمایا، ہاں وہ ضرور دُہرائے جائیں گے۔ اور ہر شخص کو اس کا حق پورا پورا دلوایا جائے گا۔ تو یہ سُنکر آپ نے عرض کیا پھر تو سخت مشکل کام ہے۔ مسند احمد میں ہے۔ رسول اللہؐ فرماتے ہیں سب سے پہلے پڑوسیوں کے آپس کے جھگڑے پیش ہوں گے، [عہ] اور حدیث میں ہے اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سب جھگڑوں کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ یہاں تک کہ دو بکریاں جو لڑی ہوں گی اور ایک نے دوسری کو سینگ مارا ہوگا۔ اُن کا بدلہ بھی دلوا دیا جائے گا (مسند احمد) مسند ہی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ دو بکریوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھ کر رسول اللہؐ نے ابو ذرؓ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو؟ یہ کیوں لڑ رہی ہیں؟ حضرت ابو ذرؓ نے جواب دیا کہ "حضورؐ مجھے کیا خبر" آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ لیکن اللہ تو کو اس کا علم ہے، اور وہ قیامت کے دن اِن دونوں میں انصاف کرے گا۔ بزار میں ہے کہ رسولِ خدا صلعم فرماتے ہیں۔ ظالم اور خائن بادشاہ سے اُس کی رعیت قیامت کے دن جھگڑا کرے گی اور اُس پر وہ غالب آجائیگی اور خدا تعالےٰ کا فرمان ہوگا کہ جاؤ اُسے جہنم کا ایک رکن بنا دو۔ اس حدیث کے ایک راوی اغلب بن تمیم کا حافظہ جیسا چاہئے ویسا نہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں ہر سچا جھوٹے سے، ہر مظلوم ظالم سے، ہر ہدایت یافتہ گمراہی میں مبتلا ہونیوالے سے، ہر کمزور زورآور سے اُس روز جھگڑے گا۔ ابن ابی مندہؒ اپنی کتاب الروح میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت لائے ہیں، کہ لوگ قیامت کے دن جھگڑیں گے۔ یہاں تک کہ روح اور جسم کے درمیان بھی جھگڑا ہوگا۔ روح تو جسم کو الزام دے گی کہ تو نے یہ سب بُرائیاں کیں اور جسم رُوح سے کہے گا۔ ساری تمنا اور شرارت تیری ہی تھی۔ ایک فرشتہ اُن میں فیصلہ کرے گا۔ وہ کہے گا سنو! ایک آنکھوں والا انسان ہے۔ لیکن اپاہج بالکل لُولا لنگڑا، چلنے پھرنے سے معذور ہے۔ دوسرا آدمی اندھا ہے۔ لیکن اس کے پیر سلامت ہیں چلتا پھرتا ہے یہ دونوں ایک باغ میں ہیں۔ لنگڑا اندھے سے کہتا ہے، بھائی یہ باغ تو میووں اور پھلوں سے لدا ہوا ہے لیکن میرے تو پاؤں نہیں جو میں جا کر یہ پھل توڑلوں؟ اندھا جواب دیتا ہے۔ آؤ میرے پاؤں ہیں میں تجھے اپنی پیٹھ پر چڑھا لیتا ہوں اور لے چلتا ہوں چنانچہ یہ دونوں اس طرح پہونچے اور خوب مرضی کے مطابق پھل توڑے بتلاؤ ان دونوں میں مجرم کون ہے؟ جسم اور روح دونوں جواب دیتے ہیں کہ جرم دونوں کا ہے فرشتہ کہتا ہے بس اب تو تم نے اپنا فیصلہ آپ کر دیا یعنی جسم گویا سواری ہے اور روح اُس پر سوار ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے پر ہم تعجب میں تھے کہ ہم میں اور اہل کتاب میں تو جھگڑا ہے ہی نہیں پھر آخر روز قیامت میں کس سے جھگڑے ہوں گے؟ اس کے بعد جب آپس کے فتنے شروع ہوگئے تو ہم نے سمجھ لیا کہ یہی آپس کے جھگڑے ہیں جو خدا کے ہاں پیش ہوں گے ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اہلِ قبلہ غیر اہل قبلہ سے جھگڑیں گے اور ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مراد اہل اسلام اور اہلِ کفر کا جھگڑا ہے لیکن ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ فی الواقع یہ آیت عام ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔

[عہ] یعنی عبادات میں سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال ہوگا اور معاملات میں سب سے پہلے پڑوسی سے معاملے کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی یہ ہے پڑوسی کا حق اسلام میں احمق مسلمانوں کو فرقہ پرست کہتے ہیں، حالانکہ ان کے یہاں اس طرح کے حقوق کی کوئی رعایت نہیں۔

(الحمد للہ۔ اللہ تعالےٰ کے لطف وکرم اور فضل ورحم سے تفسیر ابن کثیر اردو کا تیئیسواں پارہ ختم ہوا)

احادیث سے متعلق گراں قدر قابلِ مطالعہ بے نظیر کتابوں کا سیٹ

تجرید بخاری اردو — ۲۱۸۰ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بے نظیر مجموعہ، نیز بخاری شریف کا جامع اُردو خلاصہ "تجرید بخاری" ہے جملہ احادیث راوی کے ناموں کے ساتھ ساتھ سلسلہ وار نمبروں کے تحت درج ہیں۔ ابتداء میں امام بخاری کے حالات اور مکمل فہرست مضامین شامل ہے۔ کاغذ سفید، مجلد مع رنگین ڈسٹ کور۔ ہدیہ آٹھ روپے۔

مشکوٰۃ شریف — چھ ہزار سے زائد احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا انمول ذخیرہ ہے۔ ایک کالم میں عربی عبارت مع اعراب اور اس کے مقابل کالم میں بامحاورہ سلیس اردو ترجمہ ہے۔ کتاب کے شروع میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح کے مقدمۂ مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ ہے۔ تین جلدوں میں مکمل۔ ہدیہ چوبیس روپے۔

انتخاب صحاح ستہ — ۱۸۰۰ احادیثِ نبوی کا یہ گراں قدر مجموعہ، اور بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی کا بے نظیر خلاصہ ہے۔ ان چھ کتابوں کا عطر کھینچکر اس انتخاب میں سمو دیا گیا ہے۔ ایک کالم میں عربی عبارب مع اعراب اور اس کے مقابل کالم میں سلیس اردو ترجمہ ہے۔ کاغذ سفید۔ مجلد۔ ہدیہ پانچ روپے۔

موطا امام محمد رح — ایک ہزار سے زائد احادیث نبوی ؐ کا قدیم ترین بے بہا گوہر ہے۔ اس بے نظیر کتاب کے ایک کالم میں عربی متن مع اعراب اور اس کے مقابل کالم میں بامحاورہ اُردو ترجمہ اور فقہ حنفی کی روشنی میں ضروری فوائد و تشریحات کے ساتھ شائع کیا گیا ہے ہدیہ مجلد معہ گردپوش آٹھ روپے۔

بلوغ المرام — ۱۶۰۰ احادیثِ نبوی ؐ کا گراں بہا مجموعہ ہے جسے حافظ ابن حجر عسقلانی رح نے تالیف فرمایا ہے۔ ۲۰۶ عنوانات وابواب کے تحت اسے جمع کیا ہے۔ ایک کالم میں عربی عبارت مع اعراب اور دوسرے کالم میں سلیس اُردو ترجمہ نیز ضروری فوائد و تشریحات ہیں۔ ہدیہ مجلد آٹھ روپے۔

کتاب الآثار — ۹۰۰ آثار کا گراں قدر بیش بہا ذخیرہ ہے۔ یہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآرا تالیف ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ فقہ حنفی کی بنیاد "کتاب الآثار" کی احادیث و روایات پر مبنی ہے۔ عربی عبارت معہ اعراب اور بالمقابل ترجمہ اُردو معہ ضروری تشریحات درج ہے۔ ہدیہ مجلد آٹھ روپے۔

مسند امام اعظم — ۵۲۳ احادیثِ نبوی ؐ کا بے مثل اور ایمان افروز خزانہ ہے جس کو فقہ حنفی کے بانی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بحیثیت تابعی کے بڑی کاوش اور صحت کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ عربی متن اور بالمقابل بامحاورہ سلیس اُردو ترجمہ ہے۔ ہدیہ مجلد مع گردپوش آٹھ روپے۔

ریاض الصالحین — ۸۲۳ آیاتِ قرآنی اور ۱۸۹۱ احادیث نبوی ؐ کا بیش بہا خزانہ ہے۔ کتب احادیثِ نبوی میں اپنے طرز کی پہلی کتاب ہے جس میں ہر باب کی احادیث سے قبل اس باب سے متعلق آیاتِ قرآنی بھی درج کی گئی ہیں گویا احادیثِ نبوی کو قرآن کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ ایک کالم میں عربی مع اعراب اور مقابل دوسرے کالم میں بیحد سلیس اُردو ترجمہ ہے دو جلدوں میں مکمل ہدیہ بیس روپے۔

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی) انڈیا

علمی دینی اور تبلیغی پروگرام

مکتبہ فیض القرآن " دیوبند نے اشاعتِ قرآن پاک اور اشاعتِ علم حدیث کے لئے دو اہم پروگرام جاری کئے ہیں ، وقت کی پوری پابندی کے ساتھ ہر دو پروگرام کا ہر ماہ ایک ایک پارہ شائع ہو رہا ہے ۔





ممبری

- ہر دو پروگرام میں شرکت کیلئے ایک ایک روپیہ برائے فیس ممبری ارسال فرمائیے ۔
- تفسیر ابن کثیر کا ایک پارہ منگانے پر ہر ماہ مع ڈاک خرچ دو روپے کی وی پی ارسال ہوگی ، البتہ ہر ماہ ہر پارے کی پانچ کاپیاں یک جا منگانے پر مع ڈاک خرچ آٹھ روپے کی وی پی ارسال ہوگی ۔
- تفہیم البخاری کا ایک پارہ منگانے پر ہر ماہ مع ڈاک خرچ تین روپے کی وی ۔ پی ارسال ہوگی ، البتہ ہر ماہ ہر پارے کی پانچ کاپیاں منگانے پر بارہ روپے کی وی پی ارسال ہوگی ۔
- ہر دو پروگرام کا ایک ایک پارہ یک جا منگانے پر ہر ماہ مع ڈاک خرچ چار روپے پچاس نئے پیسے کی وی پی روانہ ہوتی ہے ۔

(آج ہی ممبر بنئے اور ممبر بنائیے)

مکتبہ فیض القرآن دیوبند
ضلع سہارنپور (یو۔پی)